شروع کر دیا راشد حسین جو موکلوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا اس اچانک افتاد پر بوکھلا گیا اور ہذیانی انداز میں چیخنے چلانے لگا اس کی خوفزدہ آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں لیکن میرے موکل برابر اسے تنگ کرنے میں مصروف تھے راشد حسین کی چیخ و پکار بڑھتی جا رہی تھی وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر مدد مدد چلا رہا تھا دوسری طرف اونکار ناتھ کے عمل میں خلل پڑا تو اس کے چہرے پر ناخوشگوار تاثرات ابھر آئے ایک دو بار اس نے ہاتھ کے اشارے اور ہوں، ہوں کر کے راشد حسین کو شور وغل بند کرنے کو کہا لیکن راشد حسین کو بھلا اتنا ہوش کہاں تھا جو وہ اس کی ہدایت پر عمل کر سکتا وہ اس انداز میں اچھل کود رہا تھا جیسے اس کے جسم پر شہد کی مکھیوں نے یلغار کر دی ہو۔

اونکار ناتھ کے چہرے پر غصے تشویش اور کرب کے تاثرات نمایاں ہوتے جا رہے تھے اسے اپنے ورد میں دشواری پیش آ رہی تھی اور یہی

میں چاہتا تھا اکثر وظائف اور جاپ میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ عامل کامل سکون سے رہے کوئی مداخلت نہ ہو اسے درمیان میں گفتگو نہ کرنا پڑے اگر درمیان میں کوئی مداخلت ہو جاتی ہے تو ساری محنت پہ پانی پھر جاتا ہے یہ عمل لوٹ بھی سکتا ہے اور پھر اسے نئے سرے سے شروع کرنے کے لئے فضا ہموار کرنا پڑتی ہے او نکار ناتھ کے لئے جب شور وغل نا قابل برداشت ہو گیا تو وہ آنکھیں کھول کر دھاڑا۔

پاپی............بند کر اپنی یہ بکواس۔!

لیکن راشد حسین برابر چیخے جا رہا تھا او نکار ناتھ کو میں نے بڑے جھلائے ہوئے انداز میں مرگ چھالا سے اٹھ کر راشد حسین کی طرف بڑھتے دیکھا ٹھیک اسی وقت ایس پی ماتھر شب خوابی کے لباس میں ملبوس بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اس نے پہلے سہمی ہوئی نگاہوں سے راشد حسین کو دیکھا پھر او نکار ناتھ سے پوچھا۔

مہاراج...........یہ اسے کیا ہو رہا ہے کیا آپ نے اسے کوئی کشٹ دیا ہے؟

اس کی چیخ و پکار نے میرا سارا کھیل بگاڑ دیا ہے ماتھر جی۔

اونکار ناتھ نے بدستور راشد حسین پر نظر جمائے ہوئے ماتھر کو جواب دیا میں بھی یہی وچار کر رہا ہوں کہ اسے بیٹھے بٹھائے اچانک کیا ہو گیا ہے۔

کک..........کہیں یہ اسی میاں جی کی شرارت تو نہیں مہاراج۔

ایس پی ماتھر جو ایک بار پہلے بھی میری طاقت کا حیرت انگیز کرشمہ اپنی زبان بندی کی صورت میں دیکھ چکا تھا لکنت سے بولا اس کے چہرے پر اچانک زردی پھیلنے لگی۔

ہو سکتا ہے سب کچھ ممکن ہے میں ابھی اپنے بیروں سے پتا کرتا ہوں۔

اونکار ناتھ نے ایس پی کی بات سن کر چونکتے ہوئے کہا پھر اس کے

ہونٹ دوبارہ متحرک ہو گئے غالباوہ کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا لیکن قبل اس کے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا میں نے اپنے موکلوں کو دوسرا حکم دیا۔

اس مردود پنڈت کو اس وقت تک تنگ کرتے رہو جب تک یہ بے ہوش نہ ہو جائے۔

میرے حکم کی دیر تھی کہ میرے موکل راشد حسین کو چھوڑ کر پنڈت اونکار ناتھ سے لپٹ گئے اور اس کے بے داغ سر پر انھوں نے ہاتھ مارنے شروع کر دیئے اونکار ناتھ بوکھلا کر بھاگا لیکن موکلوں نے اسے جکڑ لیا اور اپنا عمل اور تیز کر دیا پنڈت اونکار ناتھ کی چیخ وپکار سے کمرہ گونجنا شروع ہوا تو ماتھر گھبرا کر کمرے سے باہر نکل گیا راشد حسین اب پھٹی پھٹی نظروں سے اونکار ناتھ کو فضا میں تلملا کر ہاتھ پاؤں مارتے دیکھ رہا تھا۔

مم.........مم......مہاراج راشد حسین نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے۔

یہ..........یہ سب تیرے کارن ہوا ہے......اپرادھی اونکار ناتھ نے چلاتے ہوئے جواب دیا تو نے میری پتنی برباد کر دی۔

اونکار ناتھ کی حالت ہر لحظہ ابتر ہوتی جا رہی تھی جب تک اس لحیم شحیم پنڈت کا بس چلا وہ سر پر پڑنے والی ضربات کو برداشت کرتا رہا پھر نڈھال ہو کر فرش پر گر پڑا اور کراہتا ہوا بے ہوش ہو گیا راشد حسین کی حالت دگرگوں تھی اس کی نظروں میں سارے جہاں کا خوف سمایا ہوا تھا وہ بار بار آوازیں دے رہا تھا لیکن اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا میرے لئے اب اس کھیل میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی اس لئے میں نے اپنے موکلوں کو رخصت کیا اور آنکھیں کھول کر جائے نماز سے اٹھ کر اپنے بستر پر آ گیا اس رات مجھے بڑی پر

سکون نیند آئی۔

دوسرے روز ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

حسب معمول میں نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی پھر ٹہلنے کے لئے باہر چلا گیا جب میں واپس ایا تو اکبر میرا انتظار کر رہا تھا وہ پریشانی میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا میں نے اسے بے تابی اور بے قراری کے عالم میں دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے اکبر خیریت تو ہے۔

شاہد میاں۔ثمینہ ہذیان بک رہی ہے اس کی حالت بہت نا گفتہ بہ ہے پھر کوئی چکر چل گیا ہے یہ ہم لوگوں کی مصیبتیں کب ختم ہوں گی اکبر نے بے چینی سے کہا۔

کدھر ہے ثمینہ............تم حوصلہ کرو میں یہاں موجود ہوں گھبراتے کیوں ہو میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اکبر مجھے ثمینہ کے پاس لے گیا جو ایک ٹوٹی ہوئی چھت کے نیچے ایک

چنائی پر اول فول بک رہی تھی اس کی آنکھوں میں شعلے دہک رہے تھے
میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو میرے منہ سے بے ساختہ ایک قہقہہ
نکل گیا قلعے کے در و بام اس قہقہے کی بازگشت سے گونج اٹھے۔

خوب.......میں نے اس شکستہ عمارت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا
یہاں بہت اچھے دن گزریں گے اے اجنبہ! میرے دوستوں! کیا
تمہیں نہیں معلوم یہاں کون ٹھہرا ہوا ہے۔

اکبر نے میری طرف حیرانی سے دیکھا کہ میں کس سے مخاطب ہوں کہا
اکبر یہاں ہم اکیلے نہیں ہیں ایک پورا قبیلہ یہاں موجود ہے اب
خوب گزرے گی تم دیکھ رہے ہو............مگر تم نہیں دیکھ سکتے انہیں
نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا غلطی کی ہے میں نے اکبر سے پر اعتماد
کے لہجے میں کہا اس موقعے کی ایک آیت پڑھنے کے بعد میرے
سامنہ اجنہ موجود تھے ان کے چہروں پر ہم لوگوں کے لئے کوئی ہمدردی

نہیں تھی میں نے انہیں سلام کیا۔

وعلیکم السلام! ان سب نے بیک وقت جواب دیا۔

میں پوچھتا ہوں اس لڑکی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا میں نے گرجدار آواز میں کہا۔

اس نے ہمارے مرشد کی جائے استراحت پر قبضہ کیا ایک جن نے آگے بڑھ کر جواب دیا.........

کیا اسے یہ بات معلوم تھی؟ ظاہر ہے اسے نہیں معلوم تھی میں نے کہا۔

مگر اسے یہ بات معلوم ہونا چاہیے تھی تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہو اس جن نے نخوت سے پوچھا۔

میں کون ہوں؟ میں تمہیں بتاتا ہوں میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر مجھے درشہوار نظر نہیں آئی غالباً وہ ناشتے کی فراہمی میں کہیں گئی ہوئی تھی میں

نے اسے آواز دی ورشہوار تم فوراً آجاؤ۔

اور چند لمحے گزرے کہ ورشہوار حاضر ہو گئی اجنہ نے اسے دیکھا تو حیران رہ گئے میں نے اسی جن سے پوچھا تم نے اسے دیکھا نہیں تھا۔

نہیں ہم نے اسے پہلی بار دیکھا ہے ہم لوگ علی الصبح اجمیر سے حضرت خواجہ کی زیارت کر کے یہاں آئے ہیں یہاں انسانوں میں کوئی نہیں ٹھہرتا عرصے سے ہم لوگ یہاں مقیم ہیں مگر آپ کون ہیں؟ اس بار اس نے قدرے نرمی سے پوچھا۔

وری بولنے کے لئے مضطرب نظر آرہی تھی میں نے اس سے کہا وری انہیں بتاؤ کہ ہم کون ہیں۔؟

ورشہوار نے اپنی شیریں آواز میں کہا اے رفیقو! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ یہاں مقیم ہو نہیں تو میں اپنے بزرگ میاں شاہد کو ضرور بتا دیتی اور ثمینہ کو بھی مطلع کر دیتی میں تم سے معذرت خواہ ہوں تم ایک جلیل

القدر بزرگ چھوٹے میاں صاحب سے ہمکلامی کی سعادت حاصل کر رہے ہو اجنہ جن کے خدمت گزار اور روحیں جن کی اطاعت گزار ہیں تم نے یہاں سے شمال میں چار دن کی مسافت پر واضح ایک پہاڑ کے بڑے میاں صاحب کا نام سنا ہو گا یہ اسی آستانہ فیض کے سلسلے کے دوسرے بزرگ ہیں۔

ان میں سے ایک بوڑھا جن آگے بڑھا، جوان کا مرشد تھا اس کے انداز میں ایک جلال تھا اس نے کہا۔

مگر ہم یہ کس طرح یقین کر لیں کہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو درست ہے ....صرف ایک بات درست ہے کہ تم ہم میں سے ایک ہو۔

اے مرشد! آپ کی بصیرت کہاں گئی کیا اللہ والوں کو پہچاننے کے لئے کسی شناخت کی ضرورت پڑتی ہے مجھے حیرت ہے کہ آپ تلخی کیوں پیدا کر رہے ہیں در شہوار نے خفگی سے کہا۔

نہیں ورنی.............میں انہیں مطمئن کئے دیتا ہوں............یہ جو ثمینہ پر ایک مسخرا قابض ہے میرا خیال ہے کہ اسے مزا ضرور ملنی چاہیے میں نے ترشی سے کہا اور قبل اس کے درشہوار مجھے کوئی جواب دیتی میرے ایک اشارے پر ثمینہ نے جھرجھری لی اس پر قابض ایک نوجوان جو شکل وصورت سے عاشق مزاج معلوم ہوتا تھا اور بہت وجیہہ تھا ثمینہ کے جسم سے نکل کر زمین پر لوٹنے لگا اور اس نے بے تحاشا چیخنا شروع کر دیا۔

اسے معاف کر دیجئے۔ بوڑھے جن نے کچھ توقف کے بعد کہا یہ بہت ہے اور ہم سب معذرت خواہ ہیں یہ کرامت کوئی صاحب علم وفضل ہی کر سکتا ہے آپ ہمارے مہمان ہیں۔

آپ کا شکریہ............مگر کیا یہ مناسب ہوگا کہ جب تک ہم لوگ یہاں موجود ہیں یہ مختصر سی جگہ ہمارے لئے وقف کر دی جائے میں

نے کہا۔

کیوں نہیں اے نیک بزرگ.........میں ہدایت کئے دیتا ہوں آپ اطمینان سے یہاں قیام فرمائیں میری ایک گزارش ہے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں قیام وطعام کا بندوبست ہماری طرف سے ہوگا بوڑھے جن نے التجا آمیز انداز میں نے کہا۔

میں نے ورشہوار کی طرف دیکھا اس نے آنکھوں کے اشارے سے اپنی منظوری کے لئے کہا اور میں نے اقرار میں سر ہلا دیا میں نے بوڑھے جن سے کہا کہ وہ اس طرف جنوں کے غول کو آنے سے منع کر دیں اور ہمارے کسی معاملے میں کوئی دلچسپی نہ لیں۔

بوڑھے جن نے ہماری خاطر ومدارت میں کوئی کمی نہ کی اس نے کئی بار شاندار ضیافتیں کیں جنوں کا یہ قبیلہ پہاڑی والے قبیلے کی طرح زیادہ پڑھا لکھا اور مہذب نہ تھا وہ عام جن تھے ان میں ابوالحسن جیسا کوئی

عالم موجود نہیں تھا بوڑھے جن نے اس قلعے کے متعلق مجھے کئی دلچسپ
داستانیں سنائیں اس نے بتایا کہ قلعے کے مکینوں کی روحیں اب بھی
اس قلعے میں گھومتی رہتی ہیں قلعے کے سب سے شاندار وسیع ہال میں
کوئی جن جانے کی جرات نہیں کر سکتا وہاں عجیب وغریب آوازیں
سنائی دیتی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی دربار منعقد ہو رہا ہو میں
نے اس بوڑھے کو نہیں بتایا کہ روحوں کو طلب کرنے میں مجھے کتنا ملکہ
ہے میں عموماً خاموش ہی رہا کرتا تھا۔

ہم لوگوں کو یہاں قیام کئے پندرہ دن سے زائد ہو گئے صبح ہوتی تو دستر
خوان ہمارے سامنے بچ جاتے دوپہر کو انواع واقسام کے کھانے
موجود ہوتے شام کو مختلف اقسام کے ذائقے ہمارے منتظر رہتے اس
عرصے میں درشہوار کو مجھ سے رغبت دو چند ہو گئی ہم رات گئے دریا کے
کنارے سیر کرتے رہتے بہت دنوں کے بعد میں نے اس طرح کے

دن گزارے تھے اس طرح فراغت کے دن اونکار ناتھ کا کوئی پتا نہ تھا
راشد حسین اور اونکار ناتھ دونوں شہر سے کہیں جا چکے تھے شہر میں بہت
اضطراب تھا میری گمشدگی کے عجیب معانی لئے جا رہے تھے بستی کے
مسلمان اس بات پر سخت برافروختہ تھے کہ پولیس نے چھوٹے میاں
صاحب کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا ہے انہیں یا تو نظر بند کر دیا گیا
ہے یا وہ کہیں روپوش ہو گئے ہیں جتنے منہ اتنی باتیں مجھے یہ خبریں
درشہوار سے ملتی رہتی تھیں درشہوار کو یقین تھا کہ اونکار ناتھ دوبارہ ضرور
کوئی وار کرے گا خود مجھے بھی شبہ تھا اور اس لئے میں نے اپنے گرد
حصار قائم کر رکھا تھا اس قلعے کے نگہبان اجنہ تھے اس لئے بظاہر کوئی
خطرہ نظر نہیں آتا تھا اونکار ناتھ کہاں چلا گیا تھا یہ بات ہر چند کے
تشویش کی تھی لیکن میں ان پندرہ دنوں میں ان مسائل سے کم اور
درشہوار سے قریب زیادہ رہا یوں کہا جائے کہ یہ پندرہ دن میں نے

اپنی مشاغل سے بے نیاز ہو کر گزار رہے تھے میں نے باقاعدہ نماز ادا کی تھی لیکن عبادت وریاضت کا وہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکا تھا جو برسوں سے میرے معمول میں تھا میں کچھ تھک گیا تھا۔

ایک رات میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ مجھے قلعے کے اس گوشے کا خیال آیا جس کے بارے میں بوڑھے جن نے بتایا تھا کہ وہاں روحوں کا قیام ہے میں نے خود پر دم کیا اور اس ویران گوشے کی طرف روانہ ہو گیا رات کچھ ایسی زیادہ روشن نہ تھی چاروں طرف خاموشی تھی مگر جیسے ہی میں نے بڑے ہال کی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں پر قدم رکھا تو کئی چمگادڑیں اڑ کر گہری خاموشی کو توڑتی ہوئی گزری عام آدمی کا گزر یہاں ناممکن تھا عام آدمی یہاں سے گزرتا تو خوف سے اس کا دم نکل جاتا سارا منظر بہت دہشت ناک تھا مگر میں پورے سکون کے ساتھ چمگادڑوں کے شور وغل سے بے پرواہ ہو کر آگے بڑھ رہا تھا راستہ میرا

جانا پہچانا نہ تھا اس لئے میں بڑی احتیاط سے قدم اٹھا رہا تھا سیڑھیاں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں سیڑھیوں کے بعد ایک طویل راہداری تھی جس سے گزر کر چھوٹے موٹے کمرے اور ان سے ملحق وسیع ہال تھا جب میں نے سیڑھیوں کو عبور کرلیا تو ایک دربان مجھے پرانے وضع قطع کے لباس میں ملبوس نظر آیا اس نے آگے بڑھ کر میرا راستہ روک لیا اس کے ہاتھ میں ایک بڑا نیزہ تھا اپنے راستے میں اسے آتا دیکھ کر میں نے کسی قسم کا تاثر قبول نہیں کیا اور اپنے ہاتھ سے جگہ بناتا ہوا وہاں سے گزر گیا وہ ایک دربان کی روح تھی جو میری جسارت پر غائب ہو گئی تھی اس دربان کی موجودگی سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس گوشے کے متعلق جو باتیں منسوب ہیں وہ بالکل صحیح ہیں میرا اشتیاق بڑھ گیا اور میں نے اپنی رفتار تیز کر دی راہداری میں مجھے روحوں کا ایک عظیم اجتماع نظر آیا وہاں ہلچل سی مچی ہوئی تھی دو تین کنیزیں

راہداری میں مجھے آتا دیکھ کر دوڑنے لگی تھیں وہاں مجھے کئی سپاہی بھی نظر آئے جنہوں نے میری جانب بھالے تان رکھے تھے لیکن میں بے خوف وخطر آگے بڑھتا گیا راستہ مجھے صاف ملا جب میں بڑے کمرے کے قریب پہنچا تو خوبصورت عورتوں نے جو کنیزیں اور باندیاں نظر آ رہی تھیں میرا راستہ روک لیا وہ تعداد میں کئی تھیں انہوں نے میرے قریب آ کر کہا۔

آگے مت جاؤ۔

میں نے ایک لمحے کو توقف کیا اور پھر قدم آگے بڑھانے لگا مگر وہ میرے قدموں میں گر گئیں اور التجا آمیز انداز میں کہا آگے مت جاؤ۔

میں نے برہمی سے کہا کیوں؟ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔

نہیں نہیں وہ ایک ساتھ مترنم آوازوں میں بولیں وہاں وہ ہیں۔

وہ کون؟ میں نے پوچھا۔

راج کماری.........وہاں راج کماری ہیں انہوں نے پھر ایک ساتھ کہا ان کے لہجے دردناک تھے وہ سب معصوم اور حسین تھیں۔

راج کماری سے کہو کہ کوئی ان سے ملنا چاہتا ہے میں نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔

انہوں نے ہر ایک سے ہی ملنا بند کر دیا ہے اب وہ کسی سے نہیں ملتیں۔

وہ کسی سے کیوں نہیں ملتیں۔؟

جب تک راج کمار نہیں آ جاتے انہوں نے باہر نکلنا بند کر دیا ہے۔

مجھے یہ باتیں بہت دلچسپ معلوم ہوئیں اس لئے میں نے پوچھا وہ کب سے منتظر ہیں؟

وہ ایک زمانے سے راج کمار کا انتظار کر رہی ہیں اپنی پہلی زندگی سے دوسری زندگی تک وہ وہیں ہیں انہوں نے جواب دیا۔

اور تم لوگ کون ہو۔؟

ہم ان کی باندیاں ہیں جب مہاراج کمار آجائیں گے تو ہم سب سے پہلے انہیں مطلع کریں گے۔

اور راج کمار کہاں گئے ہیں۔

وہ راستے میں کہیں گم ہو گئے تھے اب تک نہیں آئے۔

راستے میں، میں نے حیرت سے پوچھا۔

کون سے راستے میں مجھے بتاؤ انہیں کیا ہو گیا۔

جب دیو نگر سے ان کی بارات آرہی تھی اس وقت سرائوں نے ان پر حملہ کر دیا سب لوگ مارے گئے اور مہاراج ہیں غائب ہو گئے اس وقت سے اب تک ان کا کوئی پتا نہیں اس وقت راج کماری دلہن بنی ان کا انتظار کر رہی تھیں وہ انتظار کرتی رہیں کرتی رہیں۔ جب راج کمار نہیں آئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ بھی اور لوگوں کے ساتھ

مارے گئے تو انہوں نے دوسری دنیا میں ان سے ملنے کے لئے اپنی پہلی زندگی کو ختم کر دیا مگر دوسری زندگی میں بھی مہاراج کمار نہیں ملے وہ اس وقت سے ان کا انتظار کر رہی ہیں اور اسی کمرے میں بند ہیں۔

میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں میں نے اشتیاق سے کہا۔

نہیں............تم انہیں نہیں دیکھ سکتے انہیں مت چھیڑ وہ بہت دکھی ہیں لڑکیوں نے میری منتیں شروع کر دیں۔

میں عجیب کشمکش میں مبتلا تھا اس دلچسپ اور افسوسناک داستان کو سننے کے بعد راج کماری کو دیکھنے کی شدید خواہش میرے اندر پیدا ہو چکی تھی مگر ان باندیوں کی موجودگی میں یہ خواہش پوری ہوتی ممکن نظر نہیں آ رہی تھی میں نے آگے جانا چاہا مگر وہ میرے پیروں سے لپٹ گئیں انہوں نے کچھ اس طرح مجھے آگے جانے سے منع کر دیا جیسے میرے اس اقدام سے ان پر کوئی عذاب نازل ہو جائے گا۔

میں یہ سوچ کر واپس ہو گیا کہ الماس کے ذریعے راج کماری کے بارے میں معلومات کروں گا واپسی میں سارے راستے راج کماری کے بارے میں سوچتا رہا جو شدت سے اپنے محبوب کا انتظار کر رہی ہے جسے صدیاں بیت گئی یہ دنیا کتنی عجیب تھی .... میرے ذہن نے راجکماری کی شکلیں بنانا شروع کر دیں وہ کیسی ہو گی؟ رات بھر میں اسی واقعے کے متعلق سوچتا رہا رات کے آخری پہر کہیں نیند آئی۔

صبح میں نے اس گوشے کی طرف دیکھا تو وہاں ویرانی چھائی ہوئی تھی اس واقعے کے بارے میں میں نے درشہوار سے کوئی تذکرہ نہیں کیا اس صبح میں الجھا الجھا رہا جب طبیعت بہت گھبرائی میں دریا کے کنارے چہل قدمی کے لئے چلا گیا صبح کا منظر بڑا دل آویز تھا جب میں واپس آیا تو اکبر میرے پاس آیا اور دبی زبان میں کہنے لگا شاہد میاں میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

یقیناً پہاڑی پر واپس جانے کے لئے کہو گے میں نے مسکرا کر

کہا۔۔۔۔۔۔

نہیں کچھ اور بات ہے۔؟

کیا بات ہے اس بار میں نے توجہ سے اس کی طرف دیکھا۔

میں آج ثمینہ کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ثمینہ کا نام سن کر میری پیشانی شکن آلود ہو گئی کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

کل میں نے ثمینہ سے تفصیلی بات کی تھی جو کچھ اس کے بہن اور باپ نے تمہارے ساتھ کیا ہے اسے اس پر بے حد افسوس اور شرمندگی ہے میں خاموش رہا تو اکبر نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

ثمینہ کو اپنے باپ سے شدید نفرت ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ اپنے باپ کی صورت کبھی نہ دیکھے گی۔

اکبر میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ

راشد حسین جیسی کمینہ خصلت شخص کی بیٹی ہے۔

مجھے معلوم ہے مگر یہ ضروری تو نہیں کہ اس کے باپ کے جراثیم اسے ورثے میں ملے ہوں اکبر نے جذباتی لہجے میں کہا جو راشد حسین اور رشیدہ نے کیا ہے اس کی سزا ثمینہ کو دینا سراسر ناانصافی ہے شاہد میاں! وہ بڑے مظلوم اور لاچار ہے۔

رشیدہ!............میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے رشیدہ کا نام لے کر مجھے یاد دلایا میں تو بھول ہی گیا تھا میں نے اکبر سے قدرے ناراضگی سے کہا۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ثمینہ کو آزاد کر دوں تا کہ اس نابکار پنڈت کو اپنی برتری جتانے کا ایک اور موقع مل جائے۔

تم اگر اسے آزاد کر دو گے تب بھی وہ راشد حسین کے پاس نہیں جائے گی اس نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھائی ہے مجھے اس کی باتوں

پر پورا اعتماد ہے اکبر نے اکتا کر کہا۔
آخر تم ثمینہ کے سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو میں نے جھلا کر دریافت کیا۔
میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم میری خاطر ایک بار ثمینہ سے بات کر کے دیکھو مجھے یقین ہے تمہارا دل اس مظلوم کی طرف سے صاف ہو جائے گا۔
میں نے اکبر کی بات کا جواب دینے کے بجائے اسے شکایت بھری نظروں سے دیکھا تو اکبر نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔
شاہد میاں..........میں ثمینہ کے بارے میں سنجیدہ ہوں ان دنوں میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے وہ بہت اچھی لڑکی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے۔
تمہیں بہت ہمدردی ہوگئی ہے ثمینہ سے کیا تم بھول گئے ہو کہ راشد

حسین نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے میں نے تلخی سے کہا۔

شاہد میاں.........خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مظلوموں کی مدد سے گریز کرتا ہے اس پر رحمتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس نے درگزر کیا اس نے رب کو خوش کیا جس نے زخم بھرے اس نے خدا کے دل میں گھر کیا ثمینہ حالات کے ستم کا شکار ہے اس کی کوئی خطا نہیں میں سوچتا ہوں اگر میں ایک بے سہارا لڑکی کا سہارا بن جاؤں تو کیا تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہوگا۔؟

اف فوہ! تو بات یہ ہے پندرہ بیس دنوں کی رفاقت رنگ لائی تم نے دوسرے انداز سے سوچنا شروع کر دیا میں نے طنزیہ کہا۔

شاہد تمہارے اندر تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں تم بدگمان ہونے لگے ہو میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں کوئی اور جذبہ نہیں، اکبر نے ناراضگی سے کہا۔

اکبر کا جملہ سن کر میرے اندر آگ سی لگ گئی مجھے توقع نہیں تھی کہ میرا عزیز دوست اس قسم کی باتیں کرنے لگ جائے گا اور وہ راشد حسین جیسے شخص کی لڑکی سے شادی کرنے کا تصور بھی ذہن میں لائے گا میں نے اکبر کو ناگواری سے دیکھا اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی اس کے دلی جذبات کی ترجمانی کر رہی تھی جو کچھ اس نے کہا تھا اسے کر گزرنے کی ہمت بھی اس کے اندر تھی میرا دل چاہا کہ اکبر سے کہوں وہ اسی وقت اٹھے اور ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور ہو جائے لیکن میں ایسا نہ کر سکا اکبر میرے جواب کا منتظر تھا میں اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ درشہوار میرے سامنے آ گئی غالباً اس نے میرے اور اکبر کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی وہ میرے قریب آ کر بولی

....

آخر اس میں حرج بھی کیا ہے؟ اکبر نے ثمینہ کے بارے میں جو کچھ کہا

ہے وہ حرف بحرف درست ہے اس کا دل اپنے باپ کی طرف سے مکدر ہو چکا ہے اسے آپ سے ہمدردی ہے جب اکبر نے اسے یہ سب کچھ بتایا تو وہ اپنے باپ کے ظلم وستم پر آنسو بہانے لگی یوں بھی اگر وہ اکبر سے وابستہ ہو جائے تو راشد حسین کے لئے یہ خبر کسی تازیانے سے کم نہ ہوگی اس کے عواقب پر آپ نے غور کیوں نہیں کیا راشد حسین عمر بھر اس نقصان پر تلملاتا رہے گا یہ ایک نیکی کا کام بھی تو ہے آپ اجازت دے دیں میں ثمینہ کو دلہن بناؤں گی یہاں کے تمام میزبان اجنہ اس تقریب میں شریک ہوں گے......

درشہوار مجھے بڑی دیر تک سمجھاتی رہی اور میں نے اس کے اصرار پہ اکبر کو اجازت دے دی اس دن ہی اس تقریب کا اہتمام ہو گیا درشہوار کو پہلی بار اکبر اور ثمینہ کے سامنے آنا پڑا اسے دیکھ کر وہ دونوں حیرت زدہ رہ گئے اتنی حسین دوشیزہ انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی

ثمینہ تو اسے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہی تھی تو وہ آپ تھیں اس نے بے اختیار کہا جو ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھیں جو ہمارے لئے لذیذ ترین غذائیں فراہم کرتی تھیں اف۔۔! یہ کیسی دلچسپ اور حیرت انگیز حقیقت ہے آپ تو الف لیلہ کی کوئی شہزادی معلوم ہوتی ہیں اب آپ ہم سے دور نہ رہیے گا ثمینہ بہت جلد در شہوار سے گھل مل گئی۔

در شہوار نے اسے دلہن بنایا ایسی دلہن جو چاند ستاروں کو شرمائے وہ دن اس ہنگامے میں گزر گیا بوڑھے جن نے شاندار ضیافت کی قلعے کا ایک کونا ثمینہ اور اکبر کے حجلہ عروسی کے لئے محفوظ کر دیا گیا اس دن تمام اجنہ اکبر اور ثمینہ کے سامنے آ گئے میں نے نکاح پڑھایا اور تقریب دل پذیر شام کو کہیں ختم ہوئی اکبر کے چہرے پر عرصے کے بعد میں نے مسکراہٹ دیکھی شام کو وہ دونوں میرے پاس آئے ثمینہ نے جن الفاظ میں اپنے جذبات کی ترجمانی کی اس سے میرا دل صاف ہو

گیا۔

میں نے اسے دعائیں دے کر رخصت کیا عشاء کے بعد مجھ پر شدید اداسی کا غلبہ ہوا آج رات میں راج کماری کے ایوان میں جانے کے لئے صبح سے سوچ رہا تھا مگر ثمینہ نے جن لفظوں میں مجھے اپنی بہن کی یاد دلائی تھی اس سے میری طبیعت اور پریشان ہو گئی تھی ابھی کچھ نہیں ہوا میرا پہاڑی سے آنے کا مقصد ادھورا ہی ہے میں کہاں جارہا ہوں ثمینہ رشیدہ کی بہن تھی میں نے ثمینہ کو معاف کر دیا..........مگر رشیدہ..........بہت رات گزر گئی اور میں اسی طرح سوچتا رہا پھر میں نے بیٹھے بیٹھے ایک وظیفہ پڑھا درمیانی رکاوٹیں دور ہو گئیں میری آنکھیں ایس پی ماتھر کے گھر میں تھیں مجھے اونکار ناتھ وہاں نظر نہیں آیا میں نے مندروں اور محلوں کا جائزہ لیا پھر میری آنکھوں نے ہزاروں میل کی مسافت طے کی میں نے دیکھا کہ اونکار ناتھ ایک پلنگ پر بے

سد پڑا ہے اور راشد حسین اس کے قریب ہی اسے تشویش کی نظروں سے دیکھ رہا ہے اونکارناتھ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے یک گونہ مسرت ہوئی لیکن ابھی میں مقام کا تعین اور اس منظر سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو پایا تھا کہ میری نظروں کے سامنے دھندی چھانے لگی میں نے جھلا کر اس دھند کو دور کرنے کی سعی کی لیکن دھند ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی یہاں تک میں کچھ بھی نہ دیکھ سکتا تھا مجھے حیرت تھی کہ کہ ایسا کیوں ہوا میں نے تلملا کر آنکھیں کھول دیں ٹھیک اسی وقت اکبر کے گوشہ عروس سے خوفزدہ انداز میں چیخنے چلانے کی آوازیں ابھرنی شروع ہو گئیں یوں لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی ذبح کر رہا ہو میں جلد سے اٹھا اور لپکتا ہوا اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اکبر فرش پر ہاتھ پاؤں سمیٹے پڑا سسکیاں لے رہا ہے ثمینہ اس کے پاس بیٹھی سہمے ہوئے لہجے میں اسے بار بار آواز دے رہی ہے غالباً اکبر کسی ڈراونے

خواب کے نتیجے میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر ثمینہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پریشان لہجے میں بولی۔

خدا کے لئے کچھ کیجئے نہ جانے انہیں کیا ہو گیا ہے۔؟

میں نے ثمینہ کی بات کا جواب دینے کے بجائے اکبر کو شانے سے پکڑ کر آواز دی تو وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا چند ثانیئے تک یوں آنکھیں پھاڑے حیرت سے مجھے دیکھا جیسے اسے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا ہو پھر یک لخت اٹھا اور بڑے بے ساختگی سے مجھ سے لپٹ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

شاہد.............شاہد...........خدا کا شکر ہے کہ تم صحیح سلامت ہو۔

میرا خیال ہے کہ تم نے کوئی بہت ڈراؤنا خواب دیکھا ہے درود شریف پڑھو خوف و ہراس اور گھبراہٹ دور ہو جائے گی۔

اکبر نے بلند آواز میں دو چار بار درود شریف پڑھا پھر کہا خدا کرے جو

کچھ میں نے دیکھا ہے وہ خواب ہی ہو۔اکبر کا جواب سن کر میرا جذبہ تجسس بڑھا یقیناً اس نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا وہ میرے ہی بارے میں تھا جس انداز میں وہ مجھ سے بغل گیر ہوا تھا اس سے بھی یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر خوش ہوا ہے میں نے ثمینہ کی موجودگی میں اس سے کچھ دریافت کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے اپنے ساتھ دوسری جانب لے آیا بعد میں جب میں نے خواب کی بابت دریافت کی تو اکبر بولا۔

شاہد..........میں نے دیکھا کہ میں اور تم ایک لق و دق ویران اور سنسان صحرا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں کہ اچانک طوفانی ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں گرد و غبار میں ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا میں نے تمہیں آوازیں دینی شروع کیں لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا کچھ دیر بعد جب طوفان کا زور تھما اور میں نے تمہیں دیکھنا چاہا تو تم

کہیں نظر نہ آئے میں ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگا اور چلا چلا کر تمہیں
پکارتا رہا میری آواز صدا بہ صحرا ہو رہی تھی کہ اچانک میں نے تمہیں پا
لیا لیکن اس حالت میں کہ دہشت سے چیخ اٹھا میں نے دیکھا کہ تم
ایک ریت کے تودے پر اوندھے منہ بے حس و حرکت پڑے ہو اور
آسمان پر گدھ منڈلا رہے ہیں اور ایک انتہائی بوڑھا اور خونی شکل کا
گدھ تمہارے قریب بیٹھا اپنی ناپاک چونچ سے تمہارے جسم کا
گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا ہے میں اس منظر کو دیکھ کر چیخنے لگا گدھ کی
صورت اتنی ڈراؤنی اور ہیبت ناک تھی کہ مجھے اس کے قریب جانے
کی ہمت نہ ہوئی ابھی میں چیخ رہا تھا کہ میں نے میاں صاحب کو دیکھا
جو اچانک کہیں سے نمودار ہوئے میاں صاحب کو دیکھ کر میری
ڈھارس ہوئی لیکن جانتے ہو پھر میں نے کیا دیکھا میاں صاحب کچھ
دیر تک خاموش کھڑے رہے پھر ان کے چہرے پر جلالی کیفیتیں

نمودار ہوئیں میرا خیال تھا کہ وہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دلائیں گے لیکن میاں صاحب نے ایسا کرنے کے بجائے اپنا روئے مبارک دوسری طرف کر لیا اور کچھ دور آگے جا کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہوائیں اور تیز ہو گئیں میں نے میاں صاحب کو آواز دی مگر طوفان میں میری آواز دب کر رہ گئی پھر میں نے ایک سائے کو گرد و غبار میں تمہاری طرف آتے دیکھا میں نے اسے پہچان نہ سکا میں نے اسے قریب آتا دیکھ کر چیخنا چلانا شروع کر دیا پھر غالباً تم نے میرا شانہ پکڑ کر مجھے بیدار کر دیا تھا۔

اکبر نے اپنا خواب بیان کرنے کے بعد ٹھنڈی سانس لی اور پھر کہا۔

شاہد.......... کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔

جو کچھ تم نے دیکھا اور محسوس کیا ہے وہ محض تمہاری پریشان خیالی کا سبب ہے جاؤ جا کر آرام کرو ثمینہ تمہاری راہ تک رہی ہو گی۔

اکبر کو میں نے مطمئن کر کے ثمینہ کے پاس بھیج دیا لیکن میں خود کو مطمئن نہ کر سکا اکبر کا خواب میرے ذہن کو پریشان کر رہا تھا میں اس خواب کی تعبیر کے لئے بے چین تھا خوابوں کی تعبیر کے معاملے میں میری معلومات کچھ زیادہ نہ تھیں میں نے اس میدان میں کبھی کوئی دلچسپی نہیں لی تھی لیکن اس کے باوجود اکبر کا خواب ایسا نہیں تھا جسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جاتا خاص طور پر اکبر کا یہ بیان کہ اس نے میاں صاحب کو موجود پایا اور وہ جلالی کیفیت میں منہ پھیر کر چلے گئے تو کیا میاں صاحب مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور وہ گدھ کون تھا جو میرے جسم پر چمٹا ہوا تھا خواب میں علامتیں ہوتی ہیں اور یہ کیسی علامت تھی۔؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ گدھ اونکار ناتھ ہو۔

اونکار ناتھ کا نام میرے ذہن میں ابھرا تو بہت سے اندیشے جاگزیں ہو گئے بہت سے وسوسوں سے دل بھر گیا میں نے اپنا محاسبہ کیا اونکار

ناتھ بڑے میاں صاحب کی پیباڑی کی عظمت وحرمت پر داغ لگانے میں کامیاب ہو جائے گا نہیں اونکار ناتھ سے یہ کس طرح ممکن ہے مگر اونکار ناتھ نے اب تک جو حرکتیں کی ہیں وہ اس کے اعتماد کا ثبوت ہیں یہ اعتماد یقینا کسی سبب سے ہوگا کیا میں نے اونکار ناتھ کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ غلط تھی میاں صاحب کی بے چینی اور ناراضگی کا سبب کیا ہے کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا میں اپنے ہی پیدا کردہ انتشار کی زد میں تھا میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ کچھ دیر پیشتر میرے ساتھ کیا ہو چکا تھا میں نے اس دھند کو کوئی اہمیت دینی مناسب نہیں سمجھا جس نے درمیان میں ہو کر میرے اور اونکار ناتھ کے درمیان پردہ کر دیا تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو میں نے جائے نماز پر الماس کی طلبی کا وظیفہ شروع کر دیا۔ الماس لمحوں میں حاضر ہوگئی۔

الماس.........میں نے جذباتی انداز میں اسے مخاطب کیا میں اونکار ناتھ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں وہ اب کس حال میں ہے الماس نے حسب معمول چاروں طرف نظر دوڑائی پھر ایک سمت کچھ دیر دیکھنے کے بعد بولی۔

محترم بزرگ! اونکار ناتھ کے ساتھ آپ کے موکلوں نے جو برتاؤ کیا تھا وہ اس کے زیر اثر ابھی تک بے ہوش ہے وہ کاشی میں اپنے گرو کے پاس ہے جو اسے ایس پی ماتھر کے ہاں سے لے گیا تھا راشد حسین بھی اس کے ساتھ ہے۔

اسے ہوش کب آئے گا۔؟ میں نے دوسرا سوال کیا وہ کل صبح تک ٹھیک ہو جائے گا کاشی کے بہت سے پنڈت اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں الماس نے ادب سے جواب دیا۔

الماس.........تمہیں علم ہے کہ میں نے ثمینہ کو معاف کر دیا ہے

لیکن رشیدہ کو نہیں میں نے تم سے کہا تھا کہ رشیدہ کو یہاں واپس بلایا جائے تم نے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس کام کے لئے وقت درکار ہے۔

میں تسلیم کرتی ہوں محترم بزرگ رشیدہ کا شوہر ایک حادثے میں مر چکا ہے وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ کل شام تک آ جائے گی اپنے شوہر کی موت کی وجہ سے اسے آنے میں دیر ہوگئی الماس نے مختصر جواب دیا۔

رشیدہ............ آرہی ہے میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا وہ نابکارہ فاحشہ عورت............ اب آرہی ہے مجھے اسے سخت اذیت دینی ہے الماس............ میں رشیدہ کو معاف نہیں کروں گا۔

الماس نے میرے غصے کو دیکھ کر جھرجھری لی پھر دبی زبان میں بولی۔

میں مشورہ دینے کے لئے نہیں حکم دینے کے لئے ہوں لیکن رشیدہ اپنے شوہر کے غم میں نڈھال یہاں آرہی ہوگی شوہر کا غم ہی اس کے لئے کافی ہے۔

نہیں الماس............نہیں بخدا یہ غم اس غم سے زیادہ نہیں جو میں نے برداشت کیے ہیں تم دیکھو گی کہ میں اس کو کیسی ہولناک سزا دیتا ہوں.........میں اس کے بچوں میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا میں اسے کربناک حالات سے دوچار کروں گا۔

غصے کی شدت سے میں سرتاپا لرز رہا تھا الماس نظریں جھکائے میرے سامنے کھڑی تھی۔

الماس اب بہت ہو چکا وقت بہت گزر چکا ہے یہ کھیل اب ختم ہو جانا چاہیے میں چاہتا ہوں کہ رشیدہ اپنے باپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ایک اور حادثے کا شکار ہو وہ اپنے بچوں کا غم بھی دیکھے اسے پتا چلنا چاہیے کہ خونی رشتوں کا غم کیسا ہوتا ہے میں اس فاحشہ کو تڑپتا اور بلکتا دیکھنا چاہتا ہوں اسے ایسی اذیتوں سے دوچار کرو کہ اس کی مثال روئے زمین پر نہ مل سکے سمجھیں میں کیا کہہ رہا ہوں میں نے شدید

اشتعال کے عالم میں کہا۔

الماس میری باتیں سن کر کانپنے لگی خوف اس کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا وہ بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھی میرا حکم سن کر اسے سکتہ سا ہو گیا اسے اس حالت میں دیکھ کر میرے اشتعال میں اور شدت پیدا ہو گئی میں نے گرجتے ہوئے کہا تم نے سنا۔ میں کیا کہہ رہا ہوں میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔

اے نیک بزرگ............... آپ کا ہر حکم میرے لئے سعادت کا باعث ہے لیکن یہ احکام میرے بس کے نہیں میں اس گناہ پر خود کو تیار نہیں کر سکتی اے عالی مرتبت بزرگ میری درخواست ہے کہ......

الماس میں الماس کا جواب سن کر حلق کے بل چلایا تم جانتی ہو کہ ایک بار تم انکار کر کے تم کیسی اذیت سے دو چار ہو چکی ہو یہ میرا حکم ہے میں جو کچھ کہتا ہوں اس کے کچھ معنی ہوتے ہیں مجھے مشورہ مت دو میرے

حکم کی تعمیل کرو۔

میں۔ میں آپ سے رحم کی درخواست کرتی ہوں۔

میں نے اپنا جملہ مکمل کر کے ایک وظیفے کا ورد شروع کیا لیکن ٹھیک اسی وقت الماس میری نگاہوں کے سامنے سے غائب ہوگئی الماس کی اس حرکت پر میرا غصہ اور بھڑک اٹھا میں نے اسے طلب کرنے کا عمل دوبارہ شروع کیا لیکن وہ حاضر نہ ہوئی میں نے تیسری بار عمل کیا لیکن مجھے ایک بار پھر مایوسی کا شکار ہونا پڑا ناکامی نے میری جھنجھلاہٹ دو چند کر دی میں شدید غیظ وغضب کی کیفیت میں اٹھ کھڑا ہوا میرے اوسان بحال نہیں تھے میں کسی زخمی شیر کی طرح دریا کے کنارے ٹہلتا رہا مجھے حیرت تھی کہ میرا عمل تین بار خالی کیوں گیا۔

پھر معاً میرے ذہن میں اکبر کا خواب ابھر آیا میں نے سوچا کیا اس خواب کی علامتوں میں واقعی کوئی حقیقت موجود ہے میاں صاحب

طوفان گدھ میں.............کیا کوئی طوفان آنے والا ہے۔؟

دریا کے کنارے مجھے پہلی بار سردی محسوس ہوئی میرے قدم بوجھل ہو گئے.........اور میرا ذہن پریشان خیالات کی آماجگاہ بن گیا

میں نے قلعے کی طرف دیکھا وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی ہر سمت تاریکی تھی مجھے اس اندھیرے سے وحشت ہونے لگی۔

ان الجھنو میں مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میں کتنی دور نکل آیا ہوں اکبر کا خواب الماس کا نہ آنا وہ اشارہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میاں صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں دریا کے کنارے میں دیر تک ٹہلتا رہا پھر اچانک پلٹ کر قلعے کی طرف قدم اٹھانے لگا اسی وقت مجھے بڑی شدت سے تنہائی محسوس ہو رہی تھی میرے ذہن میں ان پریشان خیالات سے چھٹکارے کے لئے درشہوار ہی ابھری۔

درشہوار۔ میرے محسن ابوالحسن جن کی نوجوان بیٹی جو اپنے شفیق باپ کو

چھوڑ کر میرے پاس چلی آئی تھی وہ سرتاپا حسن وجمال کا شاہکار تھی وہ نہ ہوتی تو حالات نہ جانے کیا رخ اختیار کر لیتے وہ میرا سہارا تھی وہ میری لاٹھی تھی میں نے اس وقت اپنے دل میں اس کے لئے بے پناہ محبت محسوس کی۔

قلعے میں پہنچ کر میں نے درشہوار کو تلاش کیا مگر وہ یہاں موجود نہ تھی چنانچہ میں اپنے بستر پر دراز ہو کر درشہوار کا انتظار کرنے لگا عموماً وہ کچھ دیر کے لئے چلی جاتی تھی اکبر اور ثمینہ دوسرے حصے میں تھے میرا دل چاہا کہ ایک بار پھر روح الماس کو طلب کرنے کا عمل شروع کروں میں اس خیال سے اٹھا اور دوبارہ جائے نماز پر بیٹھ کر وہی عمل پڑھنے لگا لیکن چوتھی بار بھی مجھے مایوسی ہوئی جب کوئی صورت نہ بنی تو میں نے خود کو بہلانے کی خاطر اٹھ کر ٹہلنے لگا ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں لاتعداد وسوسے پیدا ہو رہے تھے نہ جانے کیا ہونے والا تھا؟

ایسی مایوسی مجھے پہلے تو کبھی نہ ہوئی تھی۔

میں اپنے خیال میں محو تھا کہ قدموں کی آہٹ سن کر میرا شیرازہ خیال منتشر ہو گیا میں نے گھوم کر دیکھا اکبر میری طرف آ رہا تھا میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی میں اکبر کو اپنی پریشانیوں میں شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اس غریب نے میری خاطر پہلے ہی بہت دکھ جھیلے تھے اکبر میرے قریب آ کر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر بولا۔

شاہد میاں میں اس وقت تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ تمہیں ناگوار نہ ہو۔

کہو اکبر۔ یہ کیسی اجنبیت کی باتیں کر رہے ہو مجھے تمہاری کسی بات سے تکلیف بھی ہو سکتی ہے۔؟

بات دراصل یہ ہے شاہد علی کہ میں اور ثمینہ اس وقت مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے اکبر نے مدھم لہجے میں کہا ہم کب تک اس

طرح زندگی گزارتے رہیں گے ہمیں شہر جا کر دوسرے لوگوں کی طرح گھر بنانا چاہیے لیکن ثمینہ اس بات پر رضامند نہیں ہو رہی ہے۔

اکبر نے کہا تم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے وہ بہت متاثر ہے وہ چاہتی ہے کہ ہمیشہ تمہاری خدمت کرتی رہے ایک بہن کی طرح تمہاری بہن کی طرح۔

ثمینہ کی فکر نہ کرو میرے دوست میں اسے سمجھا دوں گا میں نے اداسی سے کہا۔

ہر چند کہ اکبر اور ثمینہ کو جدا کرنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا لیکن میں اکبر کی خوشیوں کی راہ میں حائل بھی نہیں ہونا چاہتا تھا میری دلی آرزو بھی یہی تھی کہ اکبر اور ثمینہ اپنا گھر بنائیں خوش و خرم رہیں اس لئے جانے پر اصرار نہ کرے ثمینہ تھوڑی دیر تک تو اس بات پر بضد رہی کہ میں بھی اس کے ہمراہ چلوں لیکن جب میں نے اسے حالات کی اونچ نیچ

سمجھائی تو وہ خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن اکبر ثمینہ کو لے کر رخصت ہو گیا میں نے قلعے میں مقیم اجنہ کو ہدایت کی کہ وہ اکبر کو کسی محفوظ شہر تک پہنچا دیں اکبر اور ثمینہ کے جانے کے بعد میری طبیعت اداس ہو گئی قلعے کی ویرانی مجھے کاٹنے کو دوڑ رہی تھی گزشتہ رات میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کی ہر ہر بات دوبارہ مجھے بے چین کر رہی تھی سارا دن میں نے بے چینی کی حالت میں گزارا رات آئی تو میں نے ایک بار پھر روح الماس کو طلب کرنے کا عمل پڑھا مگر پھر مایوسی ہوئی ان پے در پے ناکامیوں نے مجھے نڈھال کر دیا ادھر ورشہوار کی غیر موجودگی بھی بے حد شاق گزر رہی تھی مجھے اس سے بہت ساری باتیں معلوم کرنی تھیں رشیدہ کے بارے مجھے بھی دریافت کرنا تھا الماس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آج پہنچنے والی ہے میں چاہتا تھا کہ رشیدہ اپنے باپ تک پہنچنے سے پہلے ایک اور

حادثے سے دوچار ہو جتنے دن گزر رہے تھے راشد حسین اور رشیدہ سے میری نفرت اور شدید ہوتی جارہی تھی میرا سینہ جل رہا تھا میں رشیدہ کو کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہ تھا میں اسے اذیت ناک حالات اور حادثات سے دوچار کر کے اپنی بہن کی روح کو سکون پہنچانے کا خواہش مند تھا معاً مجھے خیال ہوا کہ کیوں نہ میں موکل کو بلانے کا عمل پڑھوں اور موکلوں کے ذریعے رشیدہ کی سرکوبی کراؤں لیکن نہ جانے کیوں میں نے اس عمل سے گریز کیا میں خائف تھا کہ کہیں اس عمل میں بھی مجھے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے درشہوار سے مشورہ کرنے سے پہلے کوئی عمل مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا اگر مجھے علم ہوتا کہ درشہوار کی واپسی میں اتنی دیر لگے گی تو میں ثمینہ اور اکبر کو ایک دن کے لئے اور روک لیتا قلعے کے اجنہ بھی اکبر کو پہنچانے کے لئے اس کے ساتھ گئے تھے سارا قلعہ ویران تھا وہاں صرف میں تھا۔

نصف رات تک میں انہی کیفیتوں سے دو چار رہا پھر جب ذہن معطل ہونے لگا اور پلکیں نیند کی وجہ سے بوجھل ہونے لگیں تو میں اپنے بستر پر لیٹ گیا جلد ہی میری آنکھ لگ گئی اور اس وقت میں ہڑ بڑا کر اٹھا جب میں نے ایک آہٹ محسوس کی میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میرے قریب ایک عورت کھڑی ہے میں اندھیرے کی وجہ سے یہی سمجھا کہ وہ ورشبوار ہے لیکن جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک اجنبی عورت ہے ابھی میں اسے شناخت ہی کر رہا تھا کہ وہ کون ہے اور اتنی رات گئے اس ویرانے میں کیسے آگئی ہے عورت جو قدیم ہندو لباس میں تھی اس نے بڑی عقیدت سے ہاتھ جوڑ کر مجھے پر نام کیا پھر بڑی مترنم آواز میں مجھ سے بولی۔

چلئے سرکار۔ وہ آپ کو بلاتی ہیں یہ باندی اسی لئے آئی ہے۔

مگر تم کون ہو۔ اور مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟ میں نے تعجب سے

پوچھا۔

سرکار عورت ہاتھ جوڑ کر بولی میں انہی باندیوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے کل رات آپ کو راج کماری تک جانے سے روکا تھا ہمیں اس وقت آپ کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ آپ کون ہیں ہم نے آپ کو نہیں پہچانا تھا میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی چاہتی ہوں سرکار۔

میں عورت کا جواب سن کر سمجھ گیا کہ وہ مجھے اسی راج کماری کے پاس لے جانے کی متمنی ہے جس کو دیکھنے کی تمنا کئی بار میرے دل نے کی تھی میرا اشتیاق بڑھنے لگا میں باندی کا پیغام پا کر اپنی پریشانیوں کو یکسر فراموش کر بیٹھا مجھے یہ سن کر بھی تعجب ہوا کہ راج کماری کو میرا مرتبہ معلوم ہو چکا ہے باندی نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اب اسے میرے بارے میں معلوم ہو چکا ہے وہ مجھے پہچان گئی ہے میں نے یونہی اسے کریدنے کی غرض سے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں تم سے ناراض نہیں لیکن تمہاری راجکماری کا بلاوہ مجھے منظور نہیں کل انہوں نے مجھے واپس کیوں کرا دیا تھا۔

مجھ پر رحم کیجئے سرکار باندی آبدیدہ ہو کر بولی اگر آپ نے میرے ساتھ جانے سے انکار کیا اور میں مایوس ہو کر راج کماری کے پاس گئی تو وہ ہم سب باندیوں اور کنیزوں پر برہم ہوں گی وہ بہت اداس ہوں

گی انہیں آپ کے آنے کی اطلاع آپ کے جانے کے بعد ہوئی تھی لیکن تمہاری راج کماری کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں میں نے باندی کی پریشانی سے محظوظ ہوتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

یہاں شتابدیوں "صدیوں" سے کوئی نہیں آتا آپ ہی آئے تھے اور ہم نے آپ کا حلیہ راج کماری کو بتایا تھا تب ہی سے وہ آپ سے ملنے کی آرزومند ہیں اور انہوں نے مجھے بلانے کے لئے بھیجا ہے۔

یہ عجیب دلچسپ بات تھی یہ تو کوئی الف لیلیٰ داستان معلوم ہوتی تھی میرا اشتیاق روحوں کے اسرار جاننے اور راج کماری کو دیکھنے کے لئے بڑھ رہا تھا چنانچہ میں باندی کے ہمراہ ہو لیا آج میں نے نہ تو اپنے اوپر حصار کیا نہ ہی رفع شر کا وظیفہ کیا جب میں اس گوشے کی طرف گیا تو مجھے سخت حیرت ہوئی پہلے جہاں ویرانی اور اداسی تھی آج وہاں ہر سمت خوشیاں نظر آ رہی تھیں ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں طے کرتا ہوا آگے

بڑھا تو وہاں کا سماں دیکھ کر دنگ رہ گیا راہداری میں آج بھی دربان سپاہی باندیاں اور کنیزیوں کا اجتماع تھا لیکن آج نہ تو مجھے دیکھ کر ان کے چہروں پر ناگواری کے اثرات ابھرے نہ وہ سراسیمگی کی کیفیتوں سے دوچار ہوئیں اس کے برعکس وہ باوقار اجتماع مجھے دیکھ کر بڑے ادب سے راہداری میں دو رویہ کھڑا نظر آیا ایک طرف مرد تھے اور دوسری طرف کنیزیں اور باندیاں ان کے چہروں پر بے پناہ خوشیاں رقص کر رہی تھیں ان کی نگاہوں میں میرے لئے عقیدت تھی انہوں نے اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے تھال اٹھا رکھے تھے جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو دونوں طرف سے میرے اوپر پھولوں کی بارش شروع ہوگئی مجھے یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا راج کماری کا کمرہ میرے سامنے تھا میں تجسس وفخر اور تمکنت سے آگے قدم بڑھتا رہا جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو ایک حسین کنیز نے آگے بڑھ کر

پھولوں کا مہکتا ہوا ہار میرے گلے میں ڈالا اور مسکراتے ہوئے ادب سے بولی۔

اندر وہی ہیں سرکار، وہ صدیوں سے آپ کی راہ تک رہی ہیں۔

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ مسکراتی ہوئی پیچھے کی سمت بھاگی میں نے پلٹ کر دیکھا تو راہداری سنسان پڑی تھی غالباً وہاں ان کی موجودگی اب ضروری نہ تھی میں نے گھوم کر دروازے کو آہستہ سے اندر کی جانب دھکیلا اور اندر قدم رکھا ہی تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں غلطی سے کسی کے حجلہ عروسی میں چلا گیا ہوں پورا کمرہ سجا ہوا تھا سامنے مسہری پر کوئی عورت عروسی میں گھونگھٹ نکالے سمٹی سمٹائی دلہن بنی تھی پورا ماحول بھینی بھینی مست کر دینے والی خوشبوؤں سے معطر ہو رہا تھا مجھے یہ سب کچھ خواب کی باتیں لگ رہی تھیں۔

چند لمحے میں دروازے کے قریب کھڑا پھولوں کی سیج پر بیٹھی سرخ

گھڑی کو دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مسہری کے قریب جا کر رک گیا میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرنے پر قادر نہیں وہ عجیب کیف آگیں احساس تھا وہ ایک طلسم تھا مگر بہت خوبصورت سرخ لباس میں سمٹی ہوئی دلہن میری قریب جاتے ہی کچھ اور سمٹ گئی اسکا یہ انداز مجھے بہت دلکش لگا اس کے لباس سے پھوٹتی ہوئی تیز خوشبو میرے دل و دماغ پر نشہ طاری کررہی تھی اب میں اس کا چہرہ دیکھنے کے لیے مضطرب تھا میں نے کچھ توقف کے بعد اسے آہستہ سے مخاطب کیا۔

میں آگیا ہوں راج کماری۔ تم نے مجھے بلایا تھا۔

جواب میں راج کماری کا سر اور جھک گیا اس نے کوئی جواب نہیں دیا میں ہمت کر کے آگے بڑھا اور راج کماری کے سامنے مسہری پر آہستہ سے بیٹھ گیا اور اسے مخاطب کر کے بولا۔

راج کماری میں آگیا ہوں میں یہاں موجود ہوں تمہارے سامنے۔
اس بار بھی راج کماری نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے جواب نہ
دینے پر مجھے حیرت ہوئی اور ہاتھ بڑھا کر اس کا گھونگھٹ الٹ دیا
راج کماری کے حسن جہاں سوز کو دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں میں
نے دنیا میں لاکھوں حسین چہرے دیکھے تھے لیکن جو حسن اور معصومیت
راج کماری کے چہرے پر دیکھی اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں
اس کی مانگ میں بھری ہوئی افشاں اور چہرے پر پسینے کے جھلملاتے
ہوئے قطروں نے مجھے گنگ سا کر دیا میں دیر تک اس کے چہرے کو
دیکھتا رہا اور قادر مطلق کی صناعی کی داد دیتا رہا وہ کوئی معمولی چہرہ نہیں
تھا ایسا چہرہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا وہ تو کوئی حور تھی میں اس کے
بے مثال حسن میں کھو کر رہ گیا میں بھول گیا کہ میں کون ہوں مجھے بس
یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے راج کماری میری دلہن ہے ماحول نے

میرے دل و دماغ پر جادو کر دیا تھا میں نے ہاتھ بڑھا کر راج کماری کی ٹھوڑی پکڑی اور اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

آنکھیں کھولو جب تم نے خود مجھے بلایا ہے تو پھر شرم کیوں رہی ہو۔؟

راج کماری نے گھنیری پلکوں میں ارتعاش پیدا کیا وہ چھوئی موئی کی طرح اپنے وجود میں سمٹ جانے کی کوشش کر رہی تھی میرا اصرار شدید ہوا تو اس نے آنکھیں وا کر دیں میرے خدا! وہ کس قدر حسین اور نشیلی آنکھیں تھیں مجھے کہنے دیجئے میں ان آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا نہ جانے کتنے حسین لمحات خاموشی سے گزر گئے میں مبہوت سا راج کماری کو تکتا رہا جیسے مجھ پر سکتہ ہو گیا تھا پھر جب راج کماری کی مترنم آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو اس طلسم رنگین کا سحر ٹوٹا۔

یوں حیرت سے کیا دیکھ رہے ہو۔

قدرت کی صناعی پر محو حیرت ہو میں نے دبی آواز میں جواب دیا۔

یہ تم کہہ رہے ہو تم؟ راج کماری کے لہجے میں شدید حیرت تھی وہ مجھے سوالیہ نگاہوں سے یوں گھور رہی تھی جیسے اسے میری جواب سے دکھ پہنچا ہو میں اس کی حیرت کا سبب نہ جان سکا پہلو بدل کر بولا۔

راج کماری کیا میری بات سے تمہیں کوئی صدمہ پہنچا ہے۔

تم ہتم کتنے بدل گئے ہو راج کماری نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اس کی آواز میں بڑا درد تھا وہ سوگوار لہجے میں بولی۔

میں تو آج تک وہی ہوں صدیاں بیت گئیں دنیا بدل گئی لیکن میں وہی ہوں مگر تم راج کماری کی گھنیری پلکوں پر آنسو کے قطرے ابھرے تو میں تڑپ اٹھا بے اختیار اس کے حنائی ہاتھوں کو عالم وارفتگی میں تھام کر میں نے کہا۔

تمہیں مجھ سے شکایت ہے راج کماری آخر میرے کس اقدام نے تمہارے دل کو دکھ پہنچایا ہے مجھے بتاؤ کہ میں کیسے بدل گیا ہوں میں تو

وہی ہوں جو تھا اور جو ہوں۔

تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان بن رہے ہو۔

راج کماری ایک سرد آہ بھر کر بولی بھگوان کی شاید یہی مرضی تھی منش کا کیا دوش۔

راج کماری اپنے ماضی میں تھی ماضی جو بچھڑ گیا تھا جو بچھڑ جاتا ہے اس کا اشارہ کس طرف تھا؟ یہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں البتہ میں اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ راج کماری کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہے۔بہر اس موقع پر مجھے راج کماری کی دل شکنی منظور نہ تھی اس کے سوگوار چہرے نے مجھے مضطرب کر دیا تھا میں نے ان لمحوں کو طول دینے کے لئے کہا۔

میں راج کماری کیا تم مجھے پہلے سے جانتی ہو؟

جواب میں راج کماری نے مجھے غمناک نظروں سے دیکھا اس کی

آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے کچھ دیر تک وہ کسی مجسمے کی طرح خاموش اداس نظروں سے دیکھتی رہی پھر یک لخت جیسے اس پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہو وہ بے اختیار ہو کر مجھ سے لپٹ گئی اور رندھی ہوئی آواز میں بڑے کرب سے بولی۔

پردیپ کیا تم بھول گئے کیا تم اپنی داسی کو بالکل ہی بھول گئے کیا تم کو اپنی شیلا یاد نہ رہی تم نے تو وچن دیا تھا پردیپ کے ہم جنم جنم ساتھ رہیں گے پھر تم میرے ساتھ یہ ظلم کیوں کر رہے ہو۔؟

میں اس کی باتوں سے سخت متعجب تھا راج کماری شیلا مجھ سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی اس کے لمس نے مجھے کچھ نئے جذبوں سے روشناس کرایا اس کا جسم سرد تھا لیکن میں منتشر ہو گیا تھا میں سوچ رہا تھا کہ کاش یہ لمحے یونہی ساکت ہو جائیں اور میں تمام زندگی اسی طرح گزار دوں راج کماری میرے پہلو میں بیٹھی رہے مجھ پر نشہ طاری ہو

گیا تھا میں نے راج کماری کی باتوں کے جواب میں بے اختیار اسے خود سے اور قریب کر لیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ پھیرنے لگا میرے اس طرز عمل سے وہ اور مضطرب ہو گئی اور مجھ سے جدا ہو کر اس نے ڈبڈبائی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

پردیپ کیا تمہیں کچھ بھی یاد نہیں رہا میں نے تو تمہیں تلاش کرنے کے لئے آتما کا روپ دھار لیا۔

راج کماری میں نے اسے سمجھانا چاہا میرے سلسلے میں تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ میری صورت تمہارے پردیپ سے ملتی جلتی ہو لیکن میں وہ نہیں میرا نام شاہد علی ہے۔

نہیں نہیں نہیں راج کماری میرا جواب سن کر دیوانگی کی حالت میں بولی تم پردیپ ہو وہی پردیپ جس نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنا کہا تھا تمہیں یاد نہیں ہے میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں میں نے تمہیں

پہچان لیا ہے میری آتما نے تمہیں پہچانا ہے تم وہی ہو۔ بالکل وہی۔
میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ راج کماری کی باتوں کا کیا جواب دوں
میں خاموش رہا تو راج کماری نے کہا۔
بھگوان کے لئے پردیپ مجھے بتاؤ کہ تم اتنے دن کہاں رہے تم اتنے
کٹھور کیسے ہوگئے ہو پہلے تو تم ایسے نہ تھے اپنی شیلا کے کارن تو تم نے
ایک بار اپنے پتا سے راج پاٹ تک چھوڑ دینے کو کہا تھا پھر اب تمہیں
کیا ہو گیا ہے۔
راج کماری کی سسکیاں اور اس کی غزالی آنکھوں میں لرزتے ہوئے
آنسوؤں کے شبنمی قطرے مجھے روحانی کرب سے دوچار کررہے تھے
ایک لمحے کے لئے میرے دل میں خیال آیا کہ اس صحبت رنگین کے
لئے کیوں نہ میں پردیپ بن جاؤں لیکن میں اس کے لئے خود کو آمادہ
نہ کرسکا مجھے اپنی ہی تجویز پسند نہیں آئی میرا ذہن عجیب الجھن میں

گرفتار ہو کر رہ گیا تھا قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا راج کماری نے ایک جذباتی حرکت کی مسہری سے نیچے اتر کر اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے اور مجسم التجا بن گئی۔

پردیپ تمہاری داسی تمہارے چرن چھو کر بنتی کرتی ہے اسے اپنے سے دور نہ کرو نہیں تو میری آتما کو کبھی سکون نہیں ملے گا میں ہمیشہ یونہی تڑپتی رہوں گی۔

راج کماری میں تمہارے جذبات محسوس کر رہا ہوں مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں وہ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ پردیپ راج کماری نے درد بھرے لہجے میں مجھے مخاطب کیا اور بے ساختہ میرے سینے سے لپٹ کر رونے لگی روتے روتے اس نے کہا۔ تم نے اپنا حلیہ ضرور بدل لیا ہے تم خود بھی بدل گئے ہو لیکن میں تمہیں ہر رنگ میں پہچان سکتی ہو پردیپ بھگوان کے لئے کچھ یاد کرنے کی

کوشش کرو مجھے یوں پریشان نہ کرو اگر یہ مذاق ہے تو اس مذاق کو ختم کر دو اگر تم بدل گئے ہو تو میں تمہارے لئے ہر روپ اختیار کر سکتی ہوں۔

راج کماری جس وارفتگی کے عالم میں مجھ سے ہم آغوش ہوئی تھی اس نے میرے جسم میں چنگاریاں سی بھر دی تھیں میرا تنفس تیز ہو رہا تھا..........لیکن پھر معاً مجھے احساس ہوا کہ ایک حسین عورت کے قرب نے مجھے میرے مقام سے گرا دیا ہے میں ایک عظیم گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں میرے دل کے نہاں خانوں سے ایک گھٹی گھٹی مگر واضح آواز ابھری۔

سنبھلو شاہد علی۔ تمہارا یہ مقام نہیں اگر تمہارے قدم ڈگمگا گئے تو تمہاری عمر بھر کی عبادت اور ریاضت برباد ہو جائے گی تم تاریکی کے جزو بن جاؤ گے تاریکیاں جو پہلے ہی تمہارے تعاقب میں رواں ہیں۔

مجھے اچانک ہوش آ گیا میں نے راج کماری کو ایک جھٹکے سے علیحدہ کیا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا مجھے شدید طور پر شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا میں بے نیازی سے بولا۔

راج کماری۔ سنو میں تمہارا پردیپ نہیں بلکہ شاہد علی ہوں جسے دنیا چھوٹے میاں صاحب کے نام سے جانتی ہے تم نے مجھے بلایا تھا میں چلا آیا مگر اب میں جا رہا ہوں تمہارے سکون کے لئے خدا سے ضرور دعا کروں گا۔

راج کماری میرے اس اچانک ردِعمل پر ششدر رہ گئی محبت کے بعد اچانک بے نیازی کے اس اظہار نے اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری کر دی تھی چند ساعت تک وہ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر مسہری سے اتر کر میرے قریب آنے لگی میں پیچھے ہٹتے ہوئے بولا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں ایک اور شخص ہوں مجھے پہچاننے کی کوشش

کرو اور مجھ سے دور رہو۔

تم کسی بھی صورت میں ہو میرے پردیپ ہو تم مجھے اپنے سینے میں چھپا لو میں تم سے محبت کرتی ہوں میں اب سمجھ رہی ہوں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے شیلا کے لہجے میں التجا تھی۔

نہیں راج کماری یہ گناہ ہے میں نے خشک لہجے میں جواب دیا تو راج کماری ہاتھ جوڑ کر بولی۔

نہیں نہیں دیکھو میری طرف دیکھو میں شیلا ہوں تم مجھے پہچاننے کی کوشش کرو بھگوان کے لئے مجھ سے دور نہ رہو۔

راج کماری مجھ سے التجا کرتی رہی اس پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا وہ میری سمت بڑھی تو میں خوفزدہ ہو کر پلٹا اور واپسی کے راستوں پر دوڑنے لگا میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی ویران راہداری میں میرے

قدموں کی بازگشت میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی میں دوڑتا رہا دوڑتا رہا پھر اسی وقت رکا جب اپنے گوشے میں پہنچ گیا میں نے خود کو کسی نہ کسی طرح بستر پر گرا دیا راج کماری کو میں اپنے ذہن سے محو کر دینا چاہتا تھا مگر کامیاب نہ ہو سکا اس کا خیال میرے دل و دماغ پر مسلط ہو گیا تھا یہ سب کیا تھا یہ پردیپ کون تھا جس کی شکل مجھ سے اتنی ملتی تھی کہ راج کماری دھوکا کھا گئی میرے وہاں سے رخصت ہوتے وقت اس کی آنکھوں میں اداسیاں سمٹ آئی تھیں اس کی آنکھیں تر ہو رہی تھیں اس کی کشادہ بانہیں مجھے حسرت بھری نظروں سے تک رہی تھیں اس کے لہجے کا گداز ابھی تک میری سماعت پر طاری تھا اس کا روح پرور جمال کئی محرومیوں کی داستان بنا ہوا تھا میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی کا جذبہ ابھرا اور میں اس کے ساتھ اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے لگا مجھے یہ احساس شدت سے ستا رہا تھا کہ نہ جیسے میری

باتوں نے اس کے ستم زدہ دل اثر کیا ہو؟ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی مجھے اس کو نرمی اور محبت سے سمجھانا چاہئے تھا لیکن میں تو نامعلوم جذبوں کے ہاتھوں کھلونا بن گیا تھا میرے خدا مجھے معاف کر دے۔

میں راج کماری کی آتما کے متعلق سوچوں میں غرق تھا کہ قدموں کی آہٹ سن کر چونکا میں نے سہمی ہوئی نظروں سے آہٹ کی سمت دیکھا مجھے شبہ ہوا تھا کہ راج کماری میرا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہوگی لیکن جب میں نے درشہوار کو پہچانا تو مجھے قرار آ گیا درشہوار چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے قریب آئی میں اٹھ کر بیٹھ گیا خلاف معمول اس کے چہرے پر مغموم تاثرات محسوس کر کے مجھے خیال گزرا کہ کہیں درشی میرے اور راج کماری کے راز سے واقف تو نہیں ہو گئی؟ ایک ثانیئے کے لئے میں دم بخود رہ گیا پھر اس وسوسے پر قابو پا کر بولا۔

دری۔تم کہاں چلی گئی تھیں مجھے بتائے بغیر۔

مجھے افسوس ہے کہ جاتے وقت میں آپ سے کچھ نہ کہہ سکی لیکن میں جانے پر مجبور تھی درشہوار کا لہجہ مغموم تھا آپ اس وقت کسی عمل میں مصروف تھے جب مجھے جانا پڑا میرا ارادہ جلد آنے کا تھا مگر میں نہ آ سکی باوا جان کی طبیعت ناساز ہے میں انہی کی مزاج پرسی کے لئے گئی تھی۔

ابوالحسن کی طبیعت ناساز ہے کوئی زیادہ تشویش کی بات تو نہیں ہے مجھے سچ سچ بتاؤ دری معاملہ کیا ہے۔

بس اللہ ہی اپنا رحم کرے درشہوار نے اداس لہجے میں جواب دیا۔

خدا انہیں صحت دے کاش میں وہاں ہوتا مگر............درشہوار میری بات کاٹ کر بولی آپ فکرمند نہ ہوں اب پہلے سے انہیں افاقہ ہے۔

میں درشہوار کی دلجوئی کرتا رہا پھر میں نے اسے اکبر اور ثمینہ کے بارے میں بتایا اس کے بعد میں نے ان مایوسیوں کا ذکر چھیڑا جنہوں نے مجھے پریشان کر دیا تھا درشہوار سنجیدگی سے سب کچھ سنتی رہی میں اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن ابوالحسن کی علالت کی خبر سن کر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا ویسے مجھے امید تھی کہ درشہوار از خود مجھے بتائے گی کہ مجھے اپنے وظیفے میں پے در پے ناکامیاں کیوں ہو رہی ہیں میں نے سرسری طور پر اس سے اپنی الجھن کا تذکرہ کیا۔

یہ سب وقتی پریشانیاں ہیں خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

دری یقین کرو میرے ذہن میں مختلف وسوسے ابھر رہے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے اندر کا توانا شخص مر گیا ہے میں کمزور ہو گیا ہوں جیسے میں عنقریب کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہوں میں نے اپنی بات واضح کی تو درشہوار جلدی سے بولی۔

ایسا مت سوچیے۔ آپ کو خدا کی رحمتوں سے اتنی جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آپ کو آرام کی ضرورت ہے درشہوار نے نرمی سے کہا ذہن جب اس قدر منتشر ہو تو کسی طرف بھی ارتکاز مشکل ہو جاتا ہے میرا مشورہ ہے کہ آپ کچھ دنوں تک مکمل آرام کیجیے کسی عمل یا وظیفے کا ورد نہ کیجیے بس خدا سے لو لگائے رکھیے مجھے یقین ہے کہ بہت جلد آپ کو اطمینان قلب نصیب ہو گا۔

اطمینان قلب.......... یہ اس وقت تک ناممکن ہے دری! جب تک رشیدہ اس کے باپ اور اونکار ناتھ کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ ہو جائے میں نے کہا ویسے مجھے تمہاری شدید ضرورت ہے دری۔

دری ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے میں آپ کے لئے ہمہ وقت موجود ہوں

البتہ باوا جان کی علالت نے مجھے بھی پریشان کر دیا ہے اگر مجھے آپ کی الجھنوں کا خیال نہ ہوتا تو میں باوا جان کو چھوڑ کر واپس نہ آتی۔

درشہوار کی زبانی دوبارہ ابوالحسن کی علالت کا تذکرہ سن کر میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس وقت مجھے درشہوار کو پریشان نہیں کرنا چاہیے میں نے کہا۔

تم درست کہہ رہی ہو دری۔ تمہیں اس وقت ابوالحسن کے پاس ہونا چاہیے انہیں واقعی تمہاری ضرورت ہوگی۔

باوا جان مجھ سے ناراض ہیں لیکن میرا فرض ہے کہ اس حالت میں ان کی خدمت کروں درشہوار مضمحل آواز میں بولی وہ مجھے بے حد اداس نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسے یہی مشورہ دیا کہ واپس ابوالحسن کے پاس جائے اور ان کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے درشہوار خاصی دیر

میرے ساتھ ابوالحسن کی بیماری کی باتیں کرتی رہی پھر بولی۔

میں کبھی نہ جاتی لیکن میرا وہاں جانا ضروری ہے یہ میرا فرض بھی تو ہے لیکن جاتے جاتے آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔

کہو دری کہو۔ میں تمہاری کسی بات کو کیسے نظر انداز کرسکتا ہوں؟

مجھے یقین تھا کہ آپ ایسا ہی کریں گے درشہوار نے ایک پھیکی مسکراہٹ اپنے اداس چہرے پر بکھیرتے ہوئے کہا۔

دیکھیئے آپ کو مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں آپ اس قلعے سے باہر نہیں جائیں گے ہوسکتا ہے مجھے باوا جان کے پاس دو چار دن سے بھی زیادہ لگ جائیں۔

درشہوار کی بات مجھے کچھ عجیب سی محسوس ہوئی میں نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور پوچھنے لگا۔

دری کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گی کہ مجھے قلعہ بند ہو کر بیٹھنے کا مشورہ کیوں

دے رہی ہو؟

باوا جان کی بیماری نے مجھے پریشان کر دیا ہے میں ڈرتی ہوں کہ کہیں میری غیر موجودگی خدانخواستہ آپ بھی کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں حالات نے مجھے کچھ بزدل بنا دیا ہے نہ جانے کیوں میں سہم کر رہ گئی ہوں درشہوار نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

اس کی بات میری سمجھ میں نہ آسکی تاہم جب اس نے پیہم اصرار کیا تو میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ جب تک وہ واپس نہیں آ جائے گی میں قلعے سے باہر نہیں جاؤں گا اور ایسی حالت میں جب کہ وہ ابوالحسن کی بیماری کے باعث پہلے ہی پریشان تھی میں اس کے مشورے پر بحث کر کے یا اس کی بات رد کر کے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا غرضیکہ درشہوار مجھ سے وعدہ لے کر مطمئن ہو گئی اور کچھ دیر بعد رخصت ہو گئی میں اس کے جانے کے بعد دوبارہ اپنے بستر پر آ کر

لیٹ گیا ذہن تھکا ہوا تھا اس لئے جلد ہی مجھے نیند آ گئی۔

درشہوار کے جانے کے بعد دو روز تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جسے لکھا جائے۔

تیسرے روز عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں اٹھ کر ٹہلنے لگا مجھے گھٹن اور حبس سا محسوس ہو رہا تھا ابھی مجھے ٹہلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر سے کسی عورت کے رونے اور کراہنے کی آواز آئی اور قلعے کی شکستہ در و بام میں ارتعاش سا ہوا دوسری بار جب وہی آواز پھر ابھری تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی عورت شدید کرب کی حالت میں مبتلا ہے اتنی رات گئے وہاں کسی عورت کی آواز سن کر مجھے تعجب ہوا نہ جانے وہ غریب کس مصیبت سے دوچار تھی میرے قدم تیزی سے قلعے کے بیرونی دروازے کی سمت اٹھ گئے لیکن میں دروازے پر پہنچ کر رک گیا مجھے درشہوار سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا میں

واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ پھر وہی نسوانی آواز ابھری اس بار وہ کراہنے کے بجائے بڑی اذیت ناک آواز میں حلق پھاڑ کر چلائی تھی پھر اس کی آواز یک لخت گھٹ سی گئی جیسے کسی نے اس کا منہ بند کر دیا ہو میں صبر نہ کر سکا اور بے اختیار قلعے سے باہر آ گیا میرے ضمیر کی آواز نے در شہوار سے کئے ہوئے وعدے پر سبقت پالی تھی میں نے یہی سوچا کہ کسی مظلوم عورت کو دیدہ دانستہ ناگفتہ بہ حالات کے سپرد کر دینا اور اس کی مدد نہ کرنا بھی ایک عظیم گناہ ہے۔

قلعے سے باہر نکل کر میں تاریکی میں جانے پہچانے راستے پر دوڑتا ہوا اس سمت گیا جہاں سے عورت کی آواز سنائی دی تھی لیکن وہاں مجھے کچھ نظر نہ آیا میں نے ایک دو بار اونچی آواز میں کہا کون ہے۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا غالبا عورت پر ظلم کرنے والے نے میرے بھاگتے ہوئے قدموں کی آہٹ پا کر کسی ٹیلے کھنڈر یا درخت کی آڑ لے لی تھی مجھے

ہول آنے لگا میں ہر قیمت پر اس مظلوم عورت کو نادیدہ شیطان کے چنگل سے نجات دلانا چاہتا تھا چنانچہ میں نے ایک بار پھر اونچی آواز میں کہا یہاں جو کوئی موجود ہے سامنے آ جائے۔

ایک لمحے تک قریب وجوار میں مکمل سکوت رہا پھر وہی نسوانی آواز قدرے دور دریا کی سمت سے ابھری اور فوراً گھٹ کر رہ گئی

..........شاید کوئی ظالم اس عورت کو مشق ستم بنانے کے درپے تھا میں تیزی سے آواز کی سمت دوڑنے لگا دریا کے قریب درختوں کی بہتات تھی اور مجھے یقین تھا کہ عورت انہیں میں کسی درخت کی آڑ میں ظلم کا شکار ہو رہی ہے میں نے کچھ سوچ کر پھر سخت آواز میں کہا۔

نابکار میں تجھے دیکھ چکا ہوں اب چھپنا بے سود ہے سامنے آ جا..........

میں اپنا جملہ مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ اچانک ایک عورت درخت کی آڑ

سے بچاؤ بچاؤ چلاتی ہوئی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی میری طرف آئی اور بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی قبل اس کے کہ میں اس عورت سے کچھ دریافت کرتا درختوں کے عقب سے ایک اور انسانی سایہ ابھر کر تیزی سے میری طرف آیا وہ ایک لانبے قد کا شخص تھا جسم گٹھا ہوا تھا چہرے پر کرختگی کے تاثرات موجود تھے قریب آتے ہی وہ مجھ سے انتہائی بے ہودہ انداز میں بولا۔

تم کون ہوتے ہو ہمارے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے۔؟

بد بخت عورت پر ہاتھ اٹھاتے تجھے شرم نہیں آتی تو کیسا مرد ہے میں نے طیش کی حالت میں جواب دیا اور عورت کو اپنے پیچھے کر لیا۔

اپنا راستہ ناپو بڑے میاں نو وارد نے میری داڑھی کی وجہ سے اندھیرے میں میری عمر کا غلط اندازہ لگاتے ہوئے کہا کیوں خواہ مخواہ میرے ہاتھوں اپنی مٹی پلید کرانا چاہتے ہو۔

زبان دراز لفنگے ٹھہر جا۔ میں ابھی تجھے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں میں غصے سے کانپتا ہوا آگے بڑھا تو نووارد میرے مقابلے پر آنے کے بجائے دو قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

کہیں آپ شاہد علی تو نہیں جو چھوٹے میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں اگر آپ وہی ہیں تو پھر میں آپ کے ساتھ کوئی نازیبا سلوک نہیں کر سکتا۔

مجھے نووارد کی زبان سے اپنا نام سن کر تعجب ہوا میں نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

مردود تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا؟

تو کیا آپ ہی میاں صاحب ہیں؟ نووارد کے لہجے میں عقیدت تھی۔

ہاں لیکن تو کون ہے اور اس عورت کو کیوں پریشان کر رہا ہے۔

اچانک نووارد نے قہقہہ بلند کیا پھر سنجیدگی اختیار کر کہا بڑی مچھلی کو

پھانسنے کے لئے اکثر چھوٹی مچھلی کو کانٹے میں لگانا پڑتا ہے۔ ہمیں تیری ہی تلاش تھی۔

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا نو وارد نے ایک سیٹی کی سی آواز حلق سے نکالی اور اچانک چھ سات آدمی درختوں کی آڑ سے نکل کر میرے سامنے آ گئے میرے لئے یہ سمجھ لینا دشوار نہ تھا کہ عورت کو مجھے پھانسنے کے لئے بطور چارہ استعمال کیا گیا تھا میں اس وقت سات آٹھ آدمیوں کے نرغے میں گھرا کھڑا تھا میری جگہ کوئی اور ہوتا تو ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتا لیکن میں نے ہزاروں دلوں پر حکومت کر رکھی تھی ہزارہا عقیدت مند میرے آگے پیچھے ہاتھ باندھے پھرا کرتے تھے اور میری ایک نظر التفات کے متمنی رہتے تھے چنانچہ میں نے بلا کسی خوف وخطر کے ڈپٹ کر کہا۔

مجھ سے دور رہنا، کسی گھمنڈ میں مت رہنا سمجھ لو میں تنہا تم سب پر

بھاری ہوں۔

پکڑلو اسے۔

میرے بائیں جانب کھڑے ہوئے شخص نے کرخت آواز میں کہا دوسرے ہی لمحے تمام افراد مجھ پر ٹوٹ پڑے میں نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن بے سود سات ہٹے کٹے آدمیوں نے مجھے پہلے ہی بے بس کر دیا تھا اور پھر میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی میں نے خود کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن اس بے ہوشی سے چھٹکارا نہ پا سکا جو میرے ذہن پر بڑی تیزی سے غالب ہو رہی تھی مجھے بس اتنا یاد ہے کہ اس بے ہوشی کی وجہ وہ رومال تھا جو میری ناک پر رکھا گیا تھا اور اس میں سے پھوٹنے والی تیز مہک نے مجھ پر غنودگی طاری کر دی تھی۔

میرا خیال ہے میری بے ہوشی کی کیفیت خاصی طویل رہی جب

میرے ذہن پر طاری دھند چھٹی اور غنودگی کی کیفیت بتدریج زائل ہوئی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی سخت فرش پر بے سدھ پڑا ہوں میری آنکھیں بند تھیں لیکن ذہن آہستہ آہستہ جاگ رہا تھا میرے کانوں میں مدھم مدھم آوازیں آ رہی تھیں پھر رفتہ رفتہ یہ آوازیں صاف ہونے لگیں۔

اس کی چنتا مت کرو ماتھر جی میں نے ہر چیز کا بندوبست پہلے ہی سے کر دیا یہ اونکار ناتھ کی آواز تھی۔

مجھے اپنے دماغ میں سنسناہٹ پیدا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی لیکن یہ وقت طیش وجلال کے بجائے صبرو ضبط کا تھا مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں ساری باتیں اب سامنے تھیں میں سمجھ گیا کہ اونکار ناتھ نے مجھے ماتھر کے آدمیوں کے ذریعے دھوکے سے پکڑوایا ہے یقیناً وہ سب کچھ سوچی سمجھی اسکیم کے

تحت ہوا تھا عورت کی آواز مجھے قلعے سے باہر نکالنے کی خاطر تھی شاید اسی لئے درشہوار، ابوالحسن کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر محض مجھ سے یہ وعدہ لینے آئی تھی کہ میں اس کی واپسی تک قلعے کی حدود سے قدم باہر نہ نکالوں گا تو کیا درشہوار کو اس پیش آنے والے خطرے کا علم پہلے سے تھا؟ میں اگر درشہوار کی پس پردہ مصلحت جانتا ہوتا تو اس مصیبت سے کبھی دو چار نہ ہوتا ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ماتھر کی آواز آئی۔ مہاراج مجھے صرف اس بات کا خدشہ ہے کہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو اس کی گرفتاری کا علم ہو گیا تو شہر میں بلوا ہو جائے گا فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھ جائے گی صورت حال سنگین نوعیت اختیار کر سکتی ہے۔ تم اونکار ناتھ کو نہیں سمجھے ماتھر جی۔ اونکار ناتھ کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا میں ایک پجاری پنڈت ہونے کے علاوہ بھی اور کچھ ہوں میں نے سادہ لباس والوں کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ اس رنگے سیار کو بکتر بند گاڑی

میں لایا جائے اور ایسا ہی ہوا تم بیاکل مت ہو ماتھر جی میرے ہوتے ہوئے تمہارے اوپر کوئی پریشانی نہیں آئے گی مجھ پر بھروسا کرو۔

مہاراج! میرا کہا مانو تو اسے بیدار ہونے سے پیشتر ہی ختم کر دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شیطان جاگنے کے بعد کوئی نیا فتنہ کھڑا کر دے۔ اس بار ماتھر کے بجائے بیرسٹر راشد حسین کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

بے وقوف کیسی باتیں کر رہا ہے اونکار ناتھ نے درشت لہجے میں جواب دیا تو ابھی تک نہیں سمجھا کہ تو کس کی پناہ میں ہے میرا نام اونکار ناتھ ہے مت بھول کہ تو ابھی زندہ ہے میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اسے مجبور و بے بس کر دیا ہے پرنتو ایک بات کا سختی سے دھیان رکھنا تیری بیٹی ثمینہ کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی ہمارے جال میں پھنس چکا ہے۔

اسے اتنا ہوش کہاں ہے مہاراج راشد حسین بھرائی ہوئی آواز مگر غصے

بولا وہ تو اس مردود اکبر کے غم میں رو رو کر پاگل ہوئی جا رہی ہے خدا جانے اس کمبخت نے میری معصوم بچی پر کیا جادو کر دیا ہے کہ وہ ہر وقت بس اس کا اور اپنے قلاش شوہر کا کلمہ پڑھتی ہے۔

گھبراؤ نہیں راشد حسین سب ٹھیک ہو جائے گا اکبر کی موت کے بعد پریم کی اگنی زیادہ دنوں نہیں چل سکتی۔

میرا ذہن ماؤف ہو رہا تھا اکبر اور ثمینہ کی بابت یہ جان کر کہ وہ بھی میری طرح مصیبت کا شکار ہیں میرے رگ و پے میں بجلیاں کوند گئیں میں اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں رکھتا تھا میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا میں نے سوچا کہ خواہ حالات کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ثابت ہوں مجھے اب ہوش میں آ کر کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے ٹھیک اسی وقت ایس پی ماتھر کہہ رہا تھا۔

مہاراج میں نے آپ کی آگیا سے ابھی تک اکبر حسین کو اپنی خفیہ

قید میں رکھا ہے اس کے علاوہ اس کا پتا معلوم کرنے کے لئے مجھے اس پر سختیاں بھی کرنی پڑی ہیں لیکن یہ سب غیر قانونی ہے مہاراج اگر بڑے افسروں کو اس کی خبر مل گئی تو۔

ان باتوں کی چنتا مت کرو ماتھر جی میں نے جیسا وچار کیا ہے ویسا ہی ہوگا میری شکتی کے بیر اس پاپی کو کچل کر نرکھ میں جھونک دیں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی ہاں جب تک سارے کام پورے نہ ہو جائیں ثمینہ کو کڑی نگرانی میں رکھنا ہوگا۔

اکبر کے سلسلے میں اونکار ناتھ کے ناپاک ارادے کا علم ہو جانے کے بعد صبر کا دامن میرے ہاتھوں سے چھوٹ گیا میں نے آنکھیں کھول دیں اس وقت میں اونکار ناتھ ایس پی ماتھر اور بیرسٹر راشد حسین کے درمیان فرش پر چیت پڑا ہوا تھا غصے کے مارے میرا برا حال ہو رہا تھا میں تمام احتیاطی تدابیر فراموش کر کے طیش کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا

سب سے پہلے ایس پی ماتھر کی نگاہ مجھ پر پڑی وہ بڑی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا یہی کیفیت بیرسٹر راشد حسین کی بھی ہوئی لیکن اونکار ناتھ وہ بد ستور میرے روبرو سینہ تانے کھڑا تھا اس کی خوف ناک اور سرخ سرخ آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں مجھے اٹھتا دیکھ کر اس کے چہرے پر نفرت کے تاثرات پیدا ہو چکے تھے میں نے ماحول کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اونکار ناتھ کے چہرے پر بڑی حقارت سے ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔

اونکار ناتھ تم سے کچھ نہ ہو سکا تو تم نے یہ گھٹیا حرکت کی میں سمجھتا ہوں تم اس میں کامیاب ضرور ہو گئے مگر تمہیں شرم ضرور آ رہی ہو گی اگر تمہارے اندر ذرا بھی غیرت ہوتی تو خود میرے سامنے آتے۔

سچ کہا تم نے شاہد میاں۔ اونکار ناتھ زہر خند سے بولا مجھ سے بڑی بھول ہوئی جو میں یہ سمجھ بیٹھا کہ آپ جیسا مہمان بزرگ ایک عورت

کے چکر میں آ جائے گا۔

تم بہت اوچھی باتیں کر رہے ہو جو تمہیں زیب نہیں دیتیں تم ایک عالم بھی ہو یہ بات میں تمہیں یاد دلاتا ہوں میں نے بدستور غصیلی آواز میں کہا رہا مقابلے کا سوال تو میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں جب جی میں آئے خود کو آزما کر دیکھ لو۔

کہاں مہاراج۔ اونکار ناتھ نے سہما ہوا لہجہ بنا کر جواب دیا اب میں اتنا مورکھ بھی نہیں جو آپ جیسی بلند ہستی سے مقابلہ کر کے اپنا کریا کرم کراؤں گا میں تو آپ کا چیلا ہوں مہاراج اگر مجھ سے کوئی بھول ہوئی ہو تو مجھے شما کر دیجئے۔

یہ محسوس کر کے ایک بانکار پنڈت میری بے بسی کا مذاق اڑا رہا ہے اور سفلے پن پر اتر آیا ہے میں بری طرح تلملا اٹھا اور گرجدار آواز میں بولا۔

پنڈت اپنے دماغ سے یہ بات نکال دو کہ تم اپنے اس کھیل میں
کامیاب ہو جاؤ گے کیا تمہیں یاد نہیں کہ تم کتنے دنوں چار پائی
پر پڑے رہے ہو کیا تم یہ بھی بھول گئے کہ میرے موکلوں نے تمہاری
زندگی حرام کر دی تھی تم خود کو سمجھو اونکار ناتھ خود کو پہچانو اسی میں تمہاری
بہتری ہے۔

شاہد علی ۔اونکار ناتھ کے بجائے ایس پی ماتھر نے غراتے ہوئے کہا
میں تمہارا بہت لحاظ کرتا ہوں لیکن اب اگر تم نے مہاراج کی شان میں
کچھ کہا تو۔

تم درمیان میں مت بولو ماتھر جی۔اونکار ناتھ نے ہاتھ اٹھا کر ماتھر کا
جملہ کاٹتے ہوئے کہا پھر بگڑے ہوئے تیور سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔
مسلے تو نے میرا ایمان کیا ہے میرا مذاق اڑایا ہے تجھے بتاؤں گا کہ میں
کیا ہوں میں تجھے ہاتھ باندھ کر معافی مانگنے پر مجبور کر دوں گا تو میرا

نام اونکار ناتھ نہیں۔

میں اور تجھ جیسے بے دین کے آگے ہاتھ باندھوں گا حد سے مت گزر میں نے تلخ لہجے میں کہا میں بت فروش نہیں، بت شکن ہوں پنڈت میرے ساتھ میری پوری تاریخ ہے۔

میں تمہیں گولی ماردوں گا ایس پی ماتھر نے گرج کر کہا لیکن وہ ابھی تک مجھ سے دور دور ہی تھا مجھے اس کے چہرے پر غصے اور بوکھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے میں نے ماتھر سے کچھ کہنے کا ارادہ کیا لیکن اونکار ناتھ بول پڑا۔

تو شاہد علی اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو تم میرے اور میرے متروں کے چرن چھو کر شما کی بھکشا مانگو تمہاری مکتی کا کیونکہ یہی ایک طریقہ ہے پرنتو اگر تم نے اکڑفوں سے کام لیا تو پھر تمہیں سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔

کمینے تیری یہ مجال۔ میں آپے سے باہر ہو کر اونکار ناتھ کی طرف جھپٹا میرا ارادہ تھا کہ آج اس نابکار پنڈت کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لوں گا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کچھ غیر مرئی قوتوں نے مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہو میں اس اچانک افتاد سے بوکھلا گیا میں نے خود کو ان شیطانی قوتوں سے آزاد کرانے کی خاطر بہتر ہاتھ پاؤں مارے لیکن میری ایک نہ چلی میں نے جلدی سے دو چار آزمودہ وظائف کا سہارا بھی لیا مگر وہ بھی بے سود ثابت ہوئے میں جن غیر مرئی قوتوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا انہوں نے مجھے بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔

مجھے اپنا سانس اپنے سینے میں گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس وقت مجھے اپنے مرتبے کا خیال آیا اور ایک مردود شخص کے مقابلے میں اپنی ناکامی کا احساس ہوا تو میری آنکھیں بھر آئیں ایس پی ماتھر اور بیرسٹر

راشد حسین مجھے اونکار ناتھ پر جھپٹتا دیکھ کر پہلے تو چونکے تھے لیکن اب میری مضحکہ خیز کیفیتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اونکار ناتھ جس کا داؤ میرے اوپر چل چکا تھا بڑی تضحیک آمیز سنجیدگی سے مجھے مخاطب کر کے بولا۔

کیا ہوا میاں صاحب جی آپ رک گئے مگر کیوں؟ کیا آپ کو میرے اوپر دیا آ گئی۔؟

میں نے یک بار پھر اپنی تمام قوتوں کو جمع کر کے خود کو آزاد کرانا چاہا مگر محض تڑپ کر رہ گیا بولنے کی کوشش کی تو مجھے محسوس ہوا جیسے میری قوت گویائی بھی سلب ہو کر رہ گئی ہے اونکار ناتھ نے کہا۔

کچھ تو بولئے میاں صاحب ایسی بھی کیا ناراضگی۔

میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا کچھ کرنے یا کہنے کا یارا کہاں تھا میں بے بس کھڑا اسنتا رہا اونکار ناتھ بڑی دیر تک میری بے بسی پر قہقہے لگاتا رہا پھر

اس نے ماتھر کو مخاطب کر کے کہا۔

ماتھر جی تم نے دیکھا کہ کیا سے کیا ہو گیا اب میں نے اسے کیسا کاٹھ کا الو بنا دیا ہے اب یہ بالکل لاچار ہے بنا میری آگیا کے ایک حرکت بھی نہیں کر سکتا۔

مہاراج راشد حسین نے مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے اونکار ناتھ سے کہا کیا آپ ثمینہ کی دیوانگی کا کوئی علاج نہیں کر سکتے اگر اس کی یہی کیفیت رہی تو وہ مر جائے گی مہاراج۔

سب ٹھیک ہو جائے گا راشد حسین! پرنتو پہلے مجھے اس میاں جی کا بندوبست کر لینے دو اونکار ناتھ نے کہا پھر وہ دوبارہ ایس پی ماتھر سے مخاطب ہوا اب یہ تمہارا شکار ہے اسے حوالات بھیج دو اس پر زنا کاری کا الزام ثابت کرنے کے لئے وہ عورت بڑے کام کی ثابت ہو گی جس نے اسے پکڑانے میں حصہ لیا تھا۔

جو حکم مہاراج ماتھر نے رک رک کر جملہ پورا کیا اونکار ناتھ سے وہ بہت زیادہ مرعوب نظر آتا تھا۔

میں سب کچھ دیکھ رہا تھا سن رہا تھا محسوس کر رہا تھا لیکن میرے اندر کی تمام متحرک قوتوں کو جیسے زنگ لگ گیا تھا میں کوئی جوابی کارروائی کرنے سے لاچار تھا ماتھر اونکار ناتھ کا اشارہ پا کر کمرے سے باہر چلا گیا چند لمحوں بعد واپس ہوا تو اس کے ساتھ چار سادہ لباس والے بھی تھے ماتھر ایک شخص کو جو سب سے آگے تھا اور جس کی نگاہوں سے کینہ توزی جھلک رہی تھی مخاطب کر کے بولا۔

شرما جی تم اسے اپنی نگرانی میں لے جا کر حوالات میں بند کرا دو عورت کا بیان اور ڈاکٹری معائنے کی رپورٹ صبح تک تیار کرا لی جائے گی۔

بہتر ہے سر۔ شرما نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

تھانے کے انچارج کو سختی سے ہدایت کر دینا کہ جب تک میں اجازت

نہ دوں کسی شخص کو اس سے نہ ملنے دیا جائے اور اسے علیحدہ حوالات
میں رکھا جائے دوسری بات یہ کہ تم اسے حوالات تک لے جانے کے
لئے قیدیوں والی پولیس وین استعمال کرو گے اپنے ساتھ اگر چاہو تو دو
چار اور مسلح سپاہیوں کو لے لو مگر یہ سارا کام بڑی راز داری سے ہونا
چاہئے جب تک کاغذات تیار نہ ہو جائیں کسی کو اس بھنک بھی نہیں ملنی
چاہئے۔
میں سمجھ رہا ہوں سر۔ شرما نے سنجیدگی سے کہا۔
شرما کے اشارے پر اس کے بقیہ تین ساتھیوں نے آگے بڑھ کر مجھے
گھیر لیا پھر ایک سادہ لباس والے نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں
ڈال دیں میں اف بھی نہ کر سکا اونکا ناتھ بدستور سینہ تانے کھڑا سب
کچھ دیکھ رہا تھا جب سادہ لباس والے مجھے لے جانے لگے تو اس نے
مجھے مخاطب کر کے کہا۔

شاہد علی کیا اب تمہیں اندازہ ہوا کہ تم نے میرے بارے میں کتنے غلط اندازے قائم کئے تھے؟ تم نے بڑی حماقت کی۔

میں نے جواب دینا چاہا لیکن الفاظ جیسے میرے حلق میں پھنس کر رہ گئے میرے اوپر اب تک کچھ غیر مرئی شیطانی قوتوں کا تسلط تھا میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی مفقود ہو چکی تھیں میں خاموشی سے سادہ لباس والوں کے ساتھ باہر نکلا اور راہداری سے گزرتا ہوا باہر آ گیا جہاں پولیس کے بہت سارے مسلح جوان موجود تھے ماتھر کے دروازے سے قیدیوں والی گاڑی تک لے جانے کے لئے میرے جسم کے اوپری حصے پر ایک سیاہ کپڑا ڈال دیا گیا تاکہ باہر کا کوئی شخص میری ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکے اسکے بعد مجھے پولیس وین میں پچھلی سمت بٹھا کر باہر سے دروازہ مقفل کر دیا گیا چند لمحوں بعد وین حرکت میں آ گئی میں اب حوالات کی سمت جا رہا تھا سیاہ کپڑے کی وجہ سے

مجھے شدید گھٹن ہو رہی تھی میں باہر کی کسی چیز کو دیکھنے سے قاصر تھا مجھے ان راستوں کا بھی علم نہ ہو سکا جن پر وین چل رہی تھی۔

تھانے پہنچ کر مجھے ایس پی ماتھر کی ہدایت کے مطابق ایک علیحدہ حوالات میں بند کر دیا گیا اور ایک سنگین بردار سپاہی کو دروازے پر تعینات کر دیا گیا شرما نے جاتے وقت تھانے کے ڈیوٹی آفیسر کو بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ اس حوالات کی طرف کسی سپاہی کو بھی جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

رات گئے تک میں جاگتا رہا حوالات کی سخت زمین پر بیٹھے بیٹھے میری کمر دکھنے لگی تھی اس لئے میں تھک کر فرش پر لیٹ گیا گہری تاریکی کے سبب مجھے الجھن ہونے لگی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر کب میری آنکھ لگی مجھے کچھ پتا نہ چل سکا دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی جب کوئی میرا بازو تھامے مجھے آہستہ آہستہ ہلا رہا تھا میں نے ہڑبڑا کر

آنکھیں کھولیں تو دم بخود رہ گیا مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے حوالات میں میرے قریب اس وقت ہی راج کماری شیلا سوگوار بیٹھی تھی جسے میں نے قلعے کے ویران گوشے میں دیکھا تھا میں آنکھیں پھاڑے راج کماری کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے یاقوتی لبوں کو جنبش ہوئی اور اس کی مترنم مگر مغموم آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی۔

پردیپ صرف تمہارے کارن آج صدیوں بعد میں قلعے کے ویران گوشے سے نکل کر یہاں تک آئی ہوں تمہارے اوپر جو بپتا پڑی ہے اس کی خبر سن کر میں بیاکل ہوگئی میں تمہاری سہائتا کرنے یہاں آئی ہوں پردیپ۔

شیلا کے لہجے میں پیار کی کسک موجود تھی اس کی آنکھوں میں محبت کے سینکڑوں دیپ روشن نظر آرہے تھے اس کا ہوش ربا جمال قید خانے میں بھی میرے دل کو گرما رہا تھا لیکن میں بولنے سے قاصر تھا۔

تم چپ کیوں ہو پردیپ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں سمجھ گئی ہوں کہ تم نے دوسرا جنم لیا ہے اور پہلے جنم کی تمام باتیں اور اپنی شیلا کو بھی بھول گئے ہو۔؟

میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی میں راج کماری کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا میری نظریں اس کے معصوم چہرے پر جمی رہیں شیلا نے مجھ سے جواب نہ پا کر ایک سرد آہ بھری اور کہا۔

میرے بھاگ میں یہی لکھا تھا پردیپ میں اب نراش ہو چکی ہوں میری آتما کتنی بے چین رہی ہے تم کیا جانو تم نہیں جان سکتے پردیپ تم نے تو سب کچھ بھلا دیا سب کچھ۔

چند ثانیئے تک حوالات میں سناٹا طاری رہا پھر شیلا بولی۔

پردیپ اب تمہیں دوش دینے سے کیا حاصل بھگوان نے یہ ستم کیا ہے مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کروں تم اب بھی میرے لئے

پردیپ ہو، یہ بھاگ کا پھیر ہے پر میں ابھی تک تمہیں اپنا دیوتا بنائے
تمہاری پوجا کر رہی ہوں مجھے معلوم ہے کہ تم یہاں سے نکلتے ہی پھر
مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش کروگے لیکن تم میرے ہو میں اور انتظار
کروں گی بتاؤ اپنی داسی سے تم کیا کام لینا چاہتے ہو۔
شیلا اتنا کہہ کر رونے لگی تو میں بھی رونے لگا اس کی پلکوں کی اوٹ
سے ابھرنے والے آنسو جو اس کے گالوں سے ڈھلک کر اس
کے دامن میں جذب ہو رہے تھے میری بے بسی کے لئے تازیانہ
ثابت ہو رہے تھے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس وقت ہر احتیاط
سے منہ موڑ کر شیلا کی زلفوں میں خود کو چھپا لیتا اسکے آنسوؤں کو یوں نہ
بہنے دیتا اپنا مافی الضمیر سمجھانے کی خاطر میں نے گردن کو نفی میں
جنبش دینی شروع کر دی میں اشارے سے اسے یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ
یہ گریہ بند کر دے اور اپنے آنسوؤں کو خشک کر لے مگر اس نے میرے

اشارے کا کچھ اور مطلب نکلا اور تڑپ کر بولی۔

تم مجھ سے کچھ بھی نہیں کہہ رہے مجھ سے بات بھی نہیں کر رہے میں جا رہی ہوں پردیپ تم خوش رہو میں اب جا رہی ہوں شاید میری صورت دیکھ کر تمہیں دکھ ہوتا ہے میں اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی مجھے وشواس ہے کبھی نہ کبھی تمہیں میرا خیال ضرور آئے گا تمہیں سب یاد آ جائے گا۔

اور پھر قبل اس کے کہ میں شیلا کو اپنا مقصد سمجھانے کے لئے کوئی دوسرا اشارہ کرتا وہ بڑی تیزی سے تاریکیوں میں گم ہو گئی میرے دل سے ہوک اٹھ کر لبوں تک آ گئی میں نے اپنا سر زمین پر مارنا شروع کر دیا۔

عجیب بات ہے کہ اس قید و بند میں بھی تمام رات میں شیلا کے سلسلے میں منصوبے بناتا اور توڑتا رہا رات اسی طرح گزر گئی جب صبح ہوئی تو گردش حالات نے ایک بار پھر مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا حوالات میں

سب سے پہلے شرما داخل ہوا تھا اس کے چہرے پر شدید نفرت کے تاثرات اجاگر تھے کچھ دیر تک وہ مجھے حاکمانہ نظروں سے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔

شاہد علی دو گھنٹے بعد تمہیں مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جائے گا تمہارے اوپر ایک ہندو لڑکی کلپنا کی آبروریزی کا الزام ہے تم اسے رات گئے شہر سے اغوا کر کے لے گئے تھے بعد میں تم نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا کلپنا کا بیان اور ڈاکٹر کی رپورٹ تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لئے تو کافی نہیں ہے لیکن اس سے میں تم سے ایک خاص بات کہنے آیا ہوں اگر تم نے مجسٹریٹ کے سامنے زبان کھولی اور الزام کی تردید میں کچھ کہا تو ایس پی ماتھر تمہیں خطرناک حالات سے دوچار کر دے گا ہو سکتا ہے کہ جو اذیت ناک تشدد تم تمہارے اوپر کریں وہ عدالت کی سزا سے زیادہ بھیانک ہو

اس لئے میں تاکید کرتا ہوں کہ تم مجسٹریٹ کے سامنے اپنی گندی

زبان بند ہی رکھنا اسی میں تمہاری مکتی ہے۔

بولتا کیوں نہیں شرما کی گرجدار آواز سن کر میں چونک اٹھا کیا تو نے سن

لیا کہ میں تجھ سے کیا کہہ رہا ہوں؟

میں نے جلدی سے اثبات میں سر کو جنبش دی تو شرما کے ہونٹوں پر

شیطانی مسکراہٹ ابھر آئی مجھے نفرت سے گھور کر تضحیک آمیز لہجے میں

بولا۔

تمہارے کرتوتوں کی کہانی جب اخبارات میں چھپے گی تو تمہارے

چیلے چانٹے شور مچانے کے بجائے تم سے نفرت کرنے لگیں گے

دنیا جان جائے گی کہ تم نے اپنی مہان شکتی کا ڈھونگ کس لئے رچایا

تھا۔

شرما اتنا کہہ کر چلا گیا تو بے بسی اور مستقبل میں ہونے والی ذلت کے

احساس سے میری آنکھیں بھر آئیں جو کچھ شرما نے کہا تھا اگر وہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا تو میرے عقیدت مند مجھ پر افسوس کرنے کے بجائے میرے کردار پر تھو تھو کریں گے میرا نام بڑی حقارت سے لیا جائے گا میری برسوں کی عبادت اور ریاضت خاک میں مل جائے گی اور کیا عجب کہ لوگ میرے نام کے ساتھ میاں صاحب کی ذات با برکات پر بھی انگلیاں اٹھائی شروع کر دیں۔

میری حالت ابتر ہونے لگی ذہن ماؤف ہونے لگا مجھے اکبر کا خیال بار بار پریشان کر رہا تھا نہ جانے وہ غریب کس حال میں ہوگا اور اس پر کیا کیا ظلم توڑے جا رہے ہوں گے مجھے یہ احساس زیادہ مضمحل کیے دے رہا تھا کہ اکبر میری وجہ سے صعوبتوں کا شکار ہوا ہے ورنہ اس کی اور او نکار ناتھ کی کوئی دشمنی نہ تھی اس غریب کا مستقبل بھی میری وجہ سے تباہیوں میں تھا کیے بعد دیگرے مختلف خیالات اور تصورات نے

میرے ہوش وحواس گم کر دیئے تھے پھر اچانک میرے تصورات میں
راج کماری شیلا کا تصوراتی ہیولا ابھر آیا میں نے محسوس کیا کہ وہ
آسمانوں کی سمت اڑی چلی جارہی ہے اس کے حسین چہرے پر بلا کا
تقدس اور معصومیت ہے پھر میں نے خود کو اس کے پیچھے جاتا محسوس کیا
لیکن وہ میری دسترس سے بہت دور بادلوں میں پرواز کررہی تھی میں
ابھی اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ کہیں سے ایک
سفید گدھ خون میں تھڑا ہوا ادھر سے گزرا اکبر کا خواب مجھے یاد آنے
لگا اس خیال سے کہ میاں صاحب نے بھی مجھ گدھ کے ہاتھوں نجات
نہیں دلائی تھی میرا دل ڈوبنے لگا یقیناً مجھ سے بڑی کوتاہیاں سرزد
ہوئی ہیں میں نے ابوالحسن اکبر اور درشہوار کے مشوروں کو ٹھکرا کر جو
قدم جلد بازی میں اٹھائے آج انہی کی سزا مجھے مل رہی تھی میں نے
پہاڑی کو چھوڑ کر علم وفضل کو رسوا کیا میں نے اپنے مرتبے کو فراموش کر

کے ذاتی اغراض اور سرکش نفس کے فریب میں آ کر خود کو تباہ کر لیا تھا
میں نے احکام الٰہی کو نظر انداز کیا تھا جو کچھ میں کرتا رہا وہ کسی عالم با
عمل کے منصب کے شایان شان نہیں تھا جب میں نے دنیا سے کنارہ
کشی کر کے رب العزت سے رشتہ جوڑا تھا تو فیصلے بھی خدا پر چھوڑ
دینے چاہئے تھے وہ منصف ہے وہ حق کا امین ہے میں نے خود کو کھو دیا
میں نے میاں صاحب کے مرتبے کا بھی خیال نہ کیا یہ میں نے کیا
کیا۔ پر اب وقت گزر چکا تھا۔

حوالات کا دروازہ کھلا میں نے دیکھا کہ شرما تین چار سنگین بردار
سپاہیوں کے ساتھ حوالات میں داخل ہو رہا تھا میرا ہولناک مستقبل
میرے سامنے تھا میری آنکھیں نمناک ہو گئیں شرما نے ایک بار پھر
مجھے کرخت لہجے میں تاکید کی کہ مجسٹریٹ کے روبرو مجھے اپنی زبان
بند رکھنی ہوگی اس کے بعد ایک سادہ لباس والا اندر داخل ہوا جس

کے ہاتھ میں وہی سیاہ کپڑا موجود تھا جو رات میرے چہرے پر ڈالا گیا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ ایس پی ماتھر اور اس کے گرگے مجسٹریٹ کے فیصلے تک مجھے لوگوں کی نظروں سے دور رکھنا چاہتے ہیں انہیں اندیشہ تھا کہ اگر میرے معاملات قبل از وقت منظر عام پر آ گئے تو نقص امن کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

شرما کے اشارے پر جب سادے لباس والا سیاہ کپڑا لے کر میری سمت بڑھا تو میرے دل پر ایک ضرب سی لگی میں پتھرائی ہوئی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ حوالات کے دروازے کی سمت اٹھی دوسرے ہی لمحے میرے جسم میں حرارت کے اثرات پیدا ہونے لگے میں نے درشہوار کو حوالات کے دروازے پر کھڑے دیکھا جو بڑی قہر آلود نظروں سے شرما اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہی تھی اندھیرے میں امید کی ایک کرن چمکی تو مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار

نہ آیا میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے قدموں پر کھڑا ہوں اور میرے قدم مضبوطی سے زمین پر جم رہے ہیں میری نقاہت تیزی سے دور ہو رہی تھی وہ دھند چھٹ رہی تھی جو اونکار ناتھ کے کسی جاپ نے مجھ پر طاری کر دی تھی۔ میں نے دری کو آواز دینا چاہی لیکن میری آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی میں نے بے تابی سے اپنی گردن کو تین چار جھٹکے دیئے درشہوار نے میری اس ہذیانی کیفیت کو غور سے دیکھا وہ قریب آئی اور اس نے کوئی آیت پڑھ کر میرے منہ پر پھونک ماری اس کے بعد وہ فوراً ہی مجھ سے دور ہو گئی اسی اثناء میں ایک سادہ لباس والا سپاہی کپڑا لے کر میرے نزدیک آیا اور میں نے اپنے جسم کو پوری طاقت سے اس کو لات ماردی وہ بلبلاتا ہوا دور جا گرا اس کا انجام دیکھ کر تین چار گرانڈیل قسم کے سپاہیوں نے مجھے جکڑ لیا اور توہین آمیز انداز میں مجھے دھکیلنے لگے وہ شخص جو میری ٹھوکر سے گرا اور ہاتھا تیزی

سے اٹھا اور اس نے میرے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا لیکن فوراً ہی وہ دور ہٹ گیا جیسے اسے کسی سانپ نے کاٹ لیا ہو وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایس پی ماتھر کا خاص کارندہ شرما بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور کڑک کر بولا شاہد علی ہمارے ساتھ سیدھی طرح چلو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں مردہ حالت میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر دیں۔

میری قوت گویائی واپس آ چکی تھی میں نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا اور کہا شرما موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے میں جانتا ہوں کیوں ہو رہا ہے کہ تم جیسے راکشش میری طرف بڑھ رہے ہیں یہ صرف وقت وقت کی بات ہے شرما۔

تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے ملا اب تیرا انجام نزدیک ہے تو نے بہت دن پریشان کر لیا۔

مردود میں اس وقت بے بس ہوں تو مجھے میرے انجام کو کیا پہنچائے گا
چل تجھے جہاں لے جانا ہے وہاں چل اور جو کچھ تجھے کرنا ہے کر زیادہ
باتیں نہ بنا۔

سنی تو نے ہمارے پنڈت اونکار ناتھ کو للکارا تھا انجام بھول گیا تھا کیا؟
سنا تھا تو تو بڑا ملعون ہے شرما نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا تو میرا
خون کھول اٹھا۔

اونکار ناتھ اگر وہ حقیقتاً کوئی عالم ہوتا تو اس طرح کی اوچھی حرکت نہ
کرتا کسی عورت کا سہارا لے کر دشمنوں کو زیر کرنا عالموں کا شیوہ نہیں
اونکار ناتھ تو بہت پیچ نکلا۔

اپرادھی میں کہتا ہوں اپنی زبان سنبھال تو ہمارے دھرماتما کا اپمان کر
رہا ہے شرما غصے سے لال پیلا ہو کر بولا پھر اس کا بھرپور ہاتھ میرے
گال پر اس زور سے پڑا کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے

ابھی میں سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ شرما نے دوسرا ہاتھ مارا پھر سادہ لباس والے کو حکم دیا اس مسلے کے چہرے پر کپڑا ڈال دو اگر یہ آواز نکالے تو مار مار کر بھرکس نکال دو۔

میں پے در پے دو ہاتھ کھا کر چکرا گیا میں نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی تو در شہوار کو غیظ و غضب کی حالت میں دیکھا اس کی قہر آلود نظریں بدستور شرما کے چہرے پر مرکوز تھیں پشت پر بندھے ہاتھوں میں ہتھکڑی کی چبھن سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی مجھے اس بات پر تعجب تھا کہ ابھی تک میری قوت گویائی واپس لانے کے سوا در شہوار نے میرے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کیا تھا میرے ذہن میں ایک پریشان کن خیال ابھرا کہیں میاں صاحب اور میرے عقیدت مندوں کی طرح دری نے بھی تو مجھ سے بددل ہو کر نگاہیں نہیں بدل لیں اگر ایسا ہوا تو میرا انجام کیا ہوگا؟

دوسرا سادہ لباس والا شرما کا اشارہ پا کر بگڑے ہوئے تیور سے آگے بڑھا اور میرے چہرے کو سیاہ کپڑے سے چھپا دیا میرے چاروں طرف ایک بار پھر تاریکی پھیل گئی میرے اعصاب جواب دینے لگے درشہوار غالباً میری بربادی کا تماشا دیکھنے آئی تھی اس کے باپ ابوالحسن نے اسے شاید میری طرف سے بدظن کر دیا تھا میری ہمت جواب دینے لگی۔

لے چلو اس حرامزادے کو شرما کی گرج دار آواز میرے کانوں سے ٹکرائی اگر مزاحمت کرے تو ہڈی پسلی ایک کر دو۔

دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے دونوں بازو کرخت شکنجوں میں محسوس کئے مجھے دھکا دے کر آگے بڑھایا گیا میں نے کوئی مزاحمت مناسب نہ سمجھی درشہوار کی خاموشی نے مجھے بڑا صدمہ پہنچایا تھا میں خاموشی سے قدم آگے بڑھاتا جا رہا کچھ دیر بعد مجھے ایک گاڑی میں ٹھونس دیا گیا

میرے جلاد میرے ساتھ تھے گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آ گئی میری کیفیت اس بھٹکے ہوئے جانور جیسی تھی جس نے ریگستان میں سراب کے پیچھے بھاگنے کی کوشش کی پھر مایوس ہو کر خود کو موت کے بھیانک انتظار کے لئے چھوڑ دیا میں اپنا دل قابو میں کئے بیٹھا رہا اس پستی کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کچھ دیر بعد گاڑی رکی تو مجھے کچھ دور پیدل جانے کے بعد سیڑھیاں چڑھنی تھیں سیاہ کپڑا اس قدر دبیز تھا کہ روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہ آتی تھی بار بار میں سیڑھیوں سے الجھتا اور اس جرم کی پاداش میں وہ جلاد گالیاں بکنے لگتے جو مجھے بدستور جکڑے ہوئے تھے پھر مجھے ایک بنچ پر بٹھا دیا گیا میرے ہاتھ پشت پر ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

خاصی دیر تک میں یونہی بیٹھا رہا پھر میں نے ایس پی ماتھر کی آواز سنی اس کا لہجہ بے حد خشک اور سرد تھا شرما تم نے اسے سمجھا دیا ہے کہ یہ اپنی

گندی زبان بند رکھے۔

یس سر۔

میں مجسٹریٹ کے پاس چیمبر میں جا رہا ہوں تم میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔

ایس پی ماتھر کے بھاری قدموں کی آواز دور ہوگئی تو شرما کی کرخت آواز ابھری مسلے کیا تو نے سن لیا کہ ایس پی ماتھر صاحب نے کیا کہا ہے۔

ہاں میں نے ڈوبتے لہجے میں جواب دیا۔

ایک بار پھر کان کھول کر سن لے شاہد علی اگر تم نے زبان کھولنے کی حماقت کی تو یہ دن تیرا آخری دن ہوگا تو اس اذیت ناک سزا کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو حکم عدولی کے سلسلے میں تجھے دی جائے گی خیال رکھنا تو اس وقت پولیس کے قبضے میں بے خاموش رہا تو تجھے صرف جیل کی

کٹھنائیاں بھگتنی پڑیں گی۔

آدھ گھنٹے بعد مجھے مجسٹریٹ کے روبرو اس کے چیمبر میں پیش کر دیا گیا سیاہ کپڑا اب میرے چہرے سے ہٹا دیا گیا تھا میں نے اس بند کمرے کا جائزہ لیا جو میرے لئے مقتل سے کم نہ تھا میرے سامنے مکروہ صورت والا ایک منصف بیٹھا مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا میں نے بھانپ لیا کہ مجسٹریٹ کے کان میرے خلاف پہلے ہی سے بھرے جا چکے ہیں اس کی نظروں میں تعصب جھلک رہا تھا میرے سیدھے ہاتھ پر ایس پی ماتھر موجود تھا دوسری طرف ایک وکیل تھا مجسٹریٹ کے دو کارندے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے میں نے ڈبڈبائی نگاہوں سے اپنی پشت کی طرف دیکھا میرا خیال تھا کہ درشہوار یہاں بھی میری قسمت کا آخری فیصلہ سننے کے لئے موجود ہو گی لیکن وہ مجھے وہاں نظر نہیں آئی میں نے کلپنا کو دیکھا جو نظریں

جھکائے ایس پی ماتھر کے پیچھے ایک کرسی پر براجمان تھی وہی بے غیرت اور بے حیا عورت جس نے پنڈت اونکار ناتھ کے اشارے پر پولیس کے سادہ لباس والوں کے ساتھ مل کر مجھے اپنے فریب کے جال میں پھانسا تھا اور اب وہ میرے خلاف زنا بالجبر کی گواہی دینے آئی تھی میں نے حقارت سے نگاہیں پھیر لیں اور مجسٹریٹ کو دیکھنے لگا جس کی متعصب اور مکروہ نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد مقدمے کی کاروائی شروع ہوئی اور مجھے فرد جرم پڑھ کر سنائی گئی پھر سب سے پہلے کلپنا کو گواہ کے طور پر پیش کیا گیا اس نابکارہ عورت نے وہی بیان دیا جو اسے پنڈت اونکار ناتھ اور ایس پی ماتھر نے طوطے کی طرح رٹا رکھا تھا وکیل نے کرید کرید کر کلپنا سے ایسے سوال کیئے جن کے جوابات میرے خلاف ثابت ہو سکتے تھے پھر اس نے مجسٹریٹ کے سامنے وہ سرٹیفکیٹ پیش کیا جو پولیس سرجن کی طرف

سے جاری کیا گیا تھا اس میں اس بات کی تائید کی گئی تھی کہ کلپنا کو جبری طور پر شدید جسمانی تکلیف پہنچائی گئی ہے میں تصویرِ حیرت بنا سب کچھ سن رہا تھا کہ وکیل نے کلپنا کو مخاطب کیا کیا تم بھگوان کی سوگند کھا کر گنگا جل کو ہاتھ لگا کر پورے وشواس سے اس منش کو شناخت کر سکتی ہو جس نے تمہارا شریر روندا تھا۔

کلپنا نے شرم سے گردن جھکا لی اور کوئی جواب نہیں دیا۔

بولو کلپنا، پوری عدالت کو تمہارے جواب کا انتظار ہے تمہارے ساتھ انصاف کیا جائے گا وکیل نے زور دے کر کہا۔

کلپنا نے ساڑھی کا پلو اپنے دانتوں تلے دبا لیا وکیل کے شدید اصرار پر وہ جھجکتے جھجکتے بولی ہاں وہ پاپی اس عدالت میں موجود ہے کلپنا نے میری سمت نفرت سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

کلپنا دیوی ذرا صاف صاف بتاؤ کیا تم اس اپرادھی کا نام جانتی

ہو؟

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کا نام شاہد علی ہے کلپنا نے اپنے جواب کے ساتھ انگلی اٹھا کر میری سمت اشارہ کیا۔

ایس پی ماتھر کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں نگاہوں نگاہوں میں وہ مجھ سے کہہ رہا تھا شاہد علی اگر تم نے اپنی صفائی میں کچھ کہا تو تمہیں نا قابل برداشت حالات سے دو چار کر دیا جائے گا۔

میں خاموش کھڑا تھا کہ مجسٹریٹ نے سپاٹ لہجے میں مجھے مخاطب کیا شاہد علی کیا تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے۔

میں نے حسرت بھری نظروں سے مجسٹریٹ کی طرف دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا کلپنا نے ایک بھیانک چیخ ماری اور زمین پر گر کر تڑپنے لگی میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک سیاہ ناگن اس کے قریب کنڈلی مارے بیٹھی تھی در شہوار بھی مجھے وہیں نظر آئی وہ ناگن کے

بالکل قریب تھی مجسٹریٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا اس کے دونوں کارندے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے ایس پی ماتھر نے بڑی سرعت سے اپنا سروس پستول نکال کر ناگن کا نشانہ باندھا مگر اس سے پہلے کہ وہ لبلبی دباتا ورشہوار نے ناگن کو اپنے ہاتھ میں لے کر ماتھر کی طرف پھینکا جس نے ماتھر کی پیشانی پر ڈس لیا دوسرے ہی لمحے ماتھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا اس کا پورا جسم تیزی سے نیلا پڑ رہا تھا چند لمحوں بعد وہ بھی کلپنا کی طرح اکڑی ہوئی لاش میں تبدیل ہو گیا۔

اتنی دیر میں چیمبر خالی ہو چکا تھا وہاں صرف میں تصویر حیرت بنا کھڑا تھا کلپنا اور ماتھر کی لاشیں تھیں وہ سیاہ ناگن تھی اور ورشہوار تھی جوان دونوں کے لئے موت کا پیغام بن کر وہاں آئی تھی باہر راہداری میں شور وغل کی آوازیں گونج رہی تھیں کچھ دیر بعد پولیس کے دو مسلح سپاہی اندر گھس آئے میری توجہ بس ایک لمحے کے لئے دروازے کی طرف

مبذول ہوئی تھی پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو سیاہ ناگن چیمبر کے
دوسرے دروازے سے باہر جا رہی تھی دونوں مسلح سپاہیوں نے
عمارت کا کونا کونا چھان مارا لیکن انہیں وہاں چیونٹی بھی نظر نہ آ سکی
درشہوار میرے سامنے کھڑی تھی لیکن وہ دونوں بھی دوسرے لوگوں کی
طرح اسے دیکھنے سے قاصر تھے۔

یہ واقعہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا اور پوری عمارت میں ایک
ہنگامہ برپا ہو گیا جس مجسٹریٹ کے سامنے مجھے پیش کیا گیا تھا اس کی
عدالت کے باہر مجسٹریٹوں اور وکیلوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا ہر شخص مجھے
خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کچھ لوگ جو مجھے پہچانتے تھے انہوں
نے آن کی آن میں یہ مشہور کر دیا کہ جو کچھ وہاں پیش آیا ہے اس میں
میرے علم و فضل کا ہاتھ ہے اور میری بد دعا نے ماتھر اور کلپنا کو سزا دی
ہے ہر سمت ایک ہیجان برپا تھا مجمع میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

جس مجسٹریٹ کے سامنے مجھے پیش کیا گیا تھا اس نے پولیس کے مسلح دستے کو حکم دیا کہ مجھے کسی تاخیر کے بغیر جیل بھیج دیا جائے مقدمے کی کاروائی پھر کسی دن ہوگی مجسٹریٹ کا حکم پا کر چاروں مسلح سپاہی میری سمت بڑھے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے مجھے ششدر کر دیا دو سنگین بردار سپاہی جو آگے آگے تھے ابھی میرے قریب ہی پہنچے تھے کہ ان دونوں نے ایک کرب ناک چیخ ماری اور لوٹ لوٹ کر ٹھنڈے ہو گئے پیچھے والے دونوں سپاہی اپنی بندوقیں پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے اسی لمحے مجسٹریٹ کے سر سے خون بہنے لگا اور وہ چکرا کر گر گیا اس خونیں صورت حال نے مجسٹریٹوں اور وکیلوں کو بھی بھاگنے پر مجبور کر دیا ہر طرف چیخ و پکار مچی ہوئی تھی ایک عجیب دہشت طاری تھی یہ جگہ میرے لئے اب دلچسپی کا باعث بن گئی تھی جو تھوڑی دیر قبل میرے لئے سوہان روح تھی درشہوار نے سنگین

اٹھا کر میرے سامنے سپاہیوں کو زدوکوب کیا تھا ان میں سے کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا اس اچانک افتاد نے پوری عدالت میں کھلبلی مچا دی اب وہ جگہ خالی تھی وہاں کوئی نہ تھا صرف میں اور ورشہوار ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اس کے حسین چہرے پر اب بھی معصومیت تھی حالانکہ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے میرے قریب آ کر اس نے میری ہتھکڑیاں کھول دیں چابی اس کے پاس پہلے ہی سے موجود تھی میرے ہاتھ اب آزاد تھے۔

آپ مجھ سے یقیناً ناراض ہوں گے وہ پرسکون آواز میں تمام تر محبت سمیٹتے ہوئے بولی حوالات کے اندر بھی یہ تمام کام کیا جا سکتا تھا مگر وہاں ان بدقماش پولیس والوں کی اتنی رسوائی نہ ہوتی مجھے معاف کیجئے انہوں نے حوالات سے عدالت تک آپ کو سخت اذیت پہنچائی اس شرمناک اور توہین آمیز رویے کے بعد بھری عدالت میں یہ تماشا

ضروری تھا اب کوئی آپ پر نظر اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا آپ دیکھیں گے کہ اس کا ردعمل کتنا شدید ہوگا۔

دری تم اگر وقت پر نہ آتیں تو یہ ظالم نہ معلوم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے دری تم نے مجھ پر احسان کیا ہے مجھے معاف کر دو حوالات میں مجھے تمہاری خاموشی دیکھ کر یہ احساس ہوا تھا کہ شاید تم بھی دوسروں کی طرح مجھ سے روٹھ گئی ہو، میں نے خجل ہو کر کہا۔

مجھے یہی افسوس رہے گا کہ آپ کی دری آپ کے دل میں وہ مقام حاصل نہ کر سکی جس سے اس کی ذات شک و شبہ سے ہمیشہ بالاتر رہے درشہوار نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

نہیں نہیں ایسی بات نہیں تم میرے لئے سب کچھ ہو ایک تم ہی تو ہو جس نے ہمیشہ میری رہنمائی کی ہے۔

درشہوار نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولی اب یہاں سے کسی

محفوظ مقام تک ہمارا جانا ضروری ہے۔

لیکن ورری باہر ہر طرف افراتفری کا عالم ہے یقیناً یہاں فرقے وارانہ فساد ہو جائے گا۔

میں آپ کے ساتھ ہوں درشہوار نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا اور مجھے یاد آ گیا کہ درشہوار ایک بار پہلے بھی میرا ہاتھ تھام کر مجھے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر کے نکال لے گئی تھی کوئی ہمیں نہ دیکھ سکا تھا چنانچہ میں اس کے ساتھ باہر کی جانب قدم اٹھانے لگا دروازے پر مجسٹریٹ کی لاش خون میں لتھڑی پڑی تھی میں نے ایک سرسری نظر لاش پر ڈالی پھر آگے بڑھ گیا نیچے احاطے میں آیا تو دیکھا ایک جم غفیر موجود ہے لوگوں میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں شہر میں دکانیں بند ہو رہی تھیں اور بازار ہمارے دیکھتے دیکھتے سنسان ہو گئے تھے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ آبادی سے دور نکل

آئے کوئی چار دن ہم اسی طرح رات کو رکتے، ستاتے ٹھہرتے اور آگے بڑھتے رہے اور پھر اس قلعے میں پہنچ گئے جہاں سے مجھے دھوکا دے کر پھانسا گیا تھا اس قلعے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مجھ کو جو خیال آیا وہ راج کماری شیلا کا تھا لیکن میں نے ورشہوار کی موجودگی میں اپنے چہرے سے کسی بات کا اظہار نہیں ہونے دیا رفتہ رفتہ اجنہ میرے گرد جمع ہو گئے اور میری خیریت پوچھنے لگے ان کی پرسش سے مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میں بہت دنوں بعد اپنے شہر اور اپنے لوگوں میں آ گیا ہوں انہوں نے میری شاندار ضیافت کا اہتمام کیا اور میری آسائش کے لئے ضروری اسباب فراہم کیا اجنہ کی ضیافت کے بعد میں ورّی کو لے کر دریا کے کنارے چلا گیا جہاں نیلا شفاف پانی دور تک پھیلا ہوا عجیب دلکش منظر پیش کر رہا تھا پانی کی روانی اور اس جگہ کی ہریالی کو دیکھ کر میری طبیعت کو کچھ سکون ملا اور میں

نے درشہوار سے مخاطب ہو کر کہا۔

ورنہ اس دن کچھ خطا میری بھی تھی میں نے اس نابکار عورت کی آہ و بکا سن کر تمہاری ہدایت کو فراموش کر دیا تھا۔

جو ہو چکا اسے بھول جایئے درشہوار نے خوابیدہ لہجے میں کہا باوا جان کی طبیعت اب کافی سنبھل چکی ہے اس لئے وہاں میری ضرورت باقی نہیں رہی اب میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔

اب تمہارا ساتھ ہی تو میرا سب کچھ ہے میں نے سرد آہ بھر کر کہا مجھ سے میاں شاہد علی چھن گئے سب کچھ چھن گیا صرف تم رہ گئیں اس لئے کہ تمہارا تعلق میاں شاہد علی سے نہیں شاہد علی سے تھا۔

ایسی اداس باتیں کیوں کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے یہ آزمائش کے لمحے تھے کچھ غلطیاں واقع ہو گئی تھیں جن کا خمیازہ اس ذلت میں ملا لیکن تلافی کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں درشہوار نے مجھے تسلی دی۔

پتا نہیں اکبر اور ثمینہ غریب کس حال میں ہوں گے؟ میں نے دل گرفتہ لہجے میں کہا اکبر بے چارہ تو صرف میری وجہ سے پریشان کن حالات کا شکار ہوا ہے۔

اگر میں یہاں ہوتی تو ان دونوں کو قلعے سے باہر جانے کا مشورہ کبھی نہ دیتی بہر حال میں انہیں لے آؤں گی مجھے بھی ان سے اتنی ہی محبت ہے جتنی آپ کو ہے درشہوار نے عزم سے کہا۔

کیا یہ ممکن ہے دری کہ وہ یہاں آ جائیں میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا تو درشہوار مسکرا دی اور پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔

آپ مطمئن رہئے اب تک میں آپ کو روکتی رہتی تھی لیکن اب میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں کن شیطان لوگوں سے واسطہ پڑا ہے مجھے اس ملعون شخص اونکار ناتھ کو بتانا ہے کہ بڑے میاں صاحب والی اس پہاڑی کے معمولی عقیدت مند بھی اس سے نمٹنے کی کیسی

صلاحیتیں رکھتے ہیں مجھے دیکھنا ہے کہ اس کے جنتر منتر اور محافظ کتنی دیر اس کا بچاؤ کرتے ہیں اب صبر کی منزل گزر چکی آپ دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے۔

درشہوار کے لہجے میں عزم و استقلال تھا وہ بڑی پر جوش اور سرگرم معلوم ہوتی تھی میں جانتا تھا کہ وہ جنوں کے کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے اور وہ کس عالم باعمل شخص کی بیٹی ہے اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی اس میں صلاحیت تھی لیکن پنڈت اونکار ناتھ کو میں اپنا ذاتی دشمن سمجھتا تھا اور مجھے اس میں ہتک محسوس ہوتی تھی کہ دری اسے کوئی سبق سکھائے دری کے سامنے اس قدر بے بس ہونے کا میرا جی نہیں چاہتا تھا ہر چند کہ اب میں ایک عام تھا میرے تمام اوصاف مجھ سے چھین گئے تھے چنانچہ میں نے دری سے کہا۔

دری تم اکبر اور ثمینہ کو یہاں لے آؤ اونکار ناتھ کے بارے میں بعد میں

سوچا جائے گا۔

جواب میں دری نے مجھے جن نظروں سے دیکھا ان میں حسرت و یاس کے علاوہ غم اور غصے کی لہر بھی تھی بعد میں وہ پر سکون ہو کر بولی آپ آرام کریں میں اکبر اور ثمینہ کی خبر لیتی ہوں۔

درشہوار کے جانے کے بعد میرے خیالات پھر تیز ہو گئے میں سوچ رہا تھا کہ کیسی عجیب صورت حال سے واسطہ پڑا ہے اب میں درشہوار سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ مجھے سہارا دے مجھے وہ دن یاد آ گئے جب میں پہاڑی پر ایک بڑے بزرگ کی حیثیت سے رہتا تھا ان دنوں کی یاد میں میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے مجھے ابوالحسن یاد آئے میاں صاحب اور اپنے وہ عقیدت مند جو صبح سے شام تک میرے اشارے کے منتظر رہتے تھے نماز کا وہ سکون اور عبادت کی وہ لذت، وظائف کا وہ فرحت بخش ماحول اور مریدوں کا وہ جاں نثار ہجوم کتنے

گھانے ہوئے تھے اجنہ کی پوری فوج ابوالحسن کی سرکردگی میں ہاتھ باندھے رہتی تھی۔

میرا ہر حکم میرے عقیدت مندوں کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا کبھی میرا ذہن اوانکارناتھ کی طرف جاتا کبھی پیرسٹر راشد حسین، رشیدہ اور اس کے دونوں بچوں کے بارے میں غور کرنے لگتا منتشر خیالات سے دماغ بوجھل تھا پھر مجھے راج کماری شیلا کی یاد آگئی جو صدیوں سے میرا انتظار کر رہی ہے اس نے صدیوں پہلے یہ سمجھ کر خود کشی کر لی تھی کہ میں مر گیا ہوں اور اب اسے علم ارواح میں مل سکوں گا لیکن میں اسے نہ مل سکا اور جب ملا تو پردیپ کی بجائے شاہد علی کی شکل میں مجھے ہندوؤں کے فلسفے آواگون پر بالکل یقین نہ تھا مگر راج کماری شیلا اپنے پردیپ کے انتظار میں اپنے پرانے قلعے کے اندر اس کی منتظر رہتی تھی اس کی باندیوں اور دربانوں نے جگہ جگہ پردیپ

کو تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملا شیلا کا واقعہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن میں روحوں کے اسرار سے کافی واقف تھا بات کچھ بھی ہو میں نے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی یہاں یہ بات بالکل واضح تھی کہ شیلا کا کوئی پردیپ کہیں گم ہو گیا تھا اور اب وہ مجھے اپنے خوابوں کا شہزادہ یعنی پردیپ تصور کرتی تھی وہ حسین و جمیل راج کماری جس کے دل نشین قرب سے میں لطف اندوز ہو چکا تھا قلعے میں قدم رکھتے ہی مجھے شدت سے یاد آنے لگی میرے ذہن میں راج کماری کی وہ مترنم اور مغموم آواز گونج رہی تھی جب اس نے آخری بار حوالات میں مجھ سے کہا تھا تم مجھے بھول گئے ہو پردیپ تمہیں رفتہ رفتہ سب یاد آ جائے گا پہلے جنم کی باتیں اپنی شیلا سب کچھ۔

میری محویت کا شیرازہ اس وقت منتشر ہوا جب درشہوار کی آواز میرے کانوں میں گونجی وہ کہہ رہی تھی کیا آپ سو گئے دیکھئے یہاں کون موجود

ہے۔

میں نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا اکبر اور ثمینہ دونوں میرے قریب فرش پر بچھی چاندنی پر پڑے ہیں دونوں بے حس و حرکت نظر آ رہے تھے ان کے چہروں پر کرب کے تاثرات دیکھ کر میں تڑپ اٹھا

درمی درمی یہ دونوں خاموش کیوں ہیں؟ اکبر اور ثمینہ کو کیا ہوا درمی؟

آپ پریشان نہ ہوں میں نے انہیں لمبی نیند سلا دیا ہے درشہوار نے جواب دیا چندت اونکار ناتھ اور پولیس کے لوگوں نے ان دونوں پر بڑے دردناک مظالم توڑے تھے اگر آپ انہیں اس حالت میں دیکھ لیتے تو آپ کا کلیجا پھٹ جاتا اکبر کے پورے جسم پر نیل ہی نیل تھے ثمینہ کا چہرہ اس حد تک بدل چکا تھا کہ شناخت ناممکن تھی لیکن اب تشویش کی کوئی بات نہیں میں نے ان کا علاج کر دیا ہے۔

مگر تم اس قدر جلدی کیسے آ گئیں یہاں سے شہر کی مسافت تو چار دن

کی ہے؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔
میں نے اس کام میں قلعے میں مقیم اجنہ کے قبیلے سے مدد لی تھی اکبر اور ثمینہ کو ہم اجنہ قبیلوں کی مدد کے بغیر لاتے تو وہ راستے میں دم توڑ دیتے جب میں نے یہ صورت دیکھی تو قلعے واپس آئی اور یہاں سے چند جنوں کو ساتھ لیا اس وقت آپ کسی محویت میں تھے میں انہیں ساتھ لے کر شہر گئی اور اب واپس آ رہی ہوں۔
میں نے درشہوار کی زبانی اکبر اور ثمینہ کا دردناک حال سنا تو میرا خون کھولنے لگا میں غصے کے عالم میں سرتاپا لرز رہا تھا درّی میری اس کیفیت سے سہم گئی بولی۔
میری درخواست ہے کہ آپ اونکار ناتھ کا مسئلہ مجھ پر چھوڑ دیں میں اس کافر پنڈت کو عبرتناک سزا کا مستحق سمجھتی ہوں یقین کیجئے اس پر سکون کا ایک ایک سانس محال ہو جائے گا۔

نہیں ورری۔ میں تقریباً چیخ پڑا اسے میرے لئے رہنے دو میں راشد
حسین اور رشیدہ سے بھی بھیانک انتقام لوں گا مجھے ابھی میاں
صاحب کے ودیعت کیے ہوئے وظیفے یاد ہیں لاتعداد روحیں میری
کنیزیں ہیں غلام ہیں میں اپنے خدا سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں گا
اور مجھے یقین ہے کہ ان وظائف کا دوبارہ ورد کرنے کے بعد اپنے
مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا میں نے کافی مدت عبادت اور
ریاضت میں گزاری ہے مجھے معلوم ہے میں کیا طاقتیں رکھتا ہوں۔
میں جوش میں نہ جانے کیا کیا کہہ گیا در شہوار بت بنی میری تقریر سنتی
رہی اس کی غزالی آنکھوں سے اضطراب مترشح تھا میں خاموش ہوا تو
وہ سرد لہجے میں بولی اب میں آپ کو تاریکی میں رکھنا نہیں چاہتی آپ
نے خود دیکھ لیا ہے کہ آپ کیا کچھ کھو چکے ہیں میں نے آپ کے
بارے میں باوا جان سے گفتگو کی تھی آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا

جواب دیا انہوں نے کہا کہ بڑے میاں صاحب آپ سے روٹھ چکے
ہیں آپ نے علم و فضل کا غلط استعمال کیا آپ نے خوف فیصلے کرنے
شروع کر دیئے آپ نے وہ کیا جو آپ کے رتبے اور منصب کے
خلاف تھا آپ نے پہاڑی کی عظمت اور حرمت کا خیال نہیں کیا آپ
نے اپنا نفس آزاد چھوڑ دیا اور علم و فضل میں انکسار کے بجائے غرور کا
رویہ اختیار کیا اب آپ کی تمام روحانی قوتیں زائل ہو چکی ہیں اور اب
میاں صاحب کے ودیعت کئے ہوئے وظیفوں میں کوئی اثر نہیں رہا
آپ بھول گئے کہ الماس کی روح آپ کی بار بار طلبی کے باوجود بھی
ظاہر نہیں ہوئی آپ کسی اندھیرے میں نہ رہیں ان بدکاروں کو اپنے
عقیدت مندوں پر چھوڑ دیں اور دوبارہ اپنے خدا سے لو لگائیں اسی
میں پناہ ہے اسی میں نجات ہے۔

دری میں دیوانگی کی حالت میں چیخا دری یہ تم کیا کہہ رہی ہو تم نے ایک

بار کہا تھا کہ یہ کیفیتیں عارضی ہیں جلد ہی مجھے میرا کھویا ہوا رتبہ مل جائے گا اب تم بھی دل آزار باتیں کر رہی ہو؟ پھر مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے وری تم نے یہ کیسی باتیں کیں کیا تم سچ کہہ رہی ہو یہ باتیں نشتر بن کر میرے سینے میں اتری ہیں۔

میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے اب وہ وقت نہیں ہے کہ آپ کو اندھیرے میں رکھا جائے میں اس وقت آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتی جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے میں آپ کے ساتھ ہوں مجھے اپنا سہارا سمجھئے جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے آپ کے ایک اشارے پر میری جان قربان ہے مجھے حکم دیجئے سب کچھ چھین گیا تو کیا ہوا میں تو موجود ہوں اور میں آپ کے تمام دشمنوں سے نمٹنے کی طاقت رکھتی ہوں۔

نہیں وری۔ میں نے اپنی بے چینی چھپاتے ہوئے کہا ابھی اس کا

وقت نہیں آیا تمہاری مدد کی ضرورت نہیں میں کہتا ہوں تم بھی چلی جاؤ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میاں صاحب کے روٹھنے کے بعد بھی میں کیا کر سکتا ہوں میری ریاضتیں اور عبادتیں برباد ہو گئیں تو کیا غم میں اپنے مقصد کے حصول میں خود کو سچا سمجھتا ہوں اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کسی نے میرا خیال نہیں کیا میری پہاڑی والی روحانی قوتیں مجھ سے دور ہو گئیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں کوئی کمزور شخص ہوں میں اب بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں دری تمہارے بغیر بھی۔

درشہوار نے پہلی بار مجھے پاگلوں کی طرح دیکھا آپ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے ممکن ہے کچھ دیر بعد آپ اس کا احساس کریں کہ آپ نے کتنی بری باتیں کہہ دی ہیں انسان کو کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے آپ کی زبان سے کفر کی بو آرہی ہے توبہ کیجئے۔

توبہ کے دروازے تو بند ہو چکے ہیں دری۔ میں مضطرب ہو کر بولا
میرے لئے شاید نیکی کے راستے بند ہو گئے ہیں زندگی کے بیش قیمت
دن جس علم کے حصول میں گزارے تھے اب معلوم ہوتا ہے وہ بے کار
گئے میں نے خوشی کا کون سا لمحہ دیکھا مجھے اب آگے گھٹن ہی گھٹن
محسوس ہوتی ہے میں اب کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں جب تک
میں اپنے دشمنوں کو زیر نہیں کر لیتا سکون میرے لئے حرام ہے میں اسی
لئے پہاڑی سے چلا تھا اور دری سنو میرے سامنے ایک قوت ابھی باقی
ہے مجھے معلوم ہے وہ قوت تسخیر کرنے کے لئے مجھے کچھ قربانیاں دینی
ہوں گی لیکن میں ہر حالت میں اب چند فیصلے چاہتا ہوں میں خود کو
بدل رہا ہوں میں نئے سانچے میں ڈھل جاؤں گا اور تم دیکھو گی کہ میں
کیا کرتا ہوں جب تک یہ حساب بے باق نہیں ہو جاتا میرے
اعصاب پر بوجھ رہے گا میں ایک انسان ہوں جس کے پاس جذبات

ہیں جسے غصہ آتا ہے میں اب ایک عام آدمی ہوں جاؤ جا کر میرے
عقیدت مندوں سے کہہ دو کہ چھوٹے میاں صاحب علم و فضل کے
رتبے سے گر گئے ہیں اور یہ بھی کہہ دینا کہ نفس کو علیحدہ کرنے کے بعد
ہی کوئی میاں صاحب کی جانشینی کا خیال دل میں لائے نفس کے بغیر
ایک شخص۔

میں نے دیوانوں کی طرح قہقہہ لگایا تو قلعے کے بام و در گونجنے لگے
نفس کے بغیر ایک شخص ہاہاہا۔

میں پوچھ سکتی ہوں وہ کون سی طاقت ہے جس کا ذکر آپ نے مجھ سے
کیا ہے؟ جو مجھ سے زیادہ آپ کے اشاروں پر عمل کر سکتی ہے۔

وقت آنے پر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا میں تم سے کوئی بات نہ چھپاتا
لیکن ابھی مجھ سے نہ پوچھو تو بہتر ہے میں نے اس مرتبہ کسی قدر سکون
سے جواب دیا میں درشہوار کو راج کماری شیلا کی آتما کے متعلق کچھ بتانا

نہیں چاہتا تھا مجھے اندازہ تھا کہ اس سے ورمی پر بہت برا اثر پڑے گا وہ ہلکان ہو جائے گی اس لئے میں نے اسے کچھ نہ پوچھنے کی تلقین کی اور اکبر کی طرف متوجہ ہو گیا جو آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔

ان دنوں کو باقاعدہ ہوش میں آنے میں کچھ دیر لگی لیکن مجھے اپنے قریب زندہ و سلامت دیکھ کر دونوں کو اس قدر مسرت ہوئی کہ بیان نہیں کی جا سکتی وہ آنکھیں پھاڑے قلعے کی دیواروں کو اور ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے ان واقعات اور انسانیت سوز مظالم کی تفصیل سے یہاں گریز کیا جا رہا ہے جو اکبر اور ثمینہ نے ہمیں سنائے اکبر سے قلعے کا پتہ پوچھنے کے لئے ایس پی ماتھر اور پولیس کے دوسرے افسران نے ہر قسم کا ظلم روا رکھا تھا ثمینہ کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی وہ مجھ سے لپٹ لپٹ کر زار و قطار رونے لگی اکبر کا بھی یہی حال تھا میں ان دونوں کو اپنے سینے سے لگائے تسلی اور دلاسے دیتا رہا اکبر سے یہ

دل سوز واقعات سن کر میرے زخم اور تازہ ہو گئے میرے اشتعال کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور نہ قلم کو اتنی قدرت ہے کہ وہ میری کیفیت تحریر کر سکے۔

رات تک میں اکبر اور ثمینہ کے ساتھ رہا ان کی پیتا سنتا رہا اور دل جوئی کرتا رہا لیکن شام سے رات تک درشہوار چپ چاپ رہی غالباً وہ مجھ سے شاکی تھی اور میں اس سلسلے میں اسے کریدنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس روز میں نے نماز ادا نہیں کی درشہوار نے مجھے یاد بھی دلایا تو میں ٹال گیا رات کو اکبر اور ثمینہ قلعے کے ایک ویران حصے کی طرف چلے گئے تو درشہوار نے مغموم لہجے میں کہا میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دیجئے۔

درمی میں نے آہستگی سے کہا بخدا میں تم سے ناراض نہیں ہوں دوپہر

میں نے تمہارے متعلق جو نازیبا باتیں کی تھیں ان پر اب مجھے افسوس ہو رہا ہے تم میرے قریب ہوتی ہو تو مجھے تقویت رہتی ہے تمہاری غیر موجودگی میں میں نے جو صعوبتیں جھیلی ہیں وہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گی مجھے افسوس ہے میں نے تم سے درشت لہجے میں بات کی تم تو میرے زخموں کا مرہم ہو مگر تم دیکھ رہی ہو کہ میں کس قدر ٹوٹ گیا ہوں آدمی کو اپنوں سے تلخ باتیں کرنے کی جرات ہوتی ہے میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا دیکھو میں کیسی متضاد باتیں کر رہا ہوں اس کی وجہ میرا ذہنی انتشار ہے ممکن ہے آئندہ میں تم سے اس سے بھی زیادہ کڑوی باتیں کروں لیکن تم کوئی خیال نہ کرنا ایک دیوانے کی بڑ سمجھ کر میری باتیں نظر انداز کر دینا۔

در شہوار میرا جواب سن کر بے اختیار میرے سینے سے لگ گئی اور سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

آپ مجھے کبھی خود سے جدا نہ کیجئے گا میں آپ کی کنیز ہوں اور اسی طرح تمام زندگی آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں مجھے اس میں بے حد سکون ملتا ہے۔

تمہیں یہ شبہ کیوں کر ہو وری کہ میں تمہیں خود سے دور کر دوں گا میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا میرے دل میں اچانک اس شبے نے سر ابھارا کہ کہیں در شہوار راج کماری شیلا کی بے قرار روح کے ساتھ میری ملاقاتوں کے راز سے واقف تو نہیں ہوگئی۔

میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں اب باوا جان مجھ پر کچھ پابندیاں عائد کرنی چاہتے ہیں۔

دری۔ میں نے چونکتے ہوئے کہا میں نہیں سمجھا کیا میرے محسن ابو الحسن نے تمہیں میرے ساتھ رہنے سے منع کیا ہے؟ کیا ابو الحسن اتنے بدل گئے ہیں۔؟

یہ بات نہیں ہے درشہوار کے حسین وجمیل چہرے پر سوگواری کی کیفیت پیدا ہوگئی بات دراصل یہ ہے کہ باوا جان نے اپنے قبیلے کے ایک جن سے میرے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر رکھی ہے۔

او وہ میں نے سکون کا سانس لے کر کہا تو یہ بات ہے۔

اور یہ بات بڑی غیر معمولی ہے آپ تو جانتے ہے کہ ہمارے رسم و رواج کیا ہیں شادی کے بعد جو اخلاقی اور سماجی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں میں سوچتی ہوں کہ وہ میں نبھا نہ سکوں گی۔

مگر تمہیں ازدواجی مسرتیں حاصل کرنے سے خوش تو ہونا چاہیے دری میں نے زیر لب مسکرا کر درشہوار کی آنکھوں میں جھانکا تو اس کی آنکھیں کچھ اور نمناک ہو گئیں۔

جو لطف پرستش میں ہے وہ بھلا ازدواجی مسرتوں میں کہاں میسر آ سکتا ہے۔

پرستش تو ایک ایسے جذبے کو کہتے ہیں ورنی جو سچا ہو تو فاصلوں کی قیدو بندش بھی اس پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔

یقین نہیں آرہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں درشہوار نے حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا کیا آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ میں آپ سے دور ہو جاؤں کیا آپ مجھ سے واقعی خوش نہیں؟

میں نے سنجیدگی سے کہا تم نے غالباً کبھی نوری اور ناری کے فرق پر غور نہیں کیا۔

معلوم ہوتا ہے آج آپ کو یہ فرق بڑی شدت سے محسوس ہو رہا ہے درشہوار کے مخاطب میں طنز تھا۔

اس نے یہ بات کچھ ایسے درد بھرے انداز میں کہی کہ میں گھبرا گیا اس کے لہجے کی شدت نے مجھے بڑا متاثر کیا اور میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

ورنہ میں تو ٹوٹ چکا ہوں میں نے کہا کہ میں تو منتشر ہو گیا ہوں
میں تو بکھر گیا ہوں تم میری باتوں کا برا ماننے کے بجائے مجھے معاف
کر دیا کرو میں نہ جانے کیا کیا کہہ جاتا ہوں۔
میں سمجھ رہی ہوں مجھے آپ کی حالت کا اندازہ ہے درشہوار نے بڑی
عقیدت سے جواب دیا مجھے آپ سے کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں میں
خود بھی کبھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہوں۔
ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں درہ میں نے درہ کے شانے
تھپتھپاتے ہوئے کہا اور بستر پر نیم دراز ہو گیا درشہوار میرے سرہانے
بیٹھ کر میرا سر دبانے لگی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں وہ رات
بھر اسی طرح بیٹھی رہی میں نے کئی بار چاہا کہ وہ اٹھ کر چلی جائے
تو میں قلعے کے اس حصے کا رخ کروں جہاں راج کماری شیلا کی بے
چین روح اپنے محبوب کا انتظار کر رہی ہے راج کماری سے ملنے اور

اس کا حسین ترین چہرہ دیکھنے کے تصور میں نیند مجھ سے بہت دور تھی مگر درشہوار نے کوئی موقع ایسا نہیں دیا کہ میں اس رات پل بھی سکوں وہ ساری رات میرے سرہانے بیٹھی رہی اس گہری پرستش اور محبت کا میں کسی طرح متحمل نہیں ہو سکتا تھا اس حسین لڑکی کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ سفید لباس میں ملبوس یقیناً جنوں کی کوئی شہزادی معلوم ہوتی تھی آخر صبح ہوئی تو وہ میرے پاس سے ہٹی ثمینہ اور اکبر کی حالت اب کچھ کچھ درست ہو رہی تھی۔

یہ اس دن کوئی تین بجے سہ پہر کی بات ہے کہ ہمیں قلعے کے باہر گاڑیوں اور موٹروں کا زبردست شور سنائی دیا میں نے درشہوار کو تفتیش کے لئے باہر روانہ کیا تو معلوم ہوا مسلح پولیس نے بڑی تعداد میں قلعے کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا ہے تھوڑی دیر بعد ہمیں ہوائی فائرنگ کی آواز سنائی دی ثمینہ اور اکبر بہت سہم گئے تھے خود میں بھی اس یورش

سے خاصا پریشان ہو گیا تھا ور شہوار اجنہ قبائل سے مشورے کر رہی تھی اتنی دیر میں ہمیں لاؤڈ اسپیکر پر انسپکٹر شرما کی آواز سنائی دی۔

شاہد علی میں انسپکٹر شرما ہوں اگر تم اس قلعے میں چھپے ہوئے ہو تو خود کو ہمارے حوالے کر دو ہمارے ساتھ بیس گاڑیاں اور تقریباً پانچ سو مسلح سپاہی ہیں جو دوسری صورت میں قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے شاہد علی تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے پولیس نے چاروں طرف سے قلعہ گھیر لیا ہے بہتر ہے تم اپنے ساتھیوں سمیت خود کو ہمارے حوالے کر دو۔

اب کیا ہو گا۔؟ اکبر نے میرے بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اس بار وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے ثمینہ بھی بے حد خوف زدہ تھی۔

مجھے سوچنے دو اکبر میں نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا ہمیں جلدی کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔

اس عرصے میں دوبارہ شرما کی آواز آئی ہم تمہیں پندرہ منٹ دیتے ہیں شاہد علی تم ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے تم قانون کو مطلوب ہو قانون ہر جگہ تمہارا تعاقب کرتا رہے گا یاد رکھو تم پر قتل کا الزام ہے۔

شرما کی وارننگ کے بعد اجنہ قبائل کا بوڑھا شخص اسد اللہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت ہمیں حکم دیجئے۔

تم کیا کر سکتے ہو؟ میں نے اس سے پوچھا۔

ہم آپ کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیں گے مگر اس کے بعد بھی یہ بار بار قلعے کا رخ کریں گے میں چاہتا ہوں کوئی ایسی صورت ہو جائے کہ پولیس ہمیشہ کے لئے ادھر کا رخ کرنے سے تائب ہو جائے پولیس پر دہشت بٹھانے کا اس سے بہتر موقع ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔

در شہوار اس افتاد سے پریشان نظر آتی تھی وہ بوڑھے کے پاس آئی اور اسکے کان میں کچھ کہنے لگی۔

ہاں یہ ٹھیک ہے اس کی بات سن کر بوڑھا جن اپنے قبائلی انداز میں اچھلنے لگا حضرت ہم باہر جا رہے ہیں ہمیں یقین ہے پولیس اس کے بعد اس طرف کا رخ نہیں کریں گی۔

چند لمحوں بعد پھر انسپکٹر شرما کی آواز آئی شاہد علی! شہر میں فرقہ وارانہ فساد ہو گیا ہے اگر پولیس نے تمہیں مسلمانوں کے سامنے نہیں پیش کیا تو فساد کی آگ اور بھڑک جائے گی تم اپنی گرفتاری سے ہزاروں بے گناہوں کو قتل ہونے سے بچا سکتے ہو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے خود کو ہمارے سپرد کر دیا تو پولیس عدالت میں تمہاری معافی کی سفارش کرے گی بہتر ہے باہر آ جاؤ، تمہیں اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔

بوڑھا جن اور دوسرے اجنہ قلعے سے باہر جا چکے تھے ان کے ساتھ درشہوار بھی تھی شرما بار بار وقت بتا رہا تھا اور خطرناک دھمکیاں دے رہا

تھا ثمینہ اور اکبر کی تشویش ناک حالت دیکھ کر میں انہیں قلعے کے روشن
دان کی طرف لے گیا جہاں ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر ہم
باہر کا منظر دیکھ سکتے تھے مجھے معلوم تھا کہ اجنہ پولیس پر بلائے ناگہانی
بن کر ٹوٹ پڑیں گے اور جب یہ واقعہ پولیس کے بچے کھچے لوگ محکمے
کے ذمہ داروں کے سامنے بیان کریں گے تو وہ آئندہ میرے تعاقب
کی حماقت سے توبہ کر لیں گے جب ہم روشن دان کے نزدیک پہنچ
گئے تو ہم نے دیکھا کہ چاروں طرف مسلح سپاہی پوزیشن لئے کھڑے
ہیں ایک جیپ پر انسپکٹر شرما ہاتھ میں بھونپو لئے مجھے وارننگ دے رہا
تھا اور وقت بتا رہا تھا۔

ابھی پانچ منٹ کا وقفہ باقی تھا اور انسپکٹر شرما قلعے میں گھسنے کی دھمکی
دے رہا تھا کہ اچانک وہ تیورا کر گر گیا جیپ میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور
نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی تو وہ بھی اس طرح جیپ میں لڑھک

گیا جب کچھ سپاہی بندوق ہاتھ میں لئے ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے تو ان کا بھی یہی حشر ہوا پولیس اجنہ کو نہیں دیکھ سکتی تھی خود میں بھی انہیں اس وقت نہیں دیکھ سکتا تھا تھوڑی دیر بعد وہاں عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا صرف دس بارہ آدمیوں کے اس طرح اچانک چیخ مار کر گرنے اور چلانے کے بعد پولیس میں بھگدڑ رچ گئی انسپکٹر شرما کی جیپ ایک سپاہی نے سنبھال لی اور آنا فانا وہاں سے سب گاڑیاں روانہ ہو گئیں دور دور تک چیخ پکار ہوتی رہی گاڑیاں اس تیز رفتاری سے وہاں سے بھاگی تھیں کہ پانچ چھ سپاہی گاڑیوں سے گر پڑے تھے اور پیچھے والی گاڑیاں انہیں کچلتی ہوئی آگے نکل گئی تھیں اس خونی ہنگامے میں صرف آدھ گھنٹہ صرف ہوا۔

شروع شروع میں تو اکبر اور ثمینہ سہمے ہوئے تھے مگر جب انہوں نے اجنہ قبائل کے ہاتھوں پولیس والوں کا یہ حشر دیکھا تو ہنستے ہنستے ان کا برا

حال ہو گیا قلعے میں داخل ہوتے ہی اجنہ قبائل اور وردشہوار ہم سب کے سامنے ظاہر ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ وہ قہقہے لگاتے ہوئے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر ہماری طرف آ رہے تھے ان کے چہروں پہ فتح کے آثار تھے جنوں کا یہ قبیلہ یوں بھی مار دھاڑ اور ہنگامہ وفساد میں خاصی دلچسپی لیتا تھا اس وقت ان کے شوق کی تکمیل نے انہیں کچھ زیادہ سرشار اور سرمست کر دیا تھا آتے ہی انہوں نے اعلان کیا۔

حضرت آج رات اس دلچسپ معرکے کی فتح کے سلسلے میں ایک شاندار دعوت ہوگی۔

میں یہ دعوت آج رات ملتوی کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ مجھے راج کماری شیلا سے ملاقات کرنی تھی کل رات کی طرح میں یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا لیکن اجنہ قبائل کے اس احسان کے بعد انہیں ٹالنا کسی صورت میں مناسب نہ تھا اگر وہ لوگ اتنی تعداد میں نہ ہوتے تو اکیلی

ورشہوار کے لئے پولیس کی دسترس سے ہمیں بچانا بہت مشکل ہو جاتا اب یہ بات طے تھی کہ پولیس قلعے کا رخ کرتے ہوئے اچھی طرح سوچے گی پولیس کے پانچ سو سپاہیوں نے ہوش وحواس کے عالم میں یہ پراسرار اور نادیدہ افتاد دیکھی تھی۔

رات کو اجنہ قبائل کے نوجوانوں نے فتح سے واپس آنے کے بعد اپنے قبیلے کے رسم کے مطابق بھنے ہوئے گوشت کا اہتمام کیا اور نوجوان جنوں نے ایک ایسا رقص پیش کیا جو میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا میں رقص وموسیقی سے ویسے بھی دور رہا تھا مگر زندگی کا یہ انداز اور جوش وخروش دیکھ کر پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ نفس کشی واقعی کتنی بڑی قربانی ہے۔ دوسری رات بھی مجھے راج کماری شیلا سے ملاقات کا موقع نہیں مل سکا وہ روحیں اب میرے احکام کی تابع نہیں تھیں جو پہلے میرے وظائف پر حاضر ہو کر میرا ہر حکم بجا لایا کرتی تھیں میرے

وظائف میں کوئی اثر نہیں رہا تھا اب صرف ایک امید ہی باقی رہ گئی تھی میرے ذہن میں راج کماری شیلا کا تصور ابھرتا تھا اس کی روح نہ جانے کتنے زمانے سے ناآسودگی کی شاکی تھی میں اس کی روح سے وہ کام لینا چاہتا تھا جو الماس کی اور دوسری روحوں سے لیا کرتا تھا راج کماری شیلا کے ساتھ اس کی باندیوں کنیزوں اور محافظوں کی آتماؤں کا ایک پرا تھا جو میرے اشارے پر بڑے سے بڑا کام کر سکتا تھا۔

تیسری رات مجھے اس کا موقع مل گیا اس وقت میرے پاس کوئی نہ تھا درشہوار کے جانے کے بعد میں آہستہ سے اٹھا اور قلعے کے ویران حصے کی طرف قدم اٹھانے لگا شکستہ سیڑھیاں عبور کر کے میں طویل راہداری میں آ گیا آج اس حصے میں بڑی ویرانی اور اداسی نظر آ رہی تھی راج کماری کی کنیزیں اور دربان آج بھی مجھے وہاں ملے لیکن وہ سب بڑے سوگوار اور مضمحل نظر آ رہے تھے کسی نے مجھے نہیں روکا اور نہ ہی

کسی نے میرا استقبال کیا میں اس مغموم ہجوم سے گزر کر راج کماری
کے خاص کمرے تک پہنچ گیا راج کماری جو حسن میں اپنا ثانی نہیں
رکھتی وہ جو ایک روح تھی مگر مجھے اس حسین و جمیل روح سے جو لگاؤ ہو
گیا تھا وہ آج تک کسی سے نہیں ہوا تھا گزشتہ دنوں میں اکثر و بیشتر
راج کماری ہی کے بارے میں سوچتا رہا اس کے لئے میرے دل میں
کچھ ایسے جذبات پیدا ہو رہے تھے جو میں نے اس سے پہلے اس
شدت سے کبھی محسوس نہیں کئے تھے راج کماری اگر زندہ ہوتی تو کوئی
تعجب نہ تھا کہ میں اسے حاصل کرنے کے لئے تمام دنیا سے جنگ کر
لیتا حوالات میں جب وہ آئی تھی اس وقت بھی میرے دل میں اس
کے لئے طوفان اٹھا تھا اب اسی حور شمائل راج کماری کا کمرہ میرے
سامنے تھا وہ ہر روز رات کو قلعے کے اس حصے میں دربار سجاتی تھی وہ
پردیپ سے عشق کرتی تھی اور مجھے اس نے پردیپ کا درجہ دیا تھا اب

میں کسی صورت میں اس کی تردید نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے اس کے کمرے کا شکستہ دروازہ آہستہ سے دھکیلا اور اندر داخل ہوا تو وہ کمرہ مجھے اجڑا اجڑا سا نظر آیا راج کماری شیلا کسی خزاں رسیدہ درخت کی مانند ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑی خلا میں گھور رہی تھی دروازہ کھلنے پر اس نے میری طرف دیکھا۔

میں آ گیا ہوں راج کماری میں نے آہستہ سے اسے مخاطب کیا راج کماری شیلا ایسے چونکی جیسے اچانک گہرے خواب سے بیدار ہوئی ہو اس کے سوگوار چہرے پر ایک دم بہار آ گئی اس کا حسن یک لخت سے نکھر سا گیا مجھے غور سے سر سے پاؤں تک دیکھ کر وہ مترنم آواز میں بولی۔

مجھے وشواس تھا کہ تم ضرور آؤ گے پردیپ۔

ہاں شیلا میں آ گیا ہوں تم میرے دل میں اتر کر دیکھو میں اب بدل گیا

ہوں میں پردیپ ہو گیا ہوں زمانے کا وہ طویل فاصلہ اب رفتہ رفتہ گھٹ رہا ہے جو مجھے تم سے دور رکھے ہوئے تھا میں اپنے ماضی سے قریب آ رہا ہوں میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

پردیپ راج کماری فرط مسرت سے بے تاب ہو کر بولی کیا تمہیں گزری ہوئی باتیں یاد آ گئی ہیں۔

نہیں شیلا سچ تو یہ ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں آتا لیکن یہ کیا کم بات ہے کہ میں اپنے زہد و اتقا کے باوجود بے اختیار تمہاری طرف کھنچ رہا ہوں۔

تم پردیپ ہو............... تم نے دوسرا جنم لیا ہے ممکن ہے اس سے پہلے بھی تم نے کچھ اور جنم لئے ہوں بہر حال جو بھاگ میں لکھا تھا وہ پورا ہوا مجھے وشواس ہے کہ تمہیں پہلے جنم کی باتیں جلد یاد آ جائیں گی شیلا جذبات میں بولی تم آ گئے میرے لئے یہی سب کچھ ہے۔

یہ کہہ کر راج کماری میرے قدم چھونے لگی اس کے ہاتھ سرد تھے اس کا

جسم روئی کے گالے کی طرح نرم اور برف کی طرح ٹھنڈا تھا مگر وہ اتنی ہی حسین تھی جتنی حسین مجھے پہلی بار نظر آئی تھی یا جتنی حسین کوئی عورت ہو سکتی ہے میں اس کے قرب سے اپنے دل میں بے پناہ جذبات محسوس کر رہا تھا ایسے جذبات جن سے میں عموماً آشنا رہا تھا لیکن وہ تو ایک روح تھی............ مجھے معاً خیال آیا میں تو ایک روح کے سامنے کھڑا ہوں۔

اب تم میرے پاس سے نہ جانا راج کماری نے یہ جملہ بہت پیار سے کہا۔

میں بہت تھک گیا ہوں تمہارے اندر ڈوب جانا چاہتا ہوں لیکن میں سوچتا ہوں تم ایک آتما ہو اور میں ایک زندہ انسان میرا تم سے ملاپ اب اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں بھی تمہاری طرح بن جاؤں اور پھر ہم عالم ارواح میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں مجھے اب

تمہارے بغیر زندگی ادھوری لگتی ہے مجھے اس دنیا نے اتنے غم دیئے ہیں کہ اب کسی کے قرب میں پناہ نظر نہیں آتی شیلا مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارا پردیپ ہوں لیکن تم نے مجھے پردیپ کے طور پر قبول کر لیا ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔

تم پردیپ ہو تم وہ زندگی چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور میرے ساتھ رہنے کے لئے آتما کا روپ دھار لو آتما امر ہے یہ زندگی آنی جانی ہے تمہیں نہیں معلوم کہ روح جسم سے آزاد ہو کر کتنی بلند ہو جاتی ہے راج کماری شیلا کی آنکھوں میں چمک تھی۔

راج کماری مجھے اس زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں میں اب مرنا چاہتا ہوں میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تم وہ عظیم روح ہو جس نے اپنے محبوب سے اتنا عشق کیا کہ دوسری زندگی میں آتما کی زندگی میں بھی تم اسے نہیں بھلا سکیں مگر راج کماری فرض کرو اگر عالم ارواح میں

تمہارا اصل پردیپ تمہیں مل گیا تو میرا کیا ہو گا میں نے اسے چھیڑنے کے لئے کہا۔

میں ایک آتما ہوں پردیپ جب تم آتما کی شکل میں ڈھل جاؤ گے تو جسم کے بچھڑنے کے بعد تمہیں آتما کی غیر معمولی طاقتوں کا اندازہ ہو گا میری نگاہیں آتما کی نگاہیں ہیں وہ دھوکا نہیں کھا سکتیں مجھے معلوم ہے تم پردیپ ہو۔

میں پردیپ ہوں یا شاہد علی۔ مگر اب میں تمہارا ہوں میں نے ایک عزم سے کہا۔

اگر تم واقعی میرے ہو تو اپنی یہ زندگی ختم کر دو اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تمہارے لئے زندہ ہو جاتی.............. کہیں تمہیں اس زندگی سے بہت پیار تو نہیں زندگی سے سب کو پیار ہوتا ہے راج کماری نے پوچھا۔

میرے لئے اب زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں لیکن میں مرنے اور دوسری زندگی اختیار کرنے سے پہلے اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں تا کہ میری روح کسی انتشار کا شکار نہ رہے میرے ساتھ اس دنیا میں بڑے ظلم ہوئے ہیں میں اسی دنیا میں ان کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔

تم کس سے انتقام لینا چاہتے ہو۔............مجھے بتاؤ؟ راج کماری شیلا نے اپنا سرد ہاتھ میرے ہاتھوں سے مس کرتے ہوئے کہا۔

میں نے بے کم وکاست شروع سے آخر تک اپنی تمام سرگزشت سنادی رشیدہ کو پڑھانے کے واقعے سے لے کر قلعے میں آنے تک

............راج کماری میری عجیب وغریب آپ بیتی حیرت و استعجاب سے غرق رہی اس کے انہماک کی وجہ سے میرے بیان میں جوش پیدا ہو گیا میں نے اس سے کوئی جھوٹ نہیں بولا یہ واقعات

سناتے سناتے مجھے کئی گھنٹے گزر گئے راج کماری نے اس پر کسی شدید ردعمل کا اظہار نہیں کیا اس نے آہستگی سے صرف اتنا کہا پردیپ بھگوان کو یہی منظور تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ راج کماری میری المناک سرگزشت سننے کے بعد مشتعل ہو جائے گی اور میرے دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے الٹا مجھ سے مطالبہ کرے گی لیکن راج کماری کی حیرت انگیز خاموشی نے مجھے مایوس کر دیا میں نے اداسی سے اس سے کہا۔

تم کیا سوچ رہی ہو۔؟

میں سوچ رہی ہوں میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔

ارے تم بہت کچھ کر سکتی ہو شیلا تم ایک روح ہو اور تم نے ابھی کہا تھا کہ روح جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو جاتی ہے تم میرے لئے بہت کچھ کر سکتی ہو۔

میں نے آج تک صرف تمہارا انتظار کیا ہے میں نے اپنی آتما سے کوئی کام نہیں لیا مجھے بتاؤ میں کس طرح تمہارے کام آسکتی ہوں شیلا نے جھولپن سے کہا۔

تم ایک آتما ہو شیلا تم میرے دشمنوں پر قہر بن کر ٹوٹ سکتی ہو میں تمہیں بتاؤں گا کہ روحیں کیا کر سکتی ہیں وہ ان چلتے پھرتے انسانوں کو کس قدر پریشان کر سکتی ہیں تمہارے پاس باندیوں اور دربانوں کی آتماؤں کا ایک ہجوم ہے اگر یہ سب روحیں صرف ایک دن کے لئے میرے حکم کی تابع ہو جائیں تو میں تمہیں بتاؤں کہ ظالم انسانوں کو ایک لمحے میں کیسی اذیت ناک سزائیں دی جا سکتی ہیں میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔

مجھے بتاؤ پردیپ میں تمہارے لئے ان لوگوں سے کس طرح نمٹوں شیلا نے پھر اسی جھولپن سے کہا۔

شیلا تمام واقعات میں نے تمہیں سنا دیئے ہیں میں بیرسٹر راشد حسین ،اونکار ناتھ، رشیدہ اور دوسرے نابکاروں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری روحانی طاقتیں زائل ہو گئیں تو کیا ہوا میرے پاس اب بھی بہت کچھ ہے............میرے پاس میری شیلا ہے میں نے اعتماد اور محبت سے اسے دیکھا۔

شیلا مشتاق نظروں سے مجھے دیکھتی اور میری باتیں سنتی رہی۔

سنو شیلا تم اونکار ناتھ راشد حسین اور رشیدہ کے پاس جاؤ اور میرے ان دشمنوں کی صورت دیکھ کر خود فیصلہ کرو کہ انہیں کون سی سزا دی جائے شیلا جب تک یہ لوگ کسی بدترین صورت حال سے دوچار نہیں ہو جاتے میں ہمیشہ بے چین رہوں گا اور اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم مجھ سے دور رہو گی معلوم نہیں پھر ہمارا ملاپ کب ہو۔

میرے پردیپ۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے لئے میں وہ

سب کچھ کروں گی جو تم چاہتے ہو میں ابھی وہاں جاؤں گی۔ میرے لئے فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے میں دیکھوں گی کہ میری آتما تمہاری آتما کو کتنا شانت کر سکتی ہے لیکن تم اس کے بعد مجھ سے بچھڑ تو نہیں جاؤ گے۔

نہیں شیلا۔ میں اب اپنے اختتام تک آپہنچا ہوں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے جلد ملوں گا۔

میں نے راج کماری سے اجازت چاہی رات خاصی گزر چکی تھی میں نے رخصت ہونے سے پہلے اسے اپنے سینے سے لگایا اور دیوانہ وار اس کے برفیلے ہاتھوں کو بوسے دیئے چلتے ہوئے میں نے کہا اب ہماری جدائی کے دن ختم ہونے والے ہیں۔

پردیپ۔ راج کماری سسکتی ہوئی بولی میں ان لوگوں کو دیکھنے جا رہی ہوں جنہوں نے تمہیں دکھ پہنچایا ہے میں کل رات تمہاری منتظر رہوں

گی تم آؤ گے نا۔؟

ہاں شیلا میں ضرور آؤں گا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا اور اسے اداس چھوڑ کر قلعے کے اس حصے سے باہر آیا جہاں ہم سب ٹھہرے ہوئے تھے درشہوار میرے بستر کے قریب بیٹھی تھی اسے دیکھ کر میرے قدم اچانک رک گئے میں نے اس سے پوچھا تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔

ہاں مگر آپ کہاں گئے تھے درشہوار نے سوال کیا۔

میں یوں ہی ذرا قلعے کے ویران حصے کی طرف چلا گیا تھا میں نے اسے ٹالنا چاہا اور اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ پوچھتی میں نے کہا اب مجھے نیند آرہی ہے تم بھی سو جاؤ میں نے اپنے ان جملوں کا تاثر دیکھنے کے لئے درشہوار کا چہرہ نہیں دیکھا اور چادر اوڑھ کر لیٹ گیا معلوم نہیں درشہوار کب وہاں سے گئی۔

کوئی دس بجے دن کے قریب مجھے اکبر نے جھنجھوڑ کر جگایا اتنی دیر میں

اٹھنے کی وجہ سے مجھ پر خفت طاری ہو گئی تھی جتنی دیر میں سویا رہا میرا
ذہن منتشر رہا میں نے عجیب ہولناک خواب دیکھے کبھی میں نے دیکھا
کہ میں چاندنی رات میں بادبانی کشتی پر سوار دریا کی سیر کر رہا ہوں
،راج کماری شیلا میری گود میں سر رکھے لیٹی ہے کبھی میں ہولناک
چہروں کے بتوں میں خود کو گھیرا ہوا پاتا ہوں کبھی میاں صاحب مجھے
اجنبی نظروں سے گھورتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی میں طوفانی ہواؤں
میں خود کو بے بسی سے ناچتے ہوئے دیکھا غرضیکہ میں پریشان پریشان
اور الجھے الجھے خواب دیکھتا رہا جس وقت اکبر نے مجھے جگایا اس وقت
بھی میں راج کماری شیلا کے ساتھ کوئی دریا پار کر رہا تھا۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو ثمینہ اور رد شہوار کو بھی اپنے قریب پایا ثمینہ
کی نگاہوں میں خون کی سرخیاں تیرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اس کی
نگاہوں میں محبت اور عقیدت کے بجائے نفرت تھی اور چہرے پر

شدید کرب کے آثار۔

شاہد میاں اٹھو دن چڑھ آیا ہے اکبر نے خشک لہجے میں کہا۔

کیا ہوا...... تم لوگوں نے مجھے کیوں اٹھا دیا میں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔

مجھے احساس ہے یقیناً تم رات کو جاگے ہو گے اکبر نے طنز کرتے ہوئے کہا شاہد میاں تم میرے دوست بھی ہو اور محسن بھی میں نے ہمیشہ تمہاری عزت بھی کی ہے مگر اب مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ تم اپنے مقام سے گر گئے ہو۔

میں نے آنکھیں ملتے ہوئے حیرت سے اکبر کو دیکھا اسکی بات کا مفہوم میری سمجھ سے بالاتر تھا اکبر نے اس لہجے میں کبھی مجھ سے بات نہیں کی تھی میں نے اس سے کچھ پوچھنا چاہا لیکن ثمینہ بول پڑی اس کی آواز غصے کی شدت سے لرز رہی تھی۔

بھائی صاحب میں نے آپ کو بھائی کہا ہے ثمینہ بھائی ہی سمجھتی رہوں گی رشیدہ باجی نے جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا ہے میں نے اس پر ہمیشہ انہیں لعن طعن کی ہے لیکن میں پوچھتی ہوں باجی کے معصوم بچوں نے آخر آپ کا کیا بگاڑا ہے۔

میں الجھ رہا تھا اکبر اور ثمینہ کیا کہہ رہے تھے میری سمجھ میں نہیں آ سکا میں نے تعجب سے پوچھا اکبر میں نہیں سمجھ سکا کہ تم لوگ کس بات پہ مجھ پر شاکی ہو مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔

خدا کے لئے بھائی جان انجان نہ بنئے۔ ثمینہ تیزی سے بولی میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ گڈو اور بے بی کو معاف کر دیجئے وہ معصوم اور بالکل بے قصور ہیں آپ رشیدہ باجی کو جو چاہیں سزا دیں میں اف نہ کروں گی لیکن ان معصوم بچوں پر رحم کیجئے بھائی جان۔

اکبر میرے چہرے کے تاثرات غور سے پڑھ رہا تھا ثمینہ کے خاموش

ہوتے ہی بولا۔

شاہد میاں ابھی ابھی درشہوار نے ہمیں بتایا ہے کہ رشیدہ کا ذہنی توازن اچانک بگڑ گیا ہے اور اس کے بچے موت کے قریب ہیں درشہوار شہر کی طرف گئی تھی تاکہ پیر سر راشد حسین اور اونکار ناتھ کے شر انگیز منصوبوں کا پتہ چل سکے مگر تم اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے تم کچھ جانتے ہی نہیں۔

بتائیے بھائی صاحب آپ اتنے سنگدل کب سے ہو گئے ثمینہ میرا ہاتھ تھام کر رقت بھرے لہجے میں چیخی آپ جیسے بزرگ نے ان معصوموں پر یہ ظلم کیوں کیا یہ کون سا انتقام ہے ان معصوموں نے آپ کا کیا بگاڑا تھا انہیں اپنے عتاب سے بچا لیجیے بھائی صاحب چاہے آپ مجھے سزا دے لیں میں آپ کو خدا رسول کا واسطہ دیتی ہوں آپ چپ کیوں ہیں خدا کے لئے کچھ کیجیے۔

ثمینہ رو رو کر اور ہاتھ جوڑ کر فریاد کر رہی تھی اکبر کی نگاہوں میں میرے لئے شدید نفرت جھلک رہی تھی لیکن میں گنگ سا ان لوگوں کے درمیان کھڑا تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں انہیں کیا جواب دوں مجھے معلوم تھا کہ راج کماری نے میرا انتقام لینے کے لئے رشیدو کے بچوں کو اور اسے سب سے پہلے اپنا شکار بنایا ہے اس واقعے سے جہاں مجھے دکھ تھا وہیں راج کماری شیلا کے اس فوری طور پر ردعمل سے خوش بھی تھا اس وقت مجھے پھر اپنی معصوم بہن اور ماں باپ یاد آ گئے جیل کے سات سال اور ذلت و رسوائی کے وہ کربناک دن جنہیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا میں ان لوگوں کو کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہ تھا راج کماری کی مضطرب روح اب میری غلام بن چکی تھی میں اس کی غیر مرئی طاقت کے ذریعے اپنے دشمنوں کو ہولناک حالات سے دوچار کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

میں ادھر اپنے ہی خیالات میں مستغرق تھا ادھر ثمینہ بین کر رہی تھی درشہوار نے اسے مجھ سے علیحدہ کیا میں وہاں سے جانے کے لئے ہٹا ہی تھا کہ اکبر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا شاہد میاں تم انسان تھے درندے کیسے بن گئے اکبر کی آواز کانپ رہی تھی۔

میں تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا میں نے تلخی سے جواب دیا ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ کسی اور ہی طاقت کا کرشمہ ہے میں تمہیں پھر کسی وقت تفصیل سے بتاؤں گا تم اس وقت ثمینہ کو سنبھالو۔

اکبر جذباتی ہو گیا تھا میں اسے میں اسے سمجھانے بجھانے کے بعد باہر آ گیا قلعے سے باہر آ کر میں نے دیکھا کہ درشہوار افسردہ سے میرے پیچھے آ رہی ہے۔

دری میں نے اسے دیکھ کر کہا مجھے بتاؤ تم نے وہاں کیا دیکھا۔؟

میں رات بھی وہاں گئی تھی پورے شہر میں فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں لوگ پولیس سے آپ کو طلب کر رہے ہیں ہندوؤں کے مکانات مسلمان اور مسلمانوں کے مکانات ہندو جلا رہے ہیں پنڈت اونکار ناتھ شہر سے غائب ہے پولیس کے کئی افسران معطل ہو گئے ہیں سارا شہر آگ اور خون کی لپیٹ میں ہے جب میں صبح بیرسٹر راشد حسین کے گھر گئی تو وہاں میں نے دیکھا کہ رشیدہ کی ذہنی حالت بگڑ گئی ہے اور اس نے اپنے دونوں بچوں کو مار مار کر موت کے قریب کر دیا ہے لیکن یہ سب کیسے ممکن ہوا۔ درشہوار مجھے حیرت سے دیکھ کر بولی میاں صاحب کے روٹھ جانے کے بعد تو آپ کی طاقت..........

تم میری طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکو گی دری۔ میں نے درشہوار کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا تم دیکھتی رہو ابھی کیا ہوتا ہے ابھی تم اور بہت سے عبرت ناک اور اذیت ناک خبروں کی منتظر رہو۔

درشہوار تحسین آمیز نظروں سے گم سم کھڑی مجھے دیکھنے لگی میں نے دریا کے کنارے اپنے منہ پر پانی کے چھپکے مارے اور مسرت کے اظہار کے طور پر کچھ چھینٹے درشہوار کی طرف اچھال دیئے اس نے میری یہ چھیڑ خانی دلکش نظروں سے دیکھی نہ جانے وہ اپنے دل میں کیا سوچ رہی ہو۔............دوپہر ہوگئی تھی مگر مجھے شدت سے رات ہونے کا انتظار تھا۔

جب رات آئی تو میں سب کی نظروں سے بچ کر باہر نکل گیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سب لوگ سو گئے ہیں تو میں راج کماری کے پاس پہنچا وہ سیڑھیوں پر میری منتظر تھی میں نے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا اور ہم دونوں اسی کمرے میں چلے گئے جہاں راج کماری کی روح بسیرا کرتی تھی۔

پردیپ............آؤ تمہیں اروپ دیوتا کے درشن کراؤں اس نے

میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

راج کماری شیلا کی آتما میرے پہلو میں تھی اور میں ایک شکستہ طاقچے کی طرف بڑھ رہا تھا اس طاقچے کا رنگ امتداد زمانہ سے اڑ چکا تھا میں اپنے خیالات میں غرق تھا اور حیران تھا کہ راج کماری کون سے اروپ دیوتا کے درشن مجھے کرانا چاہتی ہے لیکن اب میں اس مرحلے پر پہنچ چکا تھا جہاں عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور جنون اس کی جگہ لے لیتا ہے راج کماری نے طاق کے قریب پہنچ کر مسکراتی نظروں سے دیکھا اور ایک عجیب عقیدت اور شان سے طاق میں رکھی ہوئی سنگ مرمر کی ایک خوبصورت چھوٹی سی مورتی اٹھا کر مجھے دکھائی۔

اروپ دیوتا۔ راج کماری شیلا نے وہ چھوٹی سی مورتی عقیدت سے چومتے ہوئے کہا دیوتا کو پرنام کرو پردیپ۔

اروپ دیوتا، میں جیسے خواب سے بیدار ہو گیا میں نے حیرت سے پتھر

کی وہ مورتی جو ہندوؤں کے کسی دیوتا کی تھی دیکھتے ہوئے شیلا سے دریافت کیا یہ اروپ دیوتا ہیں؟

ہاں.........ارے تم اروپ دیوتا کو بھی نہیں پہچانتے کتنے بدل گئے ہو تم شیلا نے معصومیت سے کہا۔

شیلا میں قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا میں دیوی دیوتاؤں پر اعتقاد نہیں رکھتا میں ایک مسلمان ہوں تم یہ مورتی پھر سے طاق پر رکھ دو۔..........

راج کماری کو اس طرز عمل کی توقع نہیں تھی وہ میرا جواب سن کر لرز نے لگی اس نے اپنی حسین آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند کر لیں اور کانوں پر ہاتھ رکھ لئے...........وہ مجھے متعجب نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی یہ تم کیا کہہ رہے ہو پردیپ.......... تمہیں اپنا پچھلا جنم کیوں یاد نہیں آتا۔ وہ زمانہ تمہیں یاد نہیں آتا؟ جب تم دیوی دیوتاؤں

کا برا مان کرتے تھے اروپ دیوتا کی یہ مورتی تم ہی نے مجھے کاشی سے واپس آ کر دی تھی یاد کرو پردیپ۔

یقین کرو شیلا مجھے کچھ یاد نہیں آر ہا ہاں صرف اس قدر یاد آتا ہے کہ تم اس لڑکی کے مطابق ہو جس کے خواب میں بچپن اور نو جوانی میں دیکھا کرتا تھا جس وقت سے میں نے عبادت و ریاضت اختیار کی ہے کسی عورت کے متعلق نہیں سوچا تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے اور یوں بھی میں آواگون کا قائل نہیں ہوں اسکے باوجود میں تمہارے لئے اپنے دل میں بے پناہ کشش محسوس کرتا ہوں میں محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے جیسے تم مجھ سے بے حد قریب رہی ہو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں اس گزشتہ جنم کی کوئی یاد نہیں مانتا میں تو اسے تم سے ہونے والی شدید محبت کا سبب سمجھتا ہوں لیکن اگر تم یہی سمجھتی ہو کہ میں تمہارے پچھلے جنم کا کوئی محبوب ہوں تو میں تمہارا یہ

خیال مسترد نہیں کروں گا کیونکہ اس سے تمہاری دل شکنی ہوگی۔

تم نے دوسرا جنم لیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تم سب کچھ بھول گئے ہو مگر یہی بات میرے لئے بہت ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو میرے لئے اپنی موجودہ زندگی قربان کر دینی چاہتے ہو مجھے وشواس ہے کہ تمہیں سب کچھ یاد آ جائے گا میں نے اروپ دیوتا سے لو لگائی ہے میں ایک زمانے سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں میں بڑی ابھاگن ہوں راج کماری شیلا نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

میرا حال عجیب تھا گو مجھے اپنی موجودہ زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور میں نے بہت مصائب و آلام اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب راج کماری شیلا کی مضطرب روح کو سکون پہنچانے کے لئے خود بھی روح کے قالب میں ڈھل جاؤں گا میں اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کر لوں گا اور دوسری دنیا میں چلا جاؤں گا جو ہر شخص کی آخری

منزل ہے میں نے راج کماری سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس دنیا میں چند ظالم لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد اس سے آملوں گا مجھے اپنے دل کا یہ احوال لکھنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ راج کماری شیلا کے والہانہ التفات اس کے ہوشربا حسن اور اس کے لہجے کی حسرت ویاس نے مجھے اس سے بہت قریب کر دیا تھا لیکن ان تمام اعترافات کے باوجود یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اروپ دیوتا کو شناخت کر لیتا اور اس پتھر کے بت کے سامنے اپنی عقیدت کا اظہار بھی کرتا میں راج کماری کی مسلسل ضد کے بعد بھی خود کو اس امر پر آمادہ نہ کر سکا کہ اتنی دور چلا جاؤں حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ اس طرح میں راج کماری کی آتما کو صدمہ پہنچا رہا ہوں اور وہ مجھ سے کسی بھی لمحے بدظن ہو سکتی ہے اس کے ناراض ہونے کے بعد میں کہیں کا نہ رہتا میرے سارے خواب ادھورے رہ جاتے میں کچھ بھی نہ کر پاتا نہ درشہوار کے سامنے

فخر سے گردن اٹھا سکتا تھا نہ پنڈت اونکار ناتھ کو کوئی سبق سکھا سکتا تھا
نہ راشد حسین اور رشیدہ سے کوئی انتقام لے سکتا تھا چنانچہ میں ایک
عجیب کشمکش میں گرفتار ہو گیا تھا مانا کہ میں اپنے مسلک سے پھر گیا تھا
میرے تمام عقیدت مند مجھ سے بچھڑ گئے تھے وہ پہاڑی میاں
صاحب وہ فضیلتیں، سب کچھ مجھ سے چھن گیا تھا لیکن اب ایسا بھی
نہیں تھا کہ میں اروپ دیوتا کے سامنے احترام سے سر جھکا دیتا ایسی
صورت میں کہ آپ اپنی کسی عزیز ہستی کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ
بڑی حسین اور معصوم ہو اس کے ایثار و قربانی سے آپ متاثر ہوں آپ
کس طرح اس کا دل توڑ سکتے ہیں اور پھر ایسی صورت میں کہ وہی آپ
کا واحد سہارا بھی ہو وہی آپ کا مرکز و محور ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا کہ میں راج کماری کے سامنے کس مثبت ردعمل کا اظہار کروں کس
طرح اس نازک صورت حال سے پہلو بچاؤں اور مفاہمت کا وہ کون

سارخ اختیار کروں جو شیلا کو مطمئن کر دے اور مجھے بھی

..........سو میں نے کہنا شروع کیا۔

شیلا..........اگر آواگون کوئی حقیقی امر ہے تو یہ بات بھی تمہیں تسلیم کرنی چاہیے کہ پردیپ کی شکل میں آنے سے پہلے ممکن ہے میں کسی اور علاقے کسی اور مذہب میں پیدا ہوا ہوں مجھے اس گم گشتہ جنم کی کوئی بات یاد نہیں تو پردیپ کے جنم کی بات کیسے یاد رہ سکتی ہے ہر شخص اپنے جنم سے عبارت ہے جس میں وہ سانس لیتا ہے میں نے ایک خاص اندر مسلک اور عقیدے سے اس جنم میں اپنی زندگی بیتی ہے مجھے یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ میں اروپ دیوتا کے سامنے سر جھکاؤں میں نے اپنے مذہب میں بت شکنی سیکھی ہے بت پرستی نہیں سیکھی میری ماں بہن میرے خاندان میرے ماحول نے پورے یقین کے ساتھ یہ بات باور کرائی ہے کہ..........بتوں کو پوجنا کفر ہے میری عزیز شیلا

میں نے اس کی کمر کے گرد حلقہ تنگ کرتے ہوئے کہا تم جانتی ہو کہ مجھے پچھلے جنم کی پراسرار باتیں قبول کرنے میں ابھی وقت لگے گا اور تم کیوں اس پر اصرار کرتی ہو میں تو خود اس زندگی سے ناتا توڑ رہا ہوں اور ابدی و لافانی عالم ارواح میں منتقل ہونے کے لئے بے چین ہوں وہاں میں تمہارا ہوں گا صرف تمہارا اگر ابھی تم مجھے مجبور نہ کرو۔

راج کماری نے میری باتیں آنسوؤں کے ساتھ سنیں تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے میں تمہیں کسی بات کے لئے مجبور نہیں کرتی تمہارا موجودہ روپ چاہے کچھ ہو لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ تم پردیپ ہو اور اب مجھے دوبارہ مل گئے ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم نے اب سے پہلے اپنی موجودہ زندگی میں کیا کیا لیکن پردیپ اب تم میرے ہو میں تمہیں بات یاد دلاؤں گی میری بات سنو۔ وہ جنم بہت سندر تھا تم ایک بڑے راج کمار تھے اور میں ایک راج کماری تھی

ہم دونوں ایک دوسرے سے پریم کرتے تھے اروپ دیوتا کے سامنے ہم نے ہمیشہ ساتھ رہنے کی قسم کھائی تھی حیرت ہے کہ تم اب اروپ دیوتا سے اتنے ڈرتے ہو اروپ تو بڑے مہان شکتی والے اور پریم کرنے والے دیوتا کا نام ہے میں تمہیں بتاؤں کہ اروپ دیوتا کی مدد کے بغیر ہم اپنے سب سے بڑے دشمن اونکار ناتھ کو زیر نہیں کر سکتے میری آتما میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ میں اس مہان پنڈت کو کوئی نقصان پہنچا سکوں۔

کیا مطلب؟............ تم کیا کہہ رہی ہو شیلا؟............ کیا پنڈت اونکار ناتھ آسمان پر رہنے والی آتماؤں کی دسترس سے بھی دور ہے میں نے جھنجھلا کر کہا۔

ہاں پردیپ............ آتمائیں گیانی دھیانی منشوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اس سلسلے میں دیوتا ہی کچھ کر سکتے ہیں میں آج رات اونکار

ناتھ کی تلاش میں گئی تھی اس نے پاربتی دیوی کے مندر میں ایک جاپ شروع کر دیا ہے اب میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی شیلا نے مایوسی سے کہا۔

میری حالت غیر ہو گئی تھی ایسا معلوم ہوا جیسے کہیں قریب کوئی زلزلہ آ گیا ہو راج کماری شیلا نے مجھے دل گرفتہ دیکھ کر میرا ہاتھ تھام لیا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے برف پر ہاتھ رکھ دیے ہوں میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا میں صرف اس کی صورت اور طاق میں رکھی ہوئی اروپ دیوتا کی مورتی دیکھ رہا تھا۔

پردیپ اروپ دیوتا کی شکتی مہان ہے اگر دیوتاؤں کا آشیرواد تمہارے ساتھ رہا تو ہم سپھل ہو جائیں گے اروپ دیوتا کو ناراض نہ کرو اس مورتی کی پوجا کرو دیوتا تم سے راضی ہو جائیں گے اور تمہاری ساری آسائشیں پوری ہو جائیں گی شیلا نے مجھے سمجھایا۔

میں یہ نہیں کر سکتا شیلا میرا دل نہیں مانتا میں نے صاف صاف کہہ دیا۔..........

تمہارے دیوتا تم سے ناراض ہو گئے ہیں تم اپنے دشمنوں کو کبھی شکست نہیں دے سکتے میں بھی کچھ نہیں کر سکتی پر نتو اب وہ سمے آ گیا ہے کہ اروپ دیوتا ان پاپیوں کو سزا دیں........ اروپ دیوتا کا ساتھ رہا تو دھرتی کی کوئی شکتی بھی تمہیں پریشان نہیں کر سکے گی اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اس زندگی میں ہمیشہ بے چین رہو گے اور تمہاری آتما بھی میری طرح مضطرب رہے گی آتما کا دکھ تم نہیں جانتے جو انسان اس دنیا میں اپنا حساب چکا جاتے ہیں ان کی آتمائیں بڑی شانت رہتی ہیں اور جن کا اس دنیا سے کوئی بن کوئی سلسلہ برقرار رہتا ہے وہ ہمیشہ اشانت رہتی ہیں اس دنیا میں مجھے تمہارا غم رہ گیا تھا یہی وجہ ہے کہ میں اب تک پریشان تھی آتما کا یہی دکھ کیا کم ہے کہ وہ اپنی مرضی سے

اس دنیا میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتی جب جسم سے آتما کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہ ٹوٹ ہی جاتا ہے جسم میں مقید آتما کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ ایک دوسری دنیا بھی موجود ہے اس کی قید کی کیفیت عارضی ہے جب آتما جسم سے بچھڑ جاتی ہے تو وہ دونوں دنیاؤں کا گیان رکھتی ہے اور اس لئے بڑے دکھ میں رہتی ہے جب وہ اس دنیا میں کسی جسم کے ساتھ رہتی ہے تو اسے صرف اسی دنیا کا گمان ہوتا ہے دوسری دنیا کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا تم نہیں جانتے کہ اگر تمہارا اس دنیا سے کوئی رشتہ رہا تو تمہاری آتما کتنی پریشان رہے گی میں تمہارے سامنے ہوں میرا حال دیکھو میری مانو میرے ساتھ اروپ دیوتا کے استھان پر چلو وہ یہاں سے بہت دور ہے میں تمہیں اپنے ساتھ ہمالیہ کے دامن میں لے چلوں گی وہاں تم اروپ دیوتا کے چرنوں میں سر رکھ کر بنتی کرنا وہ تمہیں آشیرباد دیں گے وہ بڑی

اچھی جگہ ہے وہاں تمہیں سکون ملے گا اروپ دیوتا کسی کو مایوس نہیں کرتے پھر شیلا نے اروپ دیوتا کی غیر معمولی صفات اس کے استھان اور اس سے اپنی گہری عقیدت کے بارے میں ساری تفصیلات جوش وخروش سے بتائیں۔

کمرہ آج بہت سجا ہوا تھا مگر ماحول اداس تھا میں راج کماری اور اروپ دیوتا کے ذکر سے توجہ ہٹا کر کچھ سوچنا چاہتا تھا میرے ہوش و حواس معطل ہو چکے تھے ذہن پر ایک عجیب کرب کا عالم طاری تھا فکر کی کوئی ایک سمت متعین نہیں ہونے پا رہی تھی میں نے راج کماری کی زلفیں ہاتھ میں لے کر چومنی شروع کر دیں ایک لمحے بعد وہ مجھے اپنے بستر پر کھینچ لائی اور رشیدہ اور اس کے بچوں کا حال سنانے لگی اس نے راشد حسین کے بارے میں ایک حیرت انگیز انکشاف کیا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے اسے آنکھوں سے محروم اور مفلوج کر آئی ہے رشیدہ کے

دونوں بچے چل بسے ہیں اور رشیدہ ان کے غم میں دیوانی ہو گئی ہے

میں یہ خبر سن کر ششدر رہ گیا اور میرے ذہن کو اتنا سکون ضرور ملا کہ

اونکار ناتھ نہیں تو کم از کم راشد حسین اپنے انجام کو ضرور پہنچ گیا ہے

راج کماری اپنی کل اور آج کی روداد اس دل نشین انداز سے سنا رہی

تھی اور میری طرف اس طرح متوجہ تھی جیسے اسے اس کے ان

کارناموں پر بھرپور داد دوں گا میں نے اسے اپنے اور قریب کر کے

ستائش و تحسین کا اظہار کیا۔

میں رات بھر نزع کی کیفیت میں مبتلا رہا راج کماری کا نرم و گداز

قرب اسکا جنون اور شوق بھی میرے منتشر خیالات کو سکون نہ پہنچا سکا

راج کماری شیلا میری اس کیفیت سے بہت گھبرائی ہوئی نظر آ رہی تھی

اس نے یہ کہہ کر سکوت توڑنے کے لئے کہا بتاؤ پردیپ تم اروپ

دیوتا کے پاس کب چل رہے ہو۔؟

اروپ دیوتا میں نے چونک کر اسے دیکھا اور حسرت بھرے لہجے میں جواب دیا راج کماری کل میں تمہارے پاس آؤں گا اور پھر ہم طے کریں گے کہ اروپ دیوتا کے پاس جانا مناسب ہے یا نہیں۔

اور میں جو تم سے کہہ رہی ہو راج کماری ضد کر کے بولی تم ایک بار چل کے دیکھو کاش میں تمہیں یاد دلا سکتی کہ کبھی تم خود اروپ دیوتا کے کس قدر گن گایا کرتے تھے۔

میں تمہارے ساتھ چلوں گا آخر میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا مگر میں تمہیں کل بتاؤں گا میں اتنا بڑا قدم سوچے سمجھے بغیر نہیں اٹھا سکتا تھا۔

کل کیوں ابھی کیوں نہیں راج کماری بچوں کی طرح بولی۔

اس لئے میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اس لئے کہ میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں میں اپنا ذہن ہموار کرنا چاہتا ہوں۔

اس انکار و قرار میں صبح ہونے لگی میں نے راج کماری سے اجازت چاہی اس دن راج کماری کے انداز میں بڑی التجا تھی وہ پہلے سے کہیں زیادہ مغموم معلوم ہوتی تھی چلتے وقت اس نے مجھ سے آئندہ شب آنے کا وعدہ لیا اور میں اس کے سرد ہاتھوں کو بوسہ دے کر وہاں سے بوجھل قدموں سے رخصت ہو گیا۔

راج کماری کی داسیاں ابھی تک وہاں موجود تھیں میں قدم بڑھاتا اس ویران حصے سے نکل کر اس طرف آ گیا جہاں میرا قیام تھا مجھے یقین تھا کہ اکبر اور ثمینہ قلعے کے اس حصے میں ہوں گے جوان کے لئے مخصوص تھا جس وقت میں اپنے گوشہ تنہائی کی طرف آیا تو ٹھٹھک کر رہ گیا درشہوار بے چینی سے وہاں ٹہل رہی تھی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو تیزی سے میرے قریب آ کر بولی۔

آپ کہاں چلے گئے تھے میں آپ کو پورے قلعے میں تلاش کرتی رہی

میرے ذہن میں طرح طرح کے خدشات ابھر رہے تھے میں آپ کے لئے بڑی پریشان تھی۔

میرے لئے میں نے اجنبیت سے کہا میرے لئے پریشان ہونا چھوڑ دو دری مجھے اب ان باتوں سے صدمہ ہوتا ہے۔

آپ۔ یہ آپ کہہ رہے ہیں اس کی نظروں میں شکایت تھی اس کے ایک ایک لفظ میں ہزاروں سوالات چھپے ہوئے تھے میں اس کے چہرے پر بہت بے قراری اور اضطراب دیکھ رہا تھا۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے دری تم نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے میں پہلے ہی تمہارا احسان مند ہوں اب تم میرے لئے پریشان نہ ہوا کرو۔

آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ یہ آپ کہاں گئے تھے بتا کر تو جاتے؟

جانتی ہو میں کہاں گیا تھا؟ میں نے اسی لہجے میں کہا۔

کہاں؟ ورشہوار نے بھولپن سے پوچھا۔

میں روحوں سے ملنے گیا تھا۔

روحوں سے؟ کہاں؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔

چند بے تاب اور بے قرار روحوں سے اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں جلد ہی اس جسم سے تعلق توڑ رہا ہوں میں عالم ارواح میں پہنچ کر روحوں کی دائمی رفاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ کچھ شریف روحیں ازل سے میرے ساتھ ہیں میں ان سے بچھڑ گیا تھا اب میں ان سے مل گیا ہوں بس یہی میری روداد ہے میں نے زہر خند سے کہا۔

آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔؟

ہاں تم تو یہ سمجھتی ہوں کہ اب بھلا میرا روحوں سے کیا تعلق؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ ذرا شہر میں جا کر دیکھو جہاں وہ کمینہ راشد حسین رہتا ہے وہ اپنی آنکھوں سے محروم اور سر سے پاؤں تک مفلوج ہو چکا ہے میری

محبوب روحوں نے رشیدہ کے بچوں کو ہمیشہ کے لیے اس سے جدا کر دیا ہے اور نکارنا تھ بھی جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور پھر میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔

درشہوار نے قریب آ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا مجھے سچ سچ بتائیے کہ آپ کہاں گئے تھے؟

گویا میں اب تم سے جھوٹ بھی بولنے لگوں گا میں نے حقارت سے کہا۔

نہیں آپ غلط سمجھے دراصل آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں درشہوار نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا دری تم جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو ہو سکے تو ثمینہ اور اکبر کو ساتھ لیتی جاؤ میری تم سے صرف اتنی درخواست ہے کہ تم ان کی نگہداشت کرتی رہنا یہی ایک آخری احسان تم مجھ پر کر سکتی

ہو۔

آپ کی ایسی حالت کا تو میں تصور بھی کر سکتی تھی آپ تو بالکل مایوس ہو گئے ہیں درشہوار نے اداسی سے کہا۔

تم سچ کہہ رہی ہو۔ میں واقعی مایوس ہو چکا ہوں ایک زمانے میں میاں صاحب میرے ہمدرد تھے اب انہوں نے مجھ سے پردہ کرلیا ہے ابو الحسن اور اجنہ کی ایک فوج میری عقیدت مند تھی اب انہوں نے بھی نگاہیں پھیر لی ہیں میرے تمام عقیدت مند مجھ سے دور ہو چکے ہیں اب میں دیکھ رہا ہوں کہ اکبر اور ثمینہ بھی مجھ سے کترانے لگے ہیں میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں ان بدطینت اور شیطان لوگوں کو سزا دینا چاہتا تھا جنہوں نے اس دنیا میں کمزور انسانوں پر ظلم کرنا اپنا اشعار بنا رکھا ہے میرے متعلقین نے مجھ سے تعاون کرنے کے بجائے میرے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کرلیا ہے اب مجھے یہاں کی ہر چیز ہر بات

مصنوعی اور بے اعتبار لگتی ہے یہ دنیا ایک ناٹک ہے ایک دھوکا ہے

ایک تم میری ہمدرد رہ گئی ہو تم بھی کب تک مجھ سے آس لگائے رکھو گی

اب تو میں ایک روح ہوں میں بھی انہی روحوں میں سے ایک

ہوں جاؤ دری تم اپنے بابا کے پاس جاؤ اور جا کر شادی کر لو اپنا گھر

بساؤ کاش میں تمہیں کوئی دعا دے سکتا مگر آہ! اب تو میں اس کا بھی اہل

نہیں رہا میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

آپ کی باتوں سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا میں نے ایسا نہیں سوچا تھا

کہ آپ اس قدر بدل جائیں گے میری بات چھوڑیئے میں تو ہمیشہ

آپ کے ساتھ رہوں گی آپ مجھے خود سے کیوں جدا کر رہے ہیں

درشہوار نے رقت آمیز لہجے میں کہا کم از کم مجھ پر تو اعتماد کیجئے۔

دری۔ میں نے بہت غور و فکر کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے یقین کرو اس

دنیا سے میرا دل اچاٹ ہو چکا ہے میں مر جانا چاہتا ہوں مجھے مر جانے

دو میں نے ٹوٹ کر کہا۔

درشہوار پر سکتہ طاری ہو گیا وہ بت بنی میری صورت تکتی رہی اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مجھے احساس تھا کہ میری ان باتوں سے اس کے نازک احساسات پر ضرب لگی ہو گی لیکن اب میں اپنے سر پر کوئی بوجھ نہیں رکھنا چاہتا تھا درشہوار چند ثانیے اسی جگہ کھڑی رہی وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی آخر وہ روتے روتے بولی آپ نے خود اپنے آپ پر توبہ کے دروازے بند کر لئے ہیں میں نے آپ سے لاکھ کہا کہ آپ پہاڑی پر واپس چلیں آپ نہیں مانے آپ نے بزرگوں کی شان میں گستاخی کی آپ نے اپنے عظیم مسلک کو بڑے آسانی سے خیر باد کہہ دیا آپ نے اپنی غلام روحوں سے ایسے کام لینے شروع کر دیئے جو آپ کو زیب نہیں دیتے تھے آپ نے خود کب کسی کا خیال کیا ہے آپ باوا جان کو بھول گئے اور انتقام

کے جذبے میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ آپ نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا آپ کی وجہ سے کتنے بے گناہ انسانوں کا خون ہوا کتنے عقیدت مند آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گئے آپ نے خود اپنا اعلیٰ اور مقدس شعار چھوڑ دیا آپ نے نماز تک چھوڑ دی نہ جانے آپ کو کیا ہو گیا ہے ....درشہوار ایک دم پھٹ پڑی۔

تم مجھ پر فرد جرم عائد کر رہی ہو میں نے طنزاً کہا۔

یہ فرد جرم نہیں حقائق ہیں وہ حقیقتیں جو آپ جیسے عالم و فاضل بزرگ کو ضائع کر گئیں درشہوار کے لہجے میں تلخی پیدا ہو گئی تھی۔

میں رات بھر جاگتا رہا ہوں دری اب تک جو ہوا سو ہوا اب میری واپسی ممکن نہیں ہے میں سونا چاہتا ہوں تم اس وقت مجھے سونے دو کچھ اور اہم فیصلے کرنے کے لئے مجھے تنہائی کی ضرورت ہے خدا کے لئے تم چلی جاؤ یہ بات میں نے بڑی تلخی سے کہی تھی پھر میں نے اپنے چہرے

پر چادر ڈال دی اور در شہوار کی موجودگی سے بے پرواہو کر سو گیا پھر مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب وہاں سے گئی۔

مجھے کوئی دس بجے صبح اکبر نے اچانک جگا دیا رات بھر کی بیداری کی وجہ سے اب تک میری نیند نہیں پوری ہوئی تھی چنانچہ اکبر کی یہ جسارت مجھے بری لگی میں اسے جھڑک دینا چاہتا تھا لیکن ضبط کر گیا میں پچھ کہے بغیر اپنے جسم پر سے چادر ہٹا کر اٹھا اور قلعے کے باہر دریا کا رخ کیا وہاں کے نیلے اور صاف شفاف پانی میں نہا کر میرے جسم میں کسی قدر چستی آگئی اور میں نے قلعے میں آ کر ناشتہ کیا ثمینہ اور اکبر کے تیور سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی اہم بات کہنے کے لئے میری فراغت کے منتظر تھے درشہوار ایک ستون سے سر لگائے اداس اور مضمحل کھڑی تھی اس کا شاداب چہرہ کمھلایا ہوا تھا اکبر اور ثمینہ بھی پہلو بدل رہے تھے ان تینوں سے بے پرواہ ہو کر میں ناشتے میں مصروف رہا جب میں فارغ ہو گیا تو اکبر میرے قریب آیا اور کسی قدر بے نیازی سے کہنے لگا میں تم سے پچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

کہو میں نے مختصر جواب دیا مجھے توقع تھی کہ وہ بیرسٹر راشد حسین کے بارے میں کچھ کہے گا۔

شاہد میاں۔ باتیں تو بہت ہیں لیکن اب میں کچھ نہیں کہوں گا مجھے اب اپنی دوستی پر اعتبار نہیں رہا اور شاہد اب وہ لمحہ آ چکا ہے کہ میں دوستی کے تقاضے پورے نہ کر سکوں۔

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا صاف صاف کہو کیا کہنا چاہتے ہو آج کا دن میری زندگی کا اہم دن ہے تم سے کچھ کھل کر باتیں ہو جائیں تو اچھا ہے میں بھی کچھ اہم فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے معلوم ہے تم کیا فیصلے کرنا چاہتے ہو تم نے فیصلے تو بہت پہلے کر لیے تھے تمہاری اسی غلط طرز فکر کا خمیازہ تو ہم سب کو بھگتنا پڑ رہا ہے اکبر کے لہجے میں آج بڑی تندی اور ترشی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ تم سب کو میری وجہ سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا

میں تم سے معذرت خواہ ہوں اگر تم مجھے معاف کر سکتے ہو تو کر دو...........میں نے طنزاً کہا لیکن میری درخواست ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ رہ کر مزید مصائب اٹھانے کے بجائے مجھ سے دور ہو جاؤ اسی میں تمہاری عافیت ہے اور اسی طرح تم مزید مصائب سے نجات پا سکتے ہو۔

میں یہی بات تم سے کہنا چاہتا تھا لیکن میرا خیال ہے آخری بار مجھے تم سے ایک التجا کرنے کا موقع نہیں کھونا چاہیے اس کے باوجود کہ اپنی درخواست کی بے اثری سے باخبر ہوں پھر بھی میں تم سے یہ

درخواست کروں گا کہ تم اپنے طور طریق ،فکر اور انداز پر نظر ثانی کر لو تو بہتر ہے اکبر نے یہ درخواست اسی تلخ لہجے میں کی۔

تمہارے مشورے کا شکریہ میں ضرور نظر ثانی کروں گا، میں نے اس کی بات کو اہمیت نہ دیتے ہوئے کہا۔

میں وہ بات ضرور کہنا چاہتا ہوں جو تم سے جدا ہوتے وقت دوست اور بھائی ہونے کی حیثیت سے مجھے کہنی چاہیے نہیں تو میرے دل میں ہمیشہ ایک خلش رہے گی سنا ہے تم نے بیرسٹر راشد حسین کی آنکھیں بینائی سے محروم کر دی ہیں اور اس کا جسم مفلوج کر دیا ہے میں اسے تمہاری سفلی خواہشات کی انتہا کہوں گا تم نے رشیدہ کے معصوم بچوں کو زندہ در گور کر دیا ہے اس طرح تمہارے انسانیت سوز جذبہ انتقام کو تسکین مل گئی اب اسے دھمکی نہ سمجھو تو میں کہوں کہ تم او نکار ناتھ کو زچ نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ نہیں کہ تم اپنی فضیلتیں کھو چکے ہو بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ بزرگان دین کو تمہاری سزا اور انتقام کا یہ انداز پسند نہیں تم بار بار ناکام ہوئے ہو اس خیال کو دل سے نکال دو تو بہتر ہے تم پستی کے راستے پر اتنی دور چلنے کے باوجود تو بہ کر سکتے ہو اگر تمہیں کچھ بھی نہ ملا تو بھی کم از کم تمہارا دل تو اس بات پر مطمئن رہے گا کہ تم نے

اپنے طور پر گناہوں کی معافی چاہی تھی۔

اکبر۔میں نے گرج کر کہا یہ باتیں سنتے سنتے میں تھک چکا ہوں اب میرے لئے ان میں کوئی کشش نہیں رہ گئی ہے میرا کوئی مستقبل نہیں میں نے علی الصبح درشہوار کو بتا دیا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں موت میری منتظر ہے اب نصیحتوں کا وقت گیا میرے دوست باتیں کچھ اور ہو گئی ہیں میں تمہیں کیا بتاؤں۔پھر میں نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کی جاؤ ثمینہ کے ساتھ ایک نئی زندگی بسر کرو درشہوار تمہارے ساتھ ہے ان کی موجودگی میں تم پر کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

مگر ہم تمہیں چھوڑ کر کیسے جائیں اکبر نے یہ بات جذبات میں ڈوب کر کہی تم نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔

تم جا سکتے ہو میں خود آج یا کل یہ قلعہ چھوڑ دوں گا میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اکبر نے نرمی سے کہا۔

یہ بات مجھ سے نہ پوچھو اکبر ممکن ہے کہ آئندہ ہماری تمہاری ملاقات کبھی نہ ہو ہمیں خوش دلی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہونا چاہیے میں نے حسرت سے کہا۔

اکبر میرے اس لہجے پر گریہ کرنے لگا اس کی ساری کدورت اور بیان کی تلخی میری شکستہ گفتگو کے بعد ایک دم کافور ہوگئی درشہوار سراسیمہ کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی وہ کچھ نہیں بول سکی۔

دوسری طرف ثمینہ اپنے باپ کی تباہی کا حال سن کر آہ وزاری کر رہی تھی اس وقت سارا ماحول سوگوار ہو گیا تھا۔

میں تمہیں کسی مصیبت میں دیکھنا نہیں چاہتا شاہد میاں اب بہت ہو چکا اب بھی تم مان جاؤ، آؤ ہمارے ساتھ چلو یا پھر ....

اکبر نے اس روح فرسا ماحول کا سکوت توڑا۔

اکبر نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تو میں نے کہا پھر..........؟ تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے۔؟

کیا کہوں اور کیا نہ کہوں تم نے کہنے کے لئے چھوڑا ہی کیا ہے اکبر نے منتشر اور پریشان لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے پھر ہم بھی یہاں سے نہیں جاتے ہم اسی قلعے میں محصور رہیں گے اور تمہارے تزکیہ نفس کی دعائیں کرتے رہیں گے ہم اس حالت میں تمہیں اکیلا بھی تو نہیں چھوڑ سکتے۔

نہیں اکبر میں خود یہاں سے جانے والا ہوں بخدا میں تم سے خود کہنے والا تھا کہ تم درشہوار کے ساتھ چلے جاؤ تم نے بساط سے بڑھ کر میرا ساتھ نبھایا ہے میں نے طنزاً نہیں بلکہ حقیقی احسان مندی سے یہ جملے کہے۔

ہم دونوں میں اس مسئلے پر بہت دیر تک بحث وتکرار ہوتی رہی اکبر نے میری متغیر حالت دیکھ کر بیرسٹر راشد حسین کے بارے میں پھر کوئی ذکر نہیں کیا میں نے طے کرلیا تھا کہ آج میں انہیں بہر صورت رخصت کر دوں گا اکبر شروع میں تو بہت تلخ و ترش رویئے کے ساتھ آیا تھا مگر میری اداس گفتگو سن کر اس کی ساری تلخی اور تیزی آنسوؤں اور التجاؤں میں ڈھل چکی تھی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس نے آخر تک مجھے بہت سمجھایا لیکن میں نے اس کی کوئی بات نہیں مانی دوپہر تک میں اور وہ ایک دوسرے سے الجھے رہے آخر اکبر کو میں نے اس امر پر آمادہ کر ہی لیا کہ وہ وقاعہ چھوڑ دے میں نے اس سے کہا کہ بھلا تم کب تک میرا انتظار کرو گے۔؟

جب اکبر نے چار و ناچار میرے شدید اصرار کے باعث جانے پر آمادگی ظاہر کر دی تو میں نے درشہوار کی طرف دیکھا مجھ میں اس سے

بات کرنے کی ہمت نہیں تھی پہلی بار مجھے اس پر بہت ترس آیا اور میرا
جی چاہا کہ میں اسے گلے سے لگا کر رخصت کروں خوب روؤں اور
کہوں کہ میری جان الوداع ،میری دری الوداع ۔لیکن میں کچھ بھی تو
نہ کہہ سکا میں بس اسے دیکھتا رہا وہ بھی مجھے صرف ٹکٹکی باندھے دیکھتی
رہی اس کی آنکھوں میں ہزاروں شکوے تھے لاکھوں گلے تھے وہ
جنوں کے ایک اعلیٰ قبیلے کی حسین وجمیل لڑکی جو مجھ سے محبت کی
دعوے دار تھی جس نے میری خاطر اپنے باپ اور قبیلے کو چھوڑ دیا تھا
اب وہ مجھ سے رخصت ہو رہی تھی مجھے احساس تھا کہ یہ میری اور اس
کی آخری ملاقات ہے اس برتاؤ کے بعد اب وہ کبھی مجھے نہیں ملے گی
دوپہر کے کھانے کے بعد وہ سب رخصت ہو گئے یہ منظر بڑا دلدوز اور
دلخراش تھا اکبر بے حال ہوا جا رہا تھا درشہوار نظر ملاتے ہوئے کترا رہی
تھی میرا خاندان مجھ سے رخصت ہو رہا تھا میرے لوگ مجھ سے جدا

ہو رہے تھے ایک بار تو میرے جی میں آئی کہ میں انہیں روک لوں ورنہ یہ سب بکھر جائیں گے نہ جانے کیا ہوگا لیکن میں نے خود پر قابو پایا اور آنکھوں میں آنسو لائے بغیر انہیں اجنہ قبائل کی سرکردگی میں رخصت کر دیا میں قلعے کے دروازے تک انہیں چھوڑنے گیا میں درشہوار کی وہ نظر کبھی نہیں بھول سکتا جو اس نے آخری مرتبہ میرے چہرے پر ڈالی تھی میرے سالہا سال کے رفیقوں کا وہ قافلہ اشکوں اور آہوں کے ساتھ مجھ سے دور ہوتا گیا اور میں قلعے کی دیوار پر چڑھ کر انہیں دیکھتا رہا آخر جب وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو گئے تو میں قلعے میں واپس آ گیا اور میں نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا لیا۔

اب قلعے میں کوئی نہیں راج کماری شیلا کی جلوہ کارگاہ عشق رات کو جتی تھی اور رات ابھی دور تھی تھوڑی دیر پہلے اس قلعے میں کتنی چہل پہل تھی مگر اب وہ محض ویرانیوں کا مسکن تھا اور صدیوں پہلے کا کوئی

قبرستان معلوم ہوتا تھا اور میں شکستہ قبروں کا محافظ ایک آزردہ خاطر شخص یہ تنہائی میں نے خود اختیار کی تھی اس لئے کوئی خاص پریشانی محسوس نہیں کر رہا تھا البتہ مجھے اس طرح کچھ سوچنے کا موقع مل گیا تھا راج کماری شیلا سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق مجھے رات کو وہاں جانا تھا اب مجھے اچھا نہیں لگا تھا میرا دل چاہتا تھا کہ سورج کبھی طلوع نہ ہو صرف رات رہے اور میں اس شاہی طرب گاہ میں راج کماری کے ساتھ اپنی زندگی کی مسرت انگیز ساعتیں گزارتا رہوں در شہوار کے جانے کے بعد مجھے اس کا خیال آیا وہ بھی مجھ سے انتہائی اور آخری جذبوں کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرتی تھی لیکن اس کے ضمن میں میرے لئے ہمیشہ ایک رکاوٹ اور ایک جھجک رہی اس نے میرے اچھے دن میرے علم و فضل کے دن دیکھے تھے اس نے ضبط نفس اور پاکیزگی نفس کے موضوع پر میرے طویل بیانات سنے تھے اس نے

میرا او ور رنگ دیکھا تھا جس میں اس قسم کے جذبوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس کے لئے کئی بار میرے دل میں طوفان اٹھا تھا لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی جھجک محسوس ہوتی تھی کوئی نہ کوئی امتناع مجھ پر غالب آجاتا تھا کوئی نہ کوئی روک ہمیشہ میرا دامن کھینچ لیتی تھی میں اس کا سبب جانتا تھا اور وہ یہ کہ میں نے اس سے ہمیشہ فضیلت و بزرگی ہی کی باتیں کی تھیں اس نے میرے علم و فضل اور بزرگی کا ارتقا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا راج کماری ملی تو اس نے مجھے ایک نئی زندگی سے روشناس کرایا اس نے اپنے عشق کا عملی مظاہرہ کیا وہ مظاہرہ جس سے میں اب تک محروم رہا تھا ور شہوار کے جانے کے بعد میں راج کماری سے خاص ربط کا جواز ڈھونڈ رہا تھا۔

ایک حسین روح مجھ پر غالب آگئی تھی مجھ پر؟ جی ہاں ایک ایسے شخص پر جو ایک لمبی مدت سے لوگوں کو ضبط نفس کی تلقین اور نفسانی خواہشوں

سے بچنے کی ہدایت کر رہا تھا۔

اچھا ہوا یہ لوگ چلے گئے لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا واقعی میں اپنے مسلک سے منحرف ہو جاؤں؟ کیا مجھے راج کماری شیلا کی آتما کی ہدایت کے مطابق اروپ دیوتا کے استھان پر جانا چاہیے جو ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے؟ مجھ پر اس خیال ہی سے لرزہ طاری ہو گیا میں نے خود پر لاحول پڑھی میں بتوں کے آگے جھکنے اور ان سے کوئی درخواست کرنے کا خیال ہی دل میں نہیں لا سکتا تھا مانا کہ میری عبادت اور ریاضت چھوٹ چکی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں پتھر کے بے جان مجسمے پوجنے لگوں اور ان سے لطف و کرم کی بھیک مانگوں اگرچہ میرا خدا مجھ سے روٹھ گیا تھا لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اس رحیم و کریم کے رحم و کرم سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جاتا اور انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے مجسموں کی پوجا شروع کر دیتا میرا

ذہن ایسے خلفشار سے دو چار تھا کہ اس کی کیفیت بیان کرنی مشکل ہے پھر میں نے سوچا میں راج کماری سے کہوں گا کہ وہ خود اروپ دیوتا کے پاس جائے اور اپنے طور پر اس سے میرے لئے رحم کی طلب کرے پھر مجھے خیال آیا کہ اگر میں نے راج کماری سے یہ کہہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے بتوں پر اپنے یقین کا اظہار کر دیا ہے نہیں نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور پھر کیا یہ ضروری ہے کہ اروپ دیوتا راج کماری کی درخواست قبول کر ہی لے اس طرح تو میں نادانستگی میں آہستہ آہستہ دیوتاؤں کے قادر ہونے کے فریب میں مبتلا ہو رہا ہوں کیا دیوتا واقعی کوئی اہمیت رکھتے ہیں اگر اہمیت نہ رکھتے تو آخر اونکار ناتھ جیسے ذلیل لوگ کیسے وجود میں آتے؟ راج کماری اس عقیدت سے ان کا ذکر کیوں کرتی دیوتا یقیناً بہت کچھ کر سکتے ہیں میرا دماغ جلنے لگا نہیں یہ سب فرسودہ باتیں ہیں ان میں کوئی

سچائی نہیں ہے میں ایک کامل مذہب کا پیروہوں میری نظر میں یہ سب کفر کی باتیں ہیں اونکارناتھ ایک جادوگر ہے وہ بدروحوں کا عامل اور جادوئی عمل کا ماہر ہے میں یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ بتوں کے سامنے سر جھکاؤں میں یقیناً اس فعل پر موت کو ترجیح دوں گا مر جاؤں گا اور راجکماری شیلا کی آتما سے عالم ارواح میں ملوں گا سوچتے سوچتے میں اپنے حواس کھو بیٹھا مجھے یاد نہیں آرہا تھا کہ اس دن میں نے دوپہر سے لے کر رات تک ایک ہی جگہ بیٹھ کر کیا کیا سوچا کیا کیا مسترد کیا مجھ پر جنون طاری تھا میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔

سوچتے سوچتے میں اچانک بڑبڑانے لگتا اور میری آواز قلعے میں گونجنے لگتی تو مجھے احساس ہوتا کہ میں اس وقت جنونی کیفیات میں مبتلا ہوں رات تک اجنتہ قبائل میں سے کوئی واپس نہیں آیا تھا اس رات مجھے کھانا دینے کے لئے بھی کوئی نہیں تھا میں قلعے سے باہر نکلا

دریا کے کنارے پہنچ کر سیر ہو کر پانی پیا اور دوپہر کا بچا ہوا کھانا تلاش کرنے لگا وہاں کچھ نہیں تھا صرف چند برتن پڑے ہوئے تھے اور قلعہ سنسان تھا جب چاند نے آسمان پر تسلط جما لیا اور سورج مکمل طور پر غروب ہو گیا تو میں دھڑکتے دل سے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں میری راج کماری آغوش پھیلائے میری منتظر تھی میں نے سوچا کہ میں راج کماری سے درخواست کروں گا کہ وہ اونکار ناتھ کو سزا دینے کی کوئی صورت خود نکالے اگر وہ انکار کرے گی تو اسی وقت اس کے سامنے ہی خودکشی کر کے اپنی موجود زندگی کا خاتمہ کر دوں گا دوپہر سے رات تک مسلسل سوچتے رہنے سے اعصاب پر گہرا اثر پڑا تھا اور میں کچھ مشکوک سا کچھ وسوسے دل میں لئے اپنے ایمان و یقین میں کچھ تغیر سا محسوس کرتا ہوا اس طرف جا رہا تھا اب کوئی نہیں تھا جو میرے آوارہ خیالوں کی تردید کرتا میں اپنی فکر کا مختار تھا میرے ذہن نے

نفس کی خواہش کے مطابق فیصلے کئے تھے اور میں انہی فیصلوں کے نرغے میں راج کماری کے گوشۂ عشق کی طرف بڑھنے لگا آگے بڑھا تو راہداری سنسان تھی وہاں کوئی بھی نہیں تھا ویرانی دیکھ کر میرا دل ہولنے لگا آج یہ سارے لوگ کہاں گئے نہ دربان، نہ باندیاں نہ کنیزیں، یہ کیسی خاموشی ہے یہ سب لوگ کہاں غائب ہو گئے۔؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا میں نے تیزی سے راہداری عبور کی اور بھاگتا ہوا راج کماری کے خاص کمرے کی طرف بڑھا وہاں بھی مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی ہر چیز شکستہ ہر شے ویران تھی یہ کیا ہو گیا جب میں اپنا مضطرب دل سنبھالے ہوئے راج کماری کے کمرے میں داخل ہوا تو وہاں مجھے ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں صدیوں سے کوئی رہتا ہی نہیں تھا کل تک یہ کمرہ حجلۂ عروسی کی طرح سجا ہوا تھا اور اب ایسی ویرانی کا منظر پیش کر رہا تھا جس کا تصور بھی نہیں کیا

جا سکتا تھا میں کمرے میں ادھر اُدھر گھوما طاق میں مجھے اروپ دیوتا کی
سنگ مرمر کی مورتی نظر آئی اور مجھے محسوس ہوا جیسے اروپ دیوتا کا بے
جان مجسمہ میری بوکھلاہٹ اور بے بسی پر مسکرا رہا ہو میں نے وہاں سے
نظریں ہٹا لیں اور وحشت کے عالم میں کمرے سے باہر نکلا اور بے
اختیار ہو کر پوری قوت سے راج کماری کو آوازیں دینی شروع کر دیں
لیکن کسی طرف سے میری پکار پر کوئی جواب نہیں آیا میری آواز
میرے ہی کانوں سے آٹکراتی تھی یہ سب لوگ کہاں گئے میں بری
طرح چیخا تم کہاں گئیں راج کماری؟ دیکھو میں آیا ہوں میں تمہارا
پردیپ میں پردیپ ہوں پکارتے پکارتے میرا گلا بیٹھ گیا اور میں نے
جنون کے عالم میں گریبان پھاڑ لیا میں آدھی رات تک وہاں بیٹھا
راج کماری اور اس کی کنیزوں کا منتظر رہا لیکن وہاں کوئی نہیں آیا اور
جب مجھے ہر طرف سے مایوسی نے گھیر لیا تو میں وہاں سے چلا آیا اجنہ

قبائل ابھی تک واپس نہیں آئے تھے میں بستر پر دراز ہو گیا نیند بھلا کیسے آتی میں رات بھر کروٹیں بدلتا رہا اور میرا ذہن راج کماری کی اچانک گمشدگی کے بارے میں نہ جانے کیا کیا قیاس آرائیاں کرتا رہا اسی کرب واضطراب میں صبح ہو گئی اور میری زندگی کی سب سے مایوس صبح طلوع ہوئی میں رات بھر جاگتا رہا تھا اور رات بھر وحشت میں راج کماری شیلا کو پکارتا اور اسے قلعے کے دور بام میں ڈھونڈتا رہا تھا اکبر ثمینہ اور درشہوار کے جانے کے بعد ناشتے یا کھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا رات کو بھی میں بھوکا سویا اور صبح ناشتے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا قلعے سے دور دور تک آبادی کا نام ونشان نہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ کہیں قریب جا کر میں اپنے پیٹ کا دوزخ بھر لیتا قلعے کے سامنے دریا تھا اسی کے صاف وشفاف پانی سے ناشتہ ہو سکتا تھا میں نے نہار منہ پیٹ بھر کر پانی پیا اور پانی میں سر ڈال کر

بوجھل دماغ کو سکون پہنچانے کی ناکام کوشش کرنے لگا میرا خیال تھا کہ اجنہ قبائل شام تک آ جائیں گے لیکن ساری رات گزر چکی تھی کہ اجنہ قبائل کا دور دور تک پتہ نہ تھا میرے لئے ادھر اُدھر گھومنے کے سوا اب کوئی کام نہیں تھا مجھے معلوم تھا کہ ادھر سے گاہے گاہے خانہ بدوشوں کے قافلے گزرتے ہیں لہذا میں نے یہ سوچا کہ شاید انہی لوگوں سے مدد حاصل کر سکوں یہ سوچ کر میں بار بار قلعے سے باہر جاتا تھا اتفاق سے اس دن کوئی قافلہ بھی نہیں گزرا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور اتنے تسلسل سے کیوں ہو رہا ہے

..............راج کماری شیلا کی آتما اچانک کہاں چلی گئی ہے وہ مجھے اروپ دیوتا کے پاس لے جانے کے لئے مصر تھی اور اسی وجہ سے میں نے اپنے عزیز ترین رفیقوں کی جدائی برداشت کی تھی

..............اس نے مجھ سے رات کو آنے کا پختہ وعدہ کیا تھا اب میں

کیا کروں اور کہاں جاؤں مجھے رات کا پھر شدت سے انتظار تھا اور جب ایک نہایت طویل دن گزارنے کے بعد رات آئی تو میں بے تابی سے ان سیڑھیوں پر چڑھا جہاں سے گزر کر راج کماری شیلا کا صدیوں پرانا دربار سجتا تھا لیکن میری آنکھیں غم سے بھیگ گئیں میں نے آج بھی وہاں کل جیسی ویرانی اور وحشت ناکی دیکھی میں گزشتہ رات کی طرح آج بھی ساری رات راج کماری کے انتظار میں اس کی چوکھٹ پر سر رکھے روتا رہا اور ٹھنڈی آہیں بھرتا رہا .... آخر کار صبح ہو گئی اور میں وہاں سے ناکام و نامراد واپس آ گیا۔

دو دن ہو چکے تھے میرے معدے میں ایک کھیل تک اتر کر نہیں گئی تھی بھوک کی شدت اور سمجھ میں نہ آنے والی صورت حال نے مجھے ہلا کر رکھ دیا بھلا صرف پانی پی کر کب تک گزارا ہوتا دوپہر کے بعد جب

میری حالت بالکل ناقابل برداشت ہوگئی اور پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہوگیا تو میں اس مونس غم گسار دریا کے کنارے پہنچا جہاں مجھے بڑا سکون ملتا تھا لیکن آج دریا کی روانی اور اس کا نیلگوں پانی بھی بے کیف نظر آرہا تھا پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کروں مجھے زندگی میں کبھی مچھلیاں پکڑنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے مچھلیوں کے شکار کے لئے کوئی چیز میسر نہیں تھی نہ کانٹا نہ جال جال کا خیال آیا تو میں بھاگ کر قلعے کے اندر گیا اور اپنے اوڑھنے کی ایک بوسیدہ چادر لے کر دریا کے کھلے پانی میں کھڑا ہوگیا میں نے دونوں ہاتھوں سے چادر پھیلا دی اور اس کا ایک حصہ پاؤں سے دبا لیا۔ میں ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں کثرت سے مچھلیاں ملنے کا امکان تھا یہ طریقہ صبر آزما اور جان لیوا ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت موزوں بھی تھا پھر بھی کوئی مچھلی میری طرف نہیں پھٹک رہی تھی بھوک

بڑی شدت کی تھی میں اپنے قریب مچھلیاں دیکھ کر کبھی ہاتھ مارتا اور کبھی چادر مچھلیوں کی طرف ڈال دیتا مگر میری نا تجربہ کاری کی بنا پر مچھلیاں مجھے جل دے جاتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے میری زد سے نکل جاتیں۔ وقت بہت سست رفتاری سے گزر رہا تھا میں شام تک مچھلیاں پکڑنے کی کوشش میں مصروف رہا لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی آخر تھک کر اور نڈھال ہو کر میں دریا کے کنارے گر پڑا کچھ دیر ستانے کے بعد جب میں تازہ دم ہوا تو میں نے ایک کوشش اور کرنے کی ٹھانی میں دریا میں اتر گیا اور بڑی خاموشی سے کھڑا رہا چادر تھامے تھامے میرے ہاتھ شل ہو گئے چادر پھیل بھی نہیں پاتی تھی کبھی میرے بالوں سے چپک جاتی کبھی ہاتھوں میں الجھ جاتی عجیب مخمصے میں جان تھی اس طرح کافی وقت گزر گیا آخر بہت دیر بعد ایک بدنصیب مچھلی چادر میں پھنس ہی گئی میں بتا نہیں سکتا کہ یہ مہم سر ہونے پر مجھے کس قدر خوشی

ہوئی کس قدر مسرت ہوئی مچھلی دیکھ کر میری اشتہا دو چند ہو گئی میں نے جلدی سے اسے چادر میں لپیٹ کر گٹھڑی سی بنالی اور بری طرح دبوچ لیا تا کہ نکل نہ جائے میں بڑی تیزی سے قلعے کی طرف بڑھا قلعے میں آگ جلانے کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا صرف چند برتن ادھر اُدھر پڑے ہوئے تھے اب یہی ایک صورت نظر آتی تھی کہ کچی مچھلی کسی نہ کسی طرح زہر مار کرلوں اور میں نے یہی کیا زندگی میں پہلی بار میں نے اس درندگی سے کھانا کھایا تھا کچی مچھلی کھانے کی وجہ سے رات کو معدے میں اتنی گرانی ہوئی کہ میں تڑپتا رہا لیکن میں اسی عالم میں بے تابانہ راج کماری شیلا کی جلوہ گاہ کی طرف گیا آج بھی وہی ویرانی وہی سناٹا اور وہی محرومی در پیش تھی پھر ایک رات دوسری رات تیسری رات چوتھی رات اور اسی طرح چھ دن گزر گئے نہ معلوم کیا افتاد پڑی تھی کہ عزیز شیلا کی راہداری اور خاص کمرے کی روٹھی ہوئی رونق لوٹ کرنہ

آئی وہاں کوئی نہیں آیا کسی باندی یا کنیز کی روح بھی نہیں آئی میں نے اس مدت میں کچی مچھلیوں پر ہی گزارا کیا اور راج کماری شیلا کے انتظار میں راتیں ٹہل کر گزار دیں اس دوران مجھ پر جو کچھ گزری اس کا تصور کرنا اب مشکل ہے پھر اسی عالم میں مجھے اکبر، ثمینہ اور روشبو ار یاد آئے میں نے ان کا خیال آنے پر بار بار سر جھٹکا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سب نے مل کر میرے خلاف کوئی سازش کی ہے راج کماری کی آتما ملنے کا پکا وعدہ کرنے کے باوجود غائب ہو گئی تھی قلعے کے اجنہ کسی اطلاع کے بغیر چلے گئے تھے کچھ سوچنے اور غور کرنے کا یارا نہیں تھا ذہن مفلوج ہو کر رہ گیا تھا میں جتنا سوچتا اتنا ہی الجھ جاتا تھا پچھلے دن میں کسی ارادے کے بغیر قلعے سے دور نکل گیا چلتا رہا نہ جانے کہاں تک چلتا رہا اور میں نے سوچا شاہد علی کب تک اس طرح بھٹکتے رہو گے؟ یہ تو ایک طرح کا جمود ہے اس جمود سے کیا حاصل ہو گا بہتر ہے

کہ حرکت کرو چنانچہ میں ایک نئے عزم ایک نئے ارادے کے ساتھ قلعے میں واپس آیا بکھرے ہوئے برتن چادر میں باندھے اور قلعے پر الوداعی نظر ڈالی۔ اس قلعے میں میں نے اپنی زندگی کے سب سے برے اور سب سے اچھے دن گزارے تھے میرے سامنے کوئی پروگرام نہیں تھا بس میرے قدم ایک سمت اٹھے اور پھر اٹھتے ہی چلے گئے تین دن تک مسلسل چلنے کے بعد میں ایک قریب کے دیہات میں پہنچ گیا سادہ لوح دیہاتوں نے میری حالت زار دیکھ کر مجھے کھانا کھلایا اور جب میرے اوسان کسی قدر بحال ہوئے تو میں نے ان سے پہلا سوال یہ کیا کہ میں کس جگہ ہوں اور یہاں سے ہمالیہ کتنی دور اور کس سمت ہے۔؟

وہ میرا سوال سن کر حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگے جیسے وہ مجھے پاگل سمجھ رہے ہوں انہوں نے ہمالیہ کی سمت اور فاصلے کے متعلق مجھے

کوئی واضح جواب نہیں دیا سمتوں اور فاصلوں کے متعلق ان کا علم
بہت محدود تھا لیکن ان کی باتوں سے مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ
ہمالیہ یہاں سے خاصی دور ہے ہمالیہ کی پہاڑیوں میں واقع اروپ
دیوتا کے استھان ایک بار میں ضرور جانا چاہتا تھا کیوں؟ اس کیوں کی
میں کوئی تشریح نہیں کر سکتا شاید زندگی سے محبت اور اسے قائم رکھنے کی
یہ میری آخری کوشش تھی اس دیہات میں ایک رات اور گزارنے کے
بعد میں ہمالیہ کی طرف روانہ ہوا راج کماری شیلا نے دیوتا اروپ کے
استھان کی طرف اس اس محنت و مشکت میں کوئی تین مہینے گزر گئے
دریا دریا جنگل جنگل پربت پربت میں بیابانوں اور ویرانوں سے گزرا
جہاں جاتا وہاں کے دیہاتی میرے ساتھ سلوک کرتے اور میں شہری
آبادیوں سے بچتا بچاتا لمبے لمبے رستے عبور کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا
اس سفر کے مصائب و آلام کا ذکر شروع کروں تو شاید کبھی ختم نہ ہوں

میرے کپڑے پھٹ چکے تھے اور میرے پاس کوئی برتن بھی نہیں رہا تھا
کیونکہ ایک جگہ میں نے برتن بیچ کر کھانا کھالیا تھا پاؤں میں چھالے
پڑ چکے تھے۔ اور سر کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے میرا خیال ہے
اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ کوئی شناسا شخص بھی مجھے دیکھ لیتا تو
پہچان نہیں سکتا تھا پھر بھی کچھ لوگوں نے مجھے پہچان لیا جب ہمالیہ کے
راستے میں مجھے ایک گنجان آبادی سے مجبوراً گزرنا پڑا تو پولیس نے
مجھے کسی مفرور اور پاگل قاتل کے شبے میں گرفتار کرلیا مجھ سے اس
وقت بڑی غلطی ہوگئی تھی میں نے پولیس کو اپنا صحیح نام شاہد علی بتا دیا تھا
میرا خیال تھا کہ اس علاقے میں بھلا شاہد علی سے کون واقف ہوگا مگر
میرے شہر کے خوں ریز فرقہ وارانہ فسادات کی خبر یہاں پہنچ چکی تھی
میرا نام سن کر ایک پولیس انسپکٹر چونکا اس نے مجھ سے ادھر اُدھر کے
سوالات کیے میں اسے کوئی واضح جواب نہیں دے سکا کہ میں کہاں جا

رہا ہوں سچ تو یہ ہے کہ الفاظ میرے منہ سے نکل ہی نہیں رہے تھے
اتنے طویل پیدل سفر بھوک اور نقاہت نے مجھے بے حال کر رکھا تھا
میں بڑبڑا رہا تھا تین دن تک مجھے حوالات میں رکھا گیا کڑی نگرانی کی
گئی یہاں اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ مجھے دونوں وقت کھانے کو مل جاتا تھا
حوالات کا پہریدار دو ایک دن بعد مجھ پر اچانک خاصا مہربان ہو گیا
میں حوالات میں ایک کمبل لپیٹے اپنی سوچوں میں منہمک تھا کہ ایک
کانسٹیبل کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی وہ کسی دوسرے کانسٹیبل سے
کہہ رہا تھا یہ ایک پہنچا ہوا شخص ہے مسلمانوں کا کوئی بہت بڑا بزرگ
ہے پولیس کو بہت دنوں سے اس کی تلاش تھی ہر جگہ اس کا فوٹو اور حلیہ
لگا ہوا ہے مگر اسے گرفتار کر کے ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا میں
کہتا ہوں کہ اس طرح ہم پر ضرور کوئی ناگہانی مصیبت آ جائے گی
معلوم ہوا ہے پہلے بھی کئی پولیس اسے گرفتار کر چکی ہے اور ہر بار اس

نے منہ کی کھائی ہے اب اسے نہ جانے کہاں بھیجا جا رہا ہے تھا کر جی اسے آزاد کر دیں تو اچھا ہے ورنہ مجھ لوگ ان کے چھوٹے بچے ہیں۔

یہ گفتگو سن کر پوری بات میری سمجھ میں آ گئی لیکن مجھ پر کوئی خاصا اثر نہیں ہوا۔ میں ہمالیہ پہنچ کر اروپ دیوتا سے ملنے کی خواہش رکھتا تھا اور یہ خواہش پوری کرنے کے لئے میں نے بڑے پاپڑ بیلے تھے میلوں کا سفر طے کیا تھا اور اب جب کہ ہمالیہ تک پہنچنے کے لئے زیادہ سے زیادہ پندرہ دن کا سفر رہ گیا تھا تو میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس حادثے کے باعث میری عقل خبط ہو گئی تھی اور مجھے اپنا کوئی ہوش نہ رہا یہی وجہ تھی کہ میں آئندہ پیش آ سکنے والے واقعات کے سلسلے میں متردد نہیں تھا میں اطمینان سے لمبی تان کر سو گیا۔

دوسرے دن صبح مجھے انتہائی پوشیدہ طریقے سے ایک وین میں بٹھا دیا

گیا میں نے کوئی استفسار نہیں کیا کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے جب میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑنے لگیں اس وقت بھی میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا مجھے یاد ہے کہ اس وقت میں نے ایک پولیس والے کو صرف مسکرا کر دیکھا تھا وہ میری سرخ آنکھیں دیکھ کر لرز گیا تھا اور زمین پر گر پڑا تھا پھر ایک دوسرے کانسٹیبل نے بڑھ کر مجھے ہتھکڑی پہنا دی تھی ان لوگوں کے چہروں پر کوئی خوشی نہیں تھی بلکہ تاسف تھا وہ بڑے خوفزدہ معلوم ہوتے تھے جیسے میں ابھی کوئی کرشمہ دکھا کر ان پر مصیبتیں نازل کر دوں گا انہیں کیا معلوم تھا کہ جس شاہد علی کا نام انہوں نے سنا تھا اور جس کی کرامات سے وہ ڈرے ہوئے تھے وہ کبھی کا مر چکا ہے شاہد علی تو اب محض ایک چلتی پھرتی لاش ہے وہ اس دنیا کا سب سے زیادہ تنہا انسان ہے ایک شخص بے روح اور بے جذبہ۔

پھر مجھے ریل کے ایک بند ڈبے میں ٹھونس دیا گیا تین مسلح گارڈ

میرے ساتھ تھے اس سلسلے میں ہر طرح احتیاط برتی گئی تھی کہ مجھے باہر کا کوئی شخص نہ دیکھنے پائے مجھے یاد نہیں کہ یہ پابہ زنجیر سفر کتنے دن جاری رہا کتنی بار گاڑی بدلی گئی تھی مجھے کہاں لایا گیا اور مجھ سے کیا کہا گیا مجھے کب عدالت میں پیش کیا گیا اور کیا سزا تجویز ہوئی مجھ سے کیا سوالات کئے گئے اور میں نے ان کا کیا جواب دیا............ پہاڑی سے آنے کے بعد سے آج تک میں اپنے عزائم اور فیصلوں میں ناکام ہی ہوتا رہا تھا جب چاروں طرف سے مایوس ہو کر میں اروپ دیوتا کے استھان پر جا رہا تھا تو مجھے وہاں جانے کی مہلت بھی نہیں ملی اتنے ناکام اتنے محروم اور اتنے آزردہ شخص کے دل و دماغ کا کیا عالم ہوگا ٹھوکریں، تلخیاں ناکامیاں اور شکستیں جس کا مقدر بن چکی ہوں میں پیہم شکستوں سے اتنا چور ہو گیا تھا کہ اب زندگی اور موت کی تمیز بھی مشکل ہو گئی تھی جیل میں مجھے پھانسی اور عمر قید کی سزاؤں کے مجرموں

کے ساتھ رکھا تھا مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ میں لوٹ پھر کر کہاں آ گیا ہوں وہ میرا شہر تھا وہاں کے کئی مجرم مجھے پہچانتے تھے وہ مجھے دیکھ کر بے ساختہ ہاتھ چومنے لگے میں نے ان سے نہیں پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں انہی چہروں میں سے ایک شناسا چہرہ میری نظروں کے سامنے آیا میں نے اسے پہچاننے کی کوشش کی وہ سلیم تھا سلیم جو میاں صاحب کے زمانے میں اور اس کے بعد پہاڑی پر ہر ماہ کے آخری بدھ کو منعقد ہونے والی نشستوں میں شریک ہوا کرتا تھا اور بڑے جوش و خروش سے مذہب و روحانیت تصوف اور مابعد الطبیعات پر زبردست نکتہ چینیاں کرتا تھا وہ ایک ملحد تھا لیکن میاں صاحب اس پر شفقت کی نظر رکھتے تھے اس نے ایک بار اونکار ناتھ کو چھیڑ کر اس کے چند جادوئی تماشے دیکھ کر اس کا مذاق بھی اڑایا تھا سلیم کو جیل کے اس تنگ و تاریک ماحول میں دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی

کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ ایسا تعلیم یافتہ اور ذہین شخص خونی مجرموں کی اس جیل میں بھی داخل ہو سکتا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو حیرت سے دیکھتا رہ گیا اور بڑے جذباتی انداز میں بڑھ کر مجھ سے گلے لگ گیا اور رقت آمیز لہجے میں کہنے لگا میرے بھائی شاہد علی آپ؟ آخر انہوں نے آپ کو گرفتار کر ہی لیا۔

ہاں میں نے اس کے جذباتی لہجے کا بے نیازی سے جواب دیا۔

مگر آپ کی یہ حالت کیسے ہو گئی؟ انہوں نے آپ کو کہاں سے گرفتار کیا۔؟

مجھے نہیں معلوم میں نے اس کا منہ تکتے ہوئے کہا۔

آپ کو کیا ہو گیا ہے میاں صاحب۔ میں سلیم ہوں کیا آپ نے مجھے بھی نہیں پہچانا یقیناً ان بدمعاشوں نے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے وہ گلوگیر ہو کر بولا۔

میں خاموش رہا وہ جھجکتے جھجکتے خود ہی بولنے لگا بھلا دیکھئے تو حالات نے کیا رخ اختیار کیا ہے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ میں اور آپ اس حالت کو پہنچ جائیں گے کیسی عجیب بات ہے کہ میں مذہب پر قربان ہو گیا جی ہاں میں جو ایک زمانے میں مذہب کا منکر تھا اور روحیت اور روحانیت کا مذاق اڑاتا تھا اور مادے کی افضلیت کا قائل تھا آپ کو نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا المیہ ہوا ہے آپ کے پہاڑی سے چلے جانے کے بعد شہر میں آپ کے متعلق چرچے ہوئے اور چھوٹے موٹے واقعات نے خون ریزی فرقہ وارانہ فسادات کی شکل اختیار کر لی تو مجھ سے یہ ناانصافی نہ دیکھی تھی نہتے مسلمانوں کے محلوں پر مسلح ہندو ٹوٹ پڑے انہوں نے گھروں کو آگ لگانا شروع کر دیا اور ہماری ماؤں بہنوں کی عصمت پر حملے کیئے یہ سب کچھ دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا نہ جانے میرے اندر کا مسلمان کیسے جاگ اٹھا میں نے موقع پر

ہی کئی شوروپست ہندو غنڈوں کو قتل کر دیا اور پھر بہت سوں کو بعد میں چن چن کر ہلاک کر دیا میں بھی فسادات کی آگ میں کود پڑا فسادی ہو گیا۔

آخر پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا ہو گئی۔

میں نے اس کی تاثیر انگیز گفتگو پر کوئی توجہ نہ دی اور اسے دیکھ کر پلکیں جھپکانے لگا مجھے اس بات پر شرم آئی کہ سلیم جیسے ایک ملحد کی ایمانی غیرت جوش میں آ گئی لیکن مجھ جیسا ایک فضیلت ماب بزرگ بے غیرتی کی حد تک گمراہ ہو گیا یہاں تک کہ اپنا دین وایمان نفس کی مٹی میں جھونک کر اروپ دیوتا کے استھان تک جانے کے لئے آمادہ ہو گیا وہ میری بے نیازی دیکھ کر مجھے گھور کر دیکھنے لگا اور سہمے ہوئے لہجے میں بولا آپ کو کیا ہو گیا ہے آخر آپ میری کسی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

کچھ نہیں۔ کچھ نہیں میں نے چونک کر جواب دیا۔

اس نے مزید کوئی بات کرنا مناسب نہ سمجھا ایک ڈیڑھ ہفتے تک وہ میری خدمت کرتا رہا اور اس نے جلد ہی مجھے اس قابل کر دیا کہ میں اس کی بات سن کر اسے کوئی جواب دے سکوں وہ جیل میں کافی مقبول شخص تھا سب اس کی عزت کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک تعلیم یافتہ مہذب شخص تھا اس کی گفتگو میں شائستگی اور گہرائی تھی میں پہاڑی کی نشستوں کے زمانے ہی سے اس کی دلکش گفتگو اور متجسس شخصیت سے متاثر تھا غالباً وہ جلد ہی میری کیفیت تاڑ گیا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ میری یہ ہیت گدائی قلندری اور مجذوبیت کے سبب نہیں ہے بلکہ گہرے صدمات کی وجہ سے ہے اس نے میری بڑی خاطر کی اپنے کھانے کا کچھ حصہ بھی وہ مجھے دے دیا کرتا تھا پھر وہ کرید کرید کر مجھ سے سوالات کرنے لگا اور میں نے مختلف نشستوں میں

اپنی تمام سرگزشت بے کم وکاست اسے سنادی اس کی عنایت اور نگہداشت سے یہ فائدہ ہوا کہ میری کھوئی ہوئی یادداشت بحال ہونے لگی اب رفتہ رفتہ مجھے یاد آنے لگا کہ گزشتہ دنوں میں نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں سلیم نے میری المناک سرگزشت سن کر مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ میں جیل سے فرار ہو جاؤں اور واپس پہاڑی پر چلا جاؤں وہاں پولیس مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گی اور جیل سے فرار کو میرا کوئی روحانی کرشمہ سمجھ کر محتاط ہو جائے گی میں نے سختی سے فرار کی تجویز کو مسترد کر دیا اور بقیہ زندگی جیل میں ہی گزارنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن وہ اپنی تجویز پر بضد رہا آخر اس نے کافی غور وخوص کے بعد جیل کے سرکردہ بدمعاشوں کے ساتھ ایک جامع منصوبہ بنایا وہ سب میرے ایک اشارے پر جان دینے کو تیار تھے جس رات مجھے جیل سے فرار ہونا تھا، اس رات قیدیوں نے مل کر جیل کے ایک حصے

میں آگ لگا دی آگ کے شعلے بھڑ کے تو قید خانے کے محافظ اس طرف بھاگے تھوڑی ہی دیر میں منصوبے کے عین مطابق بابا کارچ گئی سلیم نے سپاہیوں کی توجہ ہٹانے کے لئے جیل میں ایسی افراتفری پھیلائی اور اس قدر شور مچایا کہ قیامت صغرا کا منظر نظر آنے لگا۔اسی لمحے کوٹھڑیوں کے دروازے ٹوٹ گئے اور قیدیوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔

چند قیدیوں نے اس ہنگامے میں تالے توڑنے کا کام اپنے ذمے لے لیا تھا ایک مکروہ چہرے کے مجرم بشیر احمد نے مجھے بڑی احتیاط سے اٹھا کر پھرتی سے اپنی کمر پر لا دلیا اور باہر کھلے میدان میں لا کر چھوڑ دیا محافظوں کی بڑی تعداد آگ بجھانے کی ترکیبوں میں مصروف ادھر اُدھر دوڑ رہی تھی کچھ لوگ قیدیوں کا پیچھا کر رہے تھے اور کچھ لوگ آگ پر قابو پانے کی کوشش میں مصروف تھے اسی اثناء میں ایک

کانسٹیبل نے مجھے اور چند دوسرے قیدیوں کو کوٹھڑی سے فرار ہوتے اور بھاگتے ہوئے دیکھ لیا اس نے ہوائی فائر شروع کر دیئے بشیر احمد بھاگ کر اس پر چڑھ دوڑا اور اسے سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دی اس نے اس کی بندوق چھین کر اس کے سینے پر تان دی پھر تین چار مجرموں نے اسے پکڑ لیا اور بشیر احمد نے بندوق سنبھال کر دروازے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا میں نے بھی اس کی پیروی کی دروازے کے سامنے سے تین محافظ بندوقیں تانے بشیر احمد کی طرف لپکے لیکن اس نے انہیں کسی کارروائی کا موقع نہیں دیا اس نے کمال ہوشیاری سے دو محافظوں کو وہیں زمین پر ٹھنڈا کر دیا اور تیسرے کو زخمی کر دیا وہ زخمی محافظ کی جیب سے چابی نکال کر بھاری بھرکم دروازہ کھولنے ہی والا تھا کہ پشت کی طرف سے ایک فائر ہوا اور بشیر احمد کراہ کر گر گیا گرتے گرتے بھی اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں فوراً وہاں سے فرار ہو

جاؤں اس کی ٹانگ سے خون بری طرح بہنے لگا تھا میں نے اس کی زخمی ٹانگ دیکھ کر بھاگنے میں تساہل کیا تو وہ مجھ پر بری طرح غرانے لگا میں نے اس کی منشاء کے مطابق اس کے ہاتھ سے بندوق اور چابیاں لے لیں بڑی عجلت سے دروازہ کھولا اور اندھیرے میں جہاں منہ اٹھا بھاگتا ہی چلا گیا پھر میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا گلیاں جانی پہچانی تھیں یہ میرا شہر تھا میں نے آگے پہنچ کر جیل کا لباس اتار دیا اور اسے ایک مکان کی چھت پر پھینک دیا اب میرے جسم پر صرف ایک چادر رہ گئی تھی جو مجھے سلیم نے فراہم کی تھی میں نے سارا جسم چادر میں چھپا لیا پھر میرے قدم بڑی تیزی سے پہاڑی کی طرف اٹھنے لگے تھوڑی دیر میں میں پہاڑی کے نزدیک پہنچ گیا اور اوپر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا لیکن ابھی میں بلندی پر نہیں چڑھا تھا کہ مجھے اونکار ناتھ کا خیال آ گیا۔

بندوق میرے ہاتھ میں تھی اور میرے سر پر خون سوار تھا میں پلٹ پڑا اور راستے میں پڑنے والے پہلے مندر میں بے جھجک داخل ہو گیا اور وہاں کے پجاری پر بندوق تان کر میں نے اونکار ناتھ کا پتا پوچھنا چاہا میری صورت دیکھ کر وہ وہیں کا وہیں ساکت ہو گیا۔ پجاری سر سے پاؤں تک کانپنے لگا اس کی گھگھی بندھ گئی اور اس نے خوفزدہ لہجے میں بتایا کہ اونکار ناتھ کئی مہینے سے اس شہر میں موجود نہیں ہے اور ان دنوں متھرا میں جاپ کر رہا ہے میں نے اسے یہ دھمکی دی کہ وہ میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے اور وہاں سے چلا آیا متھرا ہمارے شہر سے اتنا دور تھا جتنا قلعے سے ہمالیہ میں نے پہاڑی پر واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور متھرا جانے کا ارادہ کر لیا متھرا جانے کے لئے اگر میں اسی شہر سے کسی سواری پر سوار ہوتا تو راستے میں دوبارہ گرفتار ہو جانے کا اندیشہ تھا چنانچہ میں نے متھرا کی مخالف سمت بھاگنا شروع کر دیا اندھیری

رات تھی میں لڑھکتا پڑھکتا آبادی سے دور نکل گیا دوسرا دن میں نے
ایک مہربان دیہاتی کی کوٹھڑی میں چھپ کر گزارا اس نے مجھے اپنا
کرتا اور پاجامہ دیا رات آئی تو میں نے پھر بھاگنا شروع کر دیا آخر
آدھی رات کو میں ایک ایسے اسٹیشن پر پہنچ گیا جہاں سے متھرا جانے
والی ٹرین آسانی سے مل سکتی تھی بیس گھنٹے کا راستہ تھا لیکن دن میں سفر
جاری رکھنا کسی طرح مناسب نہیں تھا بہر حال رات کے اندھیرے
سے فائدہ اٹھا کر میں ایک ٹرین پر بیٹھ گیا اور صبح ہونے سے پہلے ایک
قصبے میں اتر گیا بندوق اب بھی میرے پاس تھی میں دن بھر قصبے میں
چھپا رہا اور رات کو پھر چل دیا اسی طرح جنون کے عالم میں چھپتا
چھپاتا میں کوئی ڈیڑھ ہفتے بعد متھرا پہنچ گیا میں نے رات کو مختلف
مندروں اور مرگھٹوں میں اونکار ناتھ کو تلاش کیا میرا ارادہ تھا کہ ایک
گولی ضرور اس کے سینے میں اتاروں گا چاہے اس کے بعد کچھ بھی

ہو۔

لیکن تین راتوں کی مسلسل تلاش کے باوجود وہ نہیں ملا تھک ہار کر میں نے اس کی تلاش چھوڑ دی اور متھرا سے آگے بڑھ گیا اور ناگپور تک پہنچ گیا یہاں رکنا بھی مناسب نہیں تھا اس لئے میں ٹھہرا نہیں میں ناگپور سے کچھ آگے نکل کر جنگلوں اور پہاڑوں سے گزرنے لگا یہاں میں نے بندوق سے کچھ شکار کئے تاکہ پیٹ کی آگ بجھا سکوں اس طرح میرے کارتوس ختم ہو گئے اب خالی بندوق میرے پاس رہ گئی تھی میں نے ایک گڑھے میں پھینک دی۔

پھر ایک دن میں شدید بھوک اور نقاہت کے عالم میں ایک بستی کی مسجد کے قریب گر گیا ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک حجرے میں پایا ایک کمزور جسم کا شخص مجھ پر جھکا ہوا دعائیں پڑھ رہا تھا میں نے آنکھیں کھولیں تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور رحم دلی سے کہنے لگا۔

تم کون ہو بھائی کہاں سے آئے ہو، کہاں جا رہے ہو؟

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اس نے پھر پوچھا آخر اس کے کئی بار پوچھنے کے بعد میں نے کہا میرا نام شاہد علی ہے اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے کوئی گھر نہیں ہے کوئی سہارا نہیں ہے۔

اس نے کہا جب کسی کا کوئی نہیں ہوتا تو خدا ہوتا ہے۔

میں نے مایوسی سے کہا خدا بھی مجھ سے روٹھ گیا ہے۔

توبہ توبہ۔ وہ اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ کر بولا کفر کیوں بکتے ہو بھائی بہت مایوس معلوم ہوتے ہو خیر زندگی اسی کا نام ہے۔

کیا میں زندہ ہوں میں نے حیرت سے پوچھا۔

خدا کا شکر ہے میرے بھائی شاہد علی تمہیں زندہ رکھے۔

تم پوری ایک رات بعد ہوش میں آئے ہو اللہ نے یہ میری رات بھر کی تیمارداری کا پھل دیا ہے کہ تم بولنے لگے ہو مجھے بتاؤ کہ تمہیں کس نے

دکھ دیئے ہیں شاید میں تمہارے کسی کام آسکوں وہ شفقت سے بولا۔

کسی نے نہیں مولوی صاحب میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا آپ کیا کیجیئے گا سن کر۔

پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو اس نے کہا اس وقت تم ایک مسجد کے حجرے میں ہو، میرا نام اشرف علی ہے میں اس مسجد میں امامت کرتا ہوں ایک زمانہ ہوگیا اللہ کو میرا کام کچھ ایسا پسند آگیا ہے کہ اب کسی دوسرے کام میں جی ہی نہیں لگتا۔

میں نے خاموشی اختیار کی تو اشرف علی بولا بھوک لگ رہی ہوگی اٹھو منہ ہاتھ دھولو اور کچھ کھالو۔

اشرف علی بہت رحم دل اور نیک شخص تھا مجھے اس کی باتوں سے اندازہ ہوگیا کہ وہ ایک سادہ لوح شخص ہے اور نہایت شفیق طبیعت کا حامل ہے جب میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور اس سے رخصت ہونا چاہا تو

اس نے مجھے جانے نہیں دیا اور روک کر ہر طرح سے میری دلجوئی کرنے لگا اس نے مجھ سے نماز کی تلقین کی اور مجھے اپنے اجلے کپڑے پہنا دیئے میں نے بہت دنوں بعد خشوع خضوع سے نماز پڑھی مگر میری نماز شاید ہی قبول ہوئی ہو کیونکہ وہ میں نے اشرف علی کے اصرار پر پڑھی تھی یہی وجہ تھی کہ نماز پڑھ کر مجھے کوئی سکون نہیں ملا۔

مجھے اس حجرے میں پڑے ہوئے کئی روز ہو گئے محلے کے گھروں سے اشرف علی کے لئے دونوں وقت کھانا آتا تھا اور وہ مجھے اپنے ساتھ کھلاتا تھا کھانا عموماً اتنا زیادہ آجاتا تھا کہ دو آدمیوں کے کھانے کے باوجود بچ جاتا تھا جو اشرف علی کسی فقیر کو دے دیتا تھا۔

میں دن بھر حجرے میں پڑا رہتا اور رات کو اچانک بڑبڑانے لگتا تھا میں بے خودی کے عالم میں شیلا شیلا پکارنے لگتا تھا بوڑھا مولوی اشرف علی راتوں کو جاگ کر مجھ پر درود شریف پڑھ کر پھونکتا اور میرا

ماضی جاننے کے لئے مجھ سے مختلف سوالات کرتا اس عرصے میں میری حالت کچھ زیادہ نہیں سنبھلی میں صبح سے شام تک خاموش حجرے میں پڑا دیواریں تکا کرتا اور سرد آہیں بھرا کرتا تھا ایک مہینے تک جب مجھے کوئی افاقہ نہ ہوا اور مولوی اشرف علی مجھے سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا تو ایک دن اس نے کہا میاں شاہد علی میرا خیال ہے تمہارا مرض میرے بس کا نہیں ہے اس بستی سے کچھ دور ایک پہنچے ہوئے بزرگ آئے ہوئے ہیں آؤ ان کے پاس چلیں شاید وہ تمہارے قلب کی تطہیر کے لئے کوئی دعا فرما دیں میں ان کی خدمت میں کئی بار حاضر ہو چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایک کامل بزرگ ہیں خدا نے انہیں بہت کچھ دیا ہے۔

میں نے ہنس کر کہا کون بزرگ وہ کیا کریں گے۔؟

وہ خدا سے تمہارے لئے دعا کریں گے اشرف علی نے بہت اعتماد سے

کہا۔

میرے لئے اب کوئی دعا اثر نہیں رکھتی میں نے بے دلی سے جواب

دیا۔

لیکن میں تمہیں وہاں ضرور لے چلوں گا، اشرف علی نے زچ ہو کر کہا۔

ٹھیک ہے مگر یقین کرو میں ایک لاعلاج مریض ہوں اور موت کا منتظر

ہوں۔

موت کسے نہیں آتی میرے بھائی مگر کسی کو بے وقت موت کبھی نہیں

آتی۔

مولوی اشرف علی نہ مانا اس نے مجھ سے دوسرے دن صبح صاف

کپڑے پہن کر چلنے کے لئے کہا میں بے دلی سے اٹھا کپڑے وغیرہ

تبدیل کئے اور کسی بچے کی طرح اشرف علی کے ساتھ چل دیا فاصلہ

اچھا خاصا تھا اشرف علی نے ایک بس پکڑی اور ایک جگہ بس سے

اترنے کے بعد کافی طویل راستہ پیدل طے کیا وہ مجھے راستے بھر اولیائے کرم کی کرامتوں کے بارے میں بتاتا رہا میں خاموشی سے اس کے پندونصائح سنتا رہا میرا ذہن خالی تھا اور اس وقت صرف مولوی اشرف علی کی دلجوئی کی خاطر اس کے ساتھ جارہا تھا۔

جب ان بزرگ کی قیام گاہ قریب آئی تو مجھے اپنی بیماری یاد آ گئی وہاں عقیدت مندوں کا ایک ہجوم تھا ہجوم کا ہر شخص حاضری کے لئے اپنی باری کا انتظار کررہا تھا بزرگ کی قیام گاہ کوٹھڑی نما ایک مکان پر مشتمل تھی اسے چاروں طرف سے سبزے اور اونچے اونچے درختوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا میں بھی اشرف علی کے ساتھ قطار میں بیٹھا تھا اشرف علی مودب اور خاموش بیٹھا ہوا تھا لیکن میں مرعوب نہیں تھا اور بے نیازی سے ادھر اُدھر تک رہا تھا وہ بار بار مجھے ٹوکتا اور احترام کا سبق دیتا رہا آخر سہ پہر کو ایک شخص نے ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا

اشرف علی نے مجھ سے کہا دیکھو ادب سے کوئی گستاخی سرزد نہ ہو کوٹھڑی میں داخل ہوتے ہی سلام کرنا اور قدموں میں گر جانا خدا نے چاہا تو تمہارے دن پھر جائیں گے۔

میں با دل نخواستہ اٹھا سامنے کوٹھڑی تھی اور اس کا دروازہ بند تھا جیسے ہی اشرف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ہم نے اندر قدم رکھا تو میرے قدموں سے زمین نکل گئی بلکہ زمین نے میرے قدم پکڑ لئے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہاں بڑے میاں صاحب تمام تر جاہ جلال کے ساتھ موجود تھے میں نے یقین کرنے کے لئے ایک بار پھر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں سرخی تھی اور وہ مجھے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر سر تا پا کانپ رہے تھے ان کے قریب وہی پنجرے میں بند مینا نے میری آمد پر بری طرح پھڑ پھڑانا شروع کر دیا اور بڑے صاف لفظوں میں کہہ رہی تھی پردیپ، پردیپ تم آ گئے پردیپ۔

راج کماری شیلا میں نے اپنا دل پکڑ لیا ساری بات واضح تھی قلعے میں راج کماری کی آتما اور اس کے غلام اور باندیوں کی اچانک گم شدگی کی وجہ سامنے تھی میاں صاحب نے اپنی بے پناہ روحانی طاقتوں سے مضطرب روحوں کے اس گروہ کو قید کر رکھا تھا مینا جب مجھے دیکھ کر پھڑ پھڑائی اور چیخنے چلانے لگی تو میاں صاحب نے اسے غضب کی نگاہ سے دیکھا مینا سہم کر خاموش ہو گئی میری حالت بہت غیر تھی میں وہیں گر پڑا یادداشت میں صرف یہ امر محفوظ ہو گیا کہ اس وقت میرا دماغ بری طرح چکرا گیا تھا اور میں سنبھلنے کی کوشش کے باوجود زمین پر پڑا تھا۔

جب میری آنکھیں کھلیں تو میں کوٹھڑی سے باہر سبزے پر بے سدھ پڑا تھا اشرف علی حیران و پریشان انداز سے مجھ پر جھکا ہوا تھا اور مجھے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کر رہا تھا میاں صاحب کی کوٹھڑی کے باہر

اب بھی بہت سے عقیدت مند موجود تھے ان میں ہی بیشتر افراد مجھے
مشکوک نظروں سے گھور رہے تھے میں نے بے بسی سے کوٹھڑی کی
سمت دیکھا تو وہاں مجھے ابوالحسن اور ورشہوار بھی نظر آئے ورشہوار کی
آنکھوں میں حسرت تھی میں نے جلدی سے نظریں پھیر لیں اور اپنے
مضمحل اور منتشر اعصاب قابو میں کرنے کی کوشش کی میں اٹھ کھڑا ہوا
اب ساری باتیں میری سمجھ میں آچکی تھیں یہ صرف مقام کی تبدیلی تھی
میاں صاحب پھر ظاہر ہو گئے تھے اور اپنے تمام تر کروفر اور جاہ جلال
سے خدمت خلق میں مصروف تھے سب کچھ وہی تھا صرف میں ان
سے علیحدہ ہو گیا تھا اسی وجہ سے میرے لئے سب کی نگاہوں میں
اجنبیت تھی جب میں کھڑا ہوا تو مجھے کسی قدر ندامت کا احساس ہوا
لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے راج کماری شیلا کی فریاد نے بے چین کر دیا
میں راج کماری کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اشرف علی نے میرے

چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا کر پوچھا، شاہد علی کیا تم میاں صاحب سے واقف ہو۔؟

یہ ایک طویل کہانی ہے اشرف علی ۔ میں نے مختصرا جواب دیا تم ٹھہرو میں ذرا میاں صاحب سے مل کر آتا ہوں۔

رک جاؤ شاہد علی ۔ اشرف علی نے میرے شانے کو پکڑ کر کہا تمہیں نہیں معلوم کہ میاں صاحب نے ہی تمہیں بے ہوشی کی حالت میں اپنے حجرے سے باہر نکلوایا تھا میرا خیال ہے اس وقت تمہارا ان کے روبرو جانا مناسب نہیں ہے وہ تم سے سخت برہم نظر آتے تھے۔

میں نے اشرف علی کی بات نظر انداز کر کے قدم بڑھائے ہجوم کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں میں تماشا بنا ہوا تھا مجھے کوٹھڑی کی سمت جاتا دیکھ کر چند دراز ریش اشخاص غصے میں آگے بڑھے اور میرے راستے میں حائل ہو گئے ان میں سے ایک نے بڑی نفرت

سے مجھے مخاطب کیا تم میاں صاحب سے نہیں مل سکتے یہ ان کا حکم ہے چلے جاؤ یہاں سے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔

مگر مگر میں ان سے ملنا چاہتا ہوں میں التجا آمیز انداز میں بولا۔

صاحب زادے کسی اور در پر کوشش کرو یہاں کے دروازے اپنے لئے بند سمجھو، ایک دوسرے شخص نے مداخلت کی۔

مگر میرا قصور؟ میں نے آہستہ سے دریافت کیا۔

میاں صاحب ایک روشن ضمیر بزرگ ہیں صاحبزادے یقیناً انہوں نے تمہارے اندر چھپا ہوا شیطان بھانپ لیا ہے آج پہلا اتفاق ہے کہ انہوں نے کسی سوالی کو دھتکارا ہے تم غالباً یہاں کسی نیک ارادے سے نہیں آئے تھے بہتر ہوگا کہ واپس چلے جاؤ اور خدا سے اپنے ان گناہوں کی معافی مانگو جن کی شدت محسوس کر کے اس جلیل القدر بزرگ نے تمہیں التفات کے لائق نہیں سمجھا ایک پڑھے لکھے شخص

نے نصیحت آمیز انداز میں فہمائش کی۔

میرا عجیب عالم تھا، ذہن کسی ایک فیصلے پر نہیں پہنچ رہا تھا کبھی کچھ سوچتا تھا کبھی کچھ مجھے سب سے زیادہ فکر راج کماری کی تھی جسے یہاں اس حالت میں دیکھ کر میری عقل خبط ہو گئی تھی وہ مجھ سے ملنے کے لئے مضطرب تھی اور اب میں اسے ہر قیمت پر میاں صاحب کے عتاب سے بچانا چاہتا تھا میاں صاحب کے ارادت مندوں کی دخل اندازی نے مجھے بے بس کر دیا تھا میری نظر پھر کوٹھڑی کی جانب اٹھی وہاں درشہوار کھڑی تھی اور سراسیمگی سے مجھے تک رہی تھی اس کے چہرے پر میرے لئے ہمدردی کا جذبہ موجود تھا میری طرف سے نظر ہٹا کر اس نے ابوالحسن سے کچھ کہا اور ابوالحسن نے نفی میں گردن ہلا دی ابوالحسن کے اس انداز پر میری رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو گئیں میرا جی چاہا کہ میں ابوالحسن سے جا کر کہوں آپ بھی مجھے بھول گئے مگر میں نے ان

سے کچھ نہیں کہا ابوالحسن سے کوئی گزارش کرنے کے خیال ہی سے مجھے اپنے آپ پر غصہ آیا اور میں چاروناچار گردن جھکائے اشرف علی کی طرف چلا گیا جو ابھی تک حیران کھڑا صورت حال کو سمجھنے کی کوشش میں بری طرح پریشان نظر آرہا تھا میں قریب گیا تو اس نے پوچھا ماجرا کیا ہے شاہد علی۔؟

میاں صاحب نے آج سے کوئی دو تین ماہ پہلے اس بستی میں قدم رکھا ہے اس مدت میں ان کی خانقاہ سے کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں گیا پوری بستی میں ان کی بزرگی اور خوش خلقی کے چرچے ہیں جو شخص بھی ان کے پاس جاتا ہے وہ دل سے ان کا معتقد ہو جاتا ہے لیکن تمہارے سلسلے میں محترم بزرگ کا رویہ عجیب تھا ایسا کیوں ہوا شاہد علی۔؟

مت پوچھو اشرف علی یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی میں نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

اشرف علی مصر ہو گیا تم ضرور مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہو مجھے وہ بات بتا کر دل کا بوجھ ہلکا کر لو۔

مجھ سے غلطی ہو گئی اشرف علی ہمیں وہاں نہیں جانا چاہیے تھا کاش مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تم نے دیکھا ہو گا کہ مجھے دیکھ کر پنجرے میں بند ایک مینا نے پھڑ پھڑانا شروع کر دیا تھا بس میاں صاحب اس بات پر ناراض ہو گئے میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا، اشرف علی کی آنکھوں میں حیرت ابھر گئی۔

کیا مطلب؟ بخدا میں نہیں سمجھا ایک پرندے سے تمہارا کیا تعلق؟ تم کچھ بے معنی اور مبہم باتیں کر رہے ہو پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا ہاں ہاں مجھے یاد آیا وہ مینا تمہیں دیکھ کر پردیپ پردیپ پکار رہی تھی تم ہندو تو نہیں ہو۔؟

خدا کے لئے مجھے اس وقت پریشان مت کرو۔ خاموش ہو جاؤ میں کچھ

سوچنا چاہتا ہوں میں نے اشرف علی کے سوالوں سے بچنے کے لئے یہ
واقعات اتنی تیزی سے رونما ہوئے تھے کہ ان گنت وسوسوں اور
اندیشوں نے مجھے گھیر لیا تھا واپسی پر میں اپنا قد چھوٹا محسوس کر رہا تھا
اور بے زاری سے مضحکہ خیز انداز میں سر اور ہاتھ ہلاتا جا رہا تھا اشرف
علی میری وحشت دیکھ کر خوفزدہ سا تھا اور مجھ سے بار بار سوالات کر رہا
تھا میں بار بار اسے جھڑک دیتا تھا راج کماری شیلا کی بے بسی کا احساس
مجھے خون کے آنسو رولا رہا تھا وہ شیلا جس سے میں نے سب سے
زیادہ محبت کی تھی اب اس کی روح ایک پرندے کے جسم میں قید تھی
میں اپنے خیالوں میں سرگرداں اشرف علی کے سوالات سے بچنے کے
لئے اس سے کچھ آگے نکل گیا میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی اشرف
علی میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا مسجد پہنچ کر میں سیدھا حجرے میں گیا اور
نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا چند لمحوں بعد اشرف علی اندر داخل ہوا اس کی

سانس پھولی ہوئی تھی وہ ہانپتا ہوا بولا شاہد علی آج تمہیں بتانا ہی ہوگا کہ تمہارا ماضی کیا تھا۔؟ میں نے اکثر بے خودی کے عالم میں تمہیں شیلا شیلا پکارتے سنا ہے آج وہ بینا تمہیں پردیپ پردیپ کہہ کر پکار رہی تھی مجھے سچ سچ بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ تم سے میاں صاحب جیسی نیک اور خدا ترس شخصیت نے بھی منہ پھیر لیا آخر کیوں۔؟

مولوی اشرف علی، میں نے بگڑ کر کہا کچھ دیر کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سب کچھ بتا دوں گا ابھی میرے دل و دماغ اس قابل نہیں کہ میں تمہیں اپنی بدنصیبی کی داستان سنا سکوں۔

مولوی اشرف علی نیک شخص تھا مجھے الجھا ہوا دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ دو روز گزر گئے مولوی اشرف علی نے متعدد بار اصرار کیا کہ میں اپنا ماضی اس کے سامنے بے نقاب کر دوں لیکن میں نے اس کی طرف

کوئی توجہ نہ دی میں راج کماری شیلا کی آتما کی بازیابی کے منصوبے بناتا رہا کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی تھی جس پر عمل کرنا ممکن ہوتا۔

تیسرے دن میرے اندر چھپے ہوئے کسی شخص نے مجھے ایک راہ سجھا دی اس وقت میرے سامنے اشرف علی تھا جو بہت سادہ اور نیک دل شخص تھا میں نے سوچا اگر میں کسی طرح اسے ہموار کرلوں تو کام بن سکتا ہے یہ کام مشکل نہیں تھا چنانچہ میں نے اسے اپنے متعلق کچھ اچٹتی ہوئی باتیں بتائیں میں نے شیلا کے بارے میں اسے بتایا کہ وہ ایک ہندو عورت کی روح ہے جسے سکون دینے کے لئے میں پردیپ بن گیا تھا میں نے کچھ اتنے تاثر انگیز انداز سے واقعات سنائے کہ اشرف علی میری صورت تکنے لگا اسے حیرت تھی کہ میں روحوں کے بارے میں کتنی روانی سے بات کررہا ہوں اس پر سکوت طاری ہوگیا جیسے وہ میری سرگزشت سن کر یقین کرنے اور نہ کرنے کی کیفیت میں مبتلا ہو

سنو اشرف علی میں اعتراف کرتا ہوں میں نے کہا میں راج کماری شیلا کے لئے اپنی راہ سے بھٹک گیا ہوں اپنا مقام اور مسلک بھول گیا ہوں میں نے شیلا سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک اس کی بے چین آتما کو قرار نہیں آجائے گا میں دنیا کی تمام عبادتوں سے دور رہوں گا اسے تم میری غلطی سمجھو یا حماقت لیکن جو کچھ ہوا وہ میں نے تمہارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

شاہد علی۔ تم کتنی عجیب باتیں کر رہے ہو ایک روح سے تم نے وعدہ کیا ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا ہے شاید تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو، اشرف علی نے معصومیت سے کہا۔

نہیں اشرف علی۔ یہ سب سچ ہے میں نے روحانی اور ماورائی قوتوں کے بارے میں تمہیں بہت سرسری سی باتیں بتائی ہیں اس عالم رنگ بو میں ان لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جن کی آنکھیں ماورائے ادرک

دیکھنے پر قادر ہوتی ہیں یہ خوبی بڑی ریاضت کے بعد آتی ہے عبادت گزار شخص ایک ایسا پہلوان ہو جاتا ہے جس کے تمام حواس ہر اعتبار سے عام آدمیوں کے حواس سے قوی اور مختلف ہو جاتے ہیں میں نے بھی کچھ سیکھا ہے کچھ ریاض کیا ہے لیکن میں غالبا اسکا متحمل نہیں ہو سکا۔

میں نے ایک موثر تقریر کی جو اشرف علی نے خاموشی اور حیرت سے سنی جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

شاہد علی تم نے بہت برا کیا جو ایک روح کی خاطر اپنے مسلک کے دور ہو گئے اب میاں صاحب کی ناراضگی کی وجہ میری سمجھ میں آ چکی ہے میں سمجھتا ہوں اب بھی وقت ہے کہ تم سلامتی کی راہ پر آ جاؤ خداوند کریم کی ذات بابرکت تم پر یقینا مہربان ہو گی اور کیا عجب کہ تم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لو۔

مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہے میں نے اشرف علی کو اکھڑتا دیکھ کر
ندامت سے کہا لیکن میں نے ایک روح سے وعدہ کیا تھا وہ روح جسے
مجھ سے عشق ہے میرے لئے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں اپنی بقیہ
زندگی گمراہی میں گزاردوں اور گناہوں کا بوجھ اٹھائے دنیا سے
رخصت ہو جاؤں یا پھر شیلا کو میاں صاحب سے حاصل کر کے اس کی
آتما کو آزاد کراؤں اگر میں نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو مجھے سکون نہیں
ملے گا اور سکون نہ ملا تو میں منتشر منتشر رہوں گا میں عبادت ضرور کروں
گا مگر تم سمجھ سکتے ہو کہ ذہنی انتشار کی عبادت کیسی عبادت ہو گی میرا دل
تو کہیں اور رہے گا۔
جب میں نے دیکھا کہ اشرف علی نے شیلا کے واقعات سے کوئی
خاص اثر قبول نہیں کیا ہے تو میں نے مبالغے سے بھی گریز نہیں کیا میں
نے اسے کچھ جھوٹی باتیں بھی بتائی اور کہا کیا ایک مسلمان کو اپنے

وعدے سے منکر ہو جانا چاہیے کیا میں یونہی خاموش ہو کر بیٹھ جاؤں۔

شاہد علی ایک مسلمان کی حیثیت سے میں تمہیں دوسرے راستے پر چلنے کی تلقین کروں گا اگر تم نے نیک نیتی اور سچے دل سے توبہ کر لی تو یقین جانو خدا تمہیں معاف کر دے گا۔

ہاں تمہاری بات درست ہے لیکن یہ اسی طرح ممکن ہے کہ تم میری کچھ مدد کرو میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے اگر تم میاں صاحب کے پاس جا کر ان سے مینا کا پنجرا طلب کرو تو وہ تمہیں مایوس نہیں کریں گے میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

لیکن میں میں یہ۔ اشرف علی انکار پر مصر تھا۔

میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور اسے مجبور کیا کہ وہ اس معمولی سے کام کے لئے آمادہ ہو جائے اشرف علی مجھے صبر و سکون کی تلقین کرتا رہا لیکن میں بضد رہا پھر میں اپنی گفتگو کو ایک ایسے موڑ پر لے گیا جہاں

اشرف علی کوئی فیصلہ کر سکتا تھا میں نے بہت سے جھوٹ بولے ،مبالغے کئے حاشیہ آرائی سے کام لیا اور آخر اشرف علی میری قوت بیان سے متاثر ہو گیا اور اس نے با دل نخواستہ پنجرا لے کر آنے کے لئے آمادگی ظاہر کر دی۔

وہ رات میں نے امید و بیم کی کیفیتوں میں گزاری مجھے اپنی کامیابی کا یقین نہیں تھا میاں صاحب دلوں کا راز پڑھنے کی قوت رکھتے تھے مستقبل کی باتیں ان پر آشکار ہو جاتی تھیں مجھے اندیشہ تھا کہ میرا یہ فریب بھی ان سے مخفی نہیں رہ سکے گا لیکن اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں تھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق میں نے امید کا چراغ تیز ہواؤں کی زد پر روشن کرنے کی کوشش کی تھی مجھے ایک موہوم سی امید تھی کہ میاں صاحب شاید اشرف علی کی درخواست رد نہ کریں۔

دوسری صبح فجر کی نماز کے بعد مولوی اشرف علی میاں صاحب کی طرف

روانہ ہو گیا اس کے جاتے ہی میرے اعصاب میں جوار بھاٹے کی
کیفیت پیدا ہو گئی ایک لمحہ کامیابی کے بشارت لے کر آتا تھا تو دوسرا
لمحہ مایوسی کی پیشگوئی کر دیتا تھا مجھ سے حجرے میں انتظار نہیں کیا گیا
میں مسجد سے باہر نکل کر ٹہلنے لگا آخر خدا خدا کر کے دور سے اشرف علی
آتا دکھائی دیا میں بے تحاشا بھاگ کر اس کے پاس پہنچ گیا مولوی
اشرف علی مینا کا پنجرا لئے میرے سامنے کھڑا تھا میں نے جھپٹ کر
اس کے ہاتھ سے پنجرا اس طرح اچک لیا جیسے مجھے خطرہ ہو کہ کہیں
اشرف علی اسے دوبارہ واپس نہ لے جائے اس نے میرا دیوانہ پن
دیکھ کر تھکے ہوئے لہجے میں کہا خدا تمہیں ایمان کی روشنی سے سرفراز
کرے شاہد علی میاں صاحب سے یہ پنجرا حاصل کرنے میں جو
دشواری پیش آئی ہے وہ میرا ہی دل جانتا ہے میں تمہارے حق میں دعا
کروں گا لیکن تم نے مجھ سے غلط بیانی سے کام لیا اس کا مجھے دکھ ہے۔

میں نے چونک کر وضاحت طلب نظروں سے اشرف علی کو دیکھا وہ افسردہ لہجے میں بولا اس مینا نے مجھے میاں صاحب کی موجودگی میں خود اپنی زبان سے تمام باتیں بتا دی ہیں تم نے مجھ سے بہت جھوٹ بولا ہے شاہد علی اگر تم صاف گوئی سے کام لیتے تو بھی میں تمہارا کام کر دیتا۔

ہاں مجھے اعتراف ہے اشرف علی کہ میں نے تم سے کچھ غلط بیانی سے کام لیا تھا میں نے ہنس کر کہا مجھے معاف کر دو مجھ یقین تھا کہ اگر میں تم سے حقیقت حال کا اظہار کر دیتا تو شاید تم بھی مجھ سے وہی سلوک کرتے جو میاں صاحب نے کیا تھا بہر حال میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم میرے کام آئے۔

میں بڑی سچائی سے عرض کروں کہ اس وقت مجھے خود اپنا لب ولہجہ نفرت کے قابل محسوس ہو رہا تھا اشرف علی کو یقیناً اس رویے کی توقع

نہیں تھی لیکن اب میرے پاس گزری ہوئی غلطیوں کی طرف توجہ
کرنے کا وقت ہی کہاں تھا میں راج کماری شیلا کو پالینے کے بعد اب
اشرف علی کی ناگواری بھی خوشی سے برداشت کر رہا تھا میں پنجرا ہاتھ
میں تھامے تیزی سے حجرے میں داخل ہوا اور پنجرے کو اپنی آغوش
میں بھر کر بولا آخر تم مجھے مل ہی گئیں دیکھو تمہارا پردیپ تمہارے پاس
ہے اب مجھے تم سے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔
میں وارفتگی اور سرمستی کے عالم میں نہ جانے کیا کیا کہتا اور راج کماری
سے اپنی والہانہ محبت کی تجدید کرتا رہا ویران قلعے میں پیش آنے والے
بے پناہ عشق کی یادیں پھر سے تازہ ہو گئیں لیکن مینا بند پنجرے میں
محض پھڑ پھڑاتی رہی اس نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا مجھے اس کی
خاموشی بڑی گراں گزر رہی تھی جب وہ بہت دیر تک کچھ نہ بولی تو میں
زچ ہو کر بولا شیلا تم خاموش کیوں ہو؟ میں پردیپ ہوں کیا مجھے

حاصل کر کے تمہیں کوئی خوشی نہیں ہوئی میں مسلسل کئی روز تک ویران قلعے میں تمہارے لئے بھوکا پیاسا تڑپتا رہا ہوں مجھے آواز دو میرے کان تمہاری دل نشین آواز سننے کے لئے بے تاب ہیں مینا نے بے پروائی سے پنجرے کی جالیاں کاٹنی شروع کر دیں وہ ایسی بے نیاز تھی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو وہ مجھ سے بے حد خائف اور سہمی ہوئی نظر آ رہی تھی اس کی خاموشی سے میرے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا میں نے پنجرے کو زور زور سے جھنجھوڑ ڈالا بولو راج کماری شیلا کیا تمہیں میری حالت پر ترس نہیں آ رہا ہے تمہیں اپنے اروپ دیوتا کی قسم مجھے پردیپ کہہ کر پکارو مجھ سے باتیں کرو۔!

مینا پنجرے میں ادھر اُدھر چکراتی رہی میں حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے آوازیں دیتا رہا مجھ پر شدید مایوسی کا غلبہ تھا اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں میاں صاحب نے اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے پنجرا دیتے

وقت راج کماری کی روح کو کسی اور جگہ تو مقید نہیں کر دیا یقیناً ایسا ہی ہوا ہے اشرف علی نے ان سے مینا طلب کی تھی انہوں نے اس کی درخواست قبول فرمائی اور مینا اس کے حوالے کر دی ورنہ راج کماری تو میاں صاحب کی موجودگی میں بھی مجھے دیکھ کر بے اختیار پکارنے لگی تھی بھلا اس وقت کیوں خاموش ہے میرا شبہ رفتہ رفتہ یقین میں تبدیل ہو گیا اشرف علی دروازے پر کھڑا میری مجنونانہ حرکتوں پر انگشت بدنداں تھا میں ناکامی اور مایوسی کے احساس سے مغلوب ہو کر جھلا گیا اور میں نے اسی جھلاہٹ میں مینا کا پنجرا دور پھینک دیا پھر میں نے اشرف علی کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا اور چلایا اشرف علی میاں صاحب نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے اور اس زیادتی میں تم بھی ان کے برابر شریک ہو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، میری بات کا صحیح جواب دو شیلا کہاں ہے۔؟

میرا جنون انتہا کو پہنچ گیا اشرف علی میرے شکنجے میں جکڑا ہوا لرز رہا تھا میں اس کے گلے پر اپنی گرفت مضبوط کرتا رہا پھر اچانک میں نے اسے ایک جھٹکا دے کر حجرے کے پختہ فرش پر پٹخ دیا اور غصے سے پیر پٹختا ہوا مسجد سے باہر نکل گیا میرا رخ میاں صاحب کی قیام گاہ کی طرف تھا میں راج کماری کے بارے میں میاں صاحب سے کوئی فیصلہ کرنے اور اسے ہر صورت میں حاصل کرنے کے لئے مسجد سے نکلا تھا میں نے اپنے طور پر یہ طے کر لیا تھا کہ میں شیلا کی خاطر میاں صاحب کے تمام پرندے جلا کر خاک کر دوں گا میں اس ذلیل زندگی سے تنگ آ کر موت کو گلے لگانے پر بھی آمادہ ہو چکا تھا کچھ دور تک میں تیز تیز چلتا رہا پھر میں نے بھاگنا شروع کر دیا میرے دل میں طوفان ابل رہے تھے میں راج کماری کی خیریت دریافت کرنے کے لئے بے حال ہوا جا رہا تھا۔

میں بستی سے دور میاں صاحب کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گیا۔

تو وہاں عقیدت مندوں کی ایک فوج جمع تھی۔ وہاں میں نے ابوالحسن اور درشہوار کو بھی دیکھا اور درشہوار مجھے دیکھ کر چونکی مگر میں نے اس کی بھی کوئی پرواہ نہ کی میں تمام رکاوٹیں پھلانگ کر میاں صاحب کی کوٹھڑی کے اندر پہنچنے کے لئے پر تول رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں وہاں تک جانے میں کامیاب ہوتا میاں صاحب کے عقیدت مندوں نے بڑھ کر مجھے گھیر لیا یہ لوگ تین روز قبل مجھے یہاں رسوا ہوتا دیکھ چکے تھے اس روز مجھے ایک دراز ریش بزرگ نے پہلی بار وہاں سے نکل جانے کے لئے کہا تھا اس وقت وہی طیش کے عالم میں میرے قریب آ کر بولے تو پھر آ گیا مردود؟ دفع ہو جا تجھے جرات کیسے ہوئی کم بخت۔ اتنا تو سوچ کہ تیری موجودگی میں ان کے دینی مشاغل میں خلل ڈالے گی کچھ تو خدا کا خوف کر نا ہنجار۔

بڑے صاحب آپ راستے سے ہٹ جائیے میں نے راہ میں حائل ہونے والے شخص کو دھکا دے کر آگے بڑھنے کی کوشش کی میری یہ حرکت دیکھ کر میاں صاحب کے عقیدت مندوں نے مجھ پر یلغار کر دی اور مجھے گھسیٹ کر کوٹھڑی سے دور کر دیا۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ میری تکا بوٹی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے مجھے اپنی پہاڑی کا ایک گزرا ہوا واقعہ یاد آ گیا جہاں میرا ایک عقیدت مند غصے میں ایک انسپکٹر کے گلے پڑ گیا تھا مجھے اس بات کا احساس تھا کہ ایسی جگہوں پر کشت وخون پسند نہیں کیا جاتا اس لئے میاں صاحب کے عقیدت مند آخر وقت تک اس سے بچنے کی کوشش کریں گے میں نے ایک بار پھر زور آزمائی کی اور انہوں نے ایک بار پھر مجھے حقارت سے دور کر دیا وہ مجھ سے سخت برہم اور مشتعل نظر آ رہے تھے میں نے وہاں خود کو بیدست وپا محسوس کیا اور بے بسی سے کوٹھڑی کی طرف دیکھا درشہوار

میری رسوائی کا یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہی تھی اس کی نظریں مجھ سے چار ہوئیں تو وہ کچھ سوچ کر میاں صاحب کی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی مجھے اختلاج ہونے لگا مجھے یقین تھا کہ وہ میاں صاحب کی خدمت میں میری بازیابی کی اجازت حاصل کرنے کے ارادے سے گئی ہے میں حجرے کے دروازے پر نظریں جمائے رہا چند لمحوں بعد درشہوار واپس آئی، اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا اس کی خوب صورت آنکھوں سے حسرت عیاں تھی اس نے نگاہیں نیچی کر لیں اور پھر اچانک ابوالحسن کے کان میں کچھ کہا ابوالحسن نے جواب میں اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کی پشت تھپتھپانے لگے اب میرا وہاں رکنا مناسب نہ تھا میرا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور میں واپسی کے راستے پر چل پڑا کسی ایسے مسافر کی طرح جس کے تمام ساتھی بچھڑ گئے ہوں جو دشت میں تنہا گھوم رہا ہو اور جسے راستے کا پتہ تک نہ ہو ابھی میں کوٹھڑی سے کوئی ایک فرلانگ

دور گیا ہوں گا کہ اذان کی آواز کانوں میں گونجی اچانک میرے ذہن
میں ایک عجیب و غریب ترکیب آ گئی مجھے معلوم تھا کہ میاں صاحب
نماز اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ ادا کرنے کے عادی ہیں ان کے
اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا تھا میں جلدی سے لپک کر ایک
درخت کی آڑ میں ہو گیا میں یہ موقع ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا جتنی
دیر میاں صاحب اور ان کے عقیدت مند نماز ادا کرنے میں مصروف
رہتے اتنی دیر میں میرا کام بن سکتا تھا میں درخت کی آڑ میں چھپا کھڑا
رہا اب میری نظریں میاں صاحب کی کوٹھڑی کی طرف مرکوز تھیں
سبزے پر عقیدت مندوں نے صفیں پڑھنی شروع کر دی تھیں ادھر میں
نے آنے والے لمحات کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح مستعد کر رہا
تھا کچھ دیر بعد میاں صاحب لکڑی ٹیکتے ہوئے باہر آئے اب وہ
خاصے ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے انہیں دو افراد نے سہارا دے رکھا

تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں ایک ایک پل اضطراب میں گزر رہا تھا جیسے ہی نماز کے لئے صفیں آراستہ ہوئیں اور میاں صاحب نے نیت کے لئے ہاتھ باندھے میں پھرتی سے درخت کی آڑ سے نکل کر حجرے کی طرف دوڑنے لگا مجھے اپنی کامیابی کا مکمل یقین تھا میاں صاحب اور ان کے عقیدت مند نماز میں مصروف تھے اس وقت کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو میرے راستے میں حائل ہوتا درشہوار اور ابوالحسن بھی کہیں نظر نہیں آرہے تھے میں بھاگتا ہوا حجرے میں داخل ہو گیا وہاں متعدد پنجرے موجود تھے اور ان پنجروں میں متعدد پرندے بند تھے میری سانس پھول رہی تھی میں نے ایک طائرانہ نظر تمام پنجروں میں ڈالی یک لخت ایک طوطے نے پھڑ پھڑا کر چلانا شروع کر دیا۔

پردیپ، پردیپ تم آگئے راجکمار، مجھے یہاں سے نکالو پردیپ میری آتما تمہارے لئے تڑپ رہی ہے۔

خوشی اور فتح مندی کے احساس سے میرا انگ انگ مسکانے لگا میں جھپٹ کر آگے بڑھا اور میں نے چشم زدن میں طوطے کا پنجرا اٹھایا پھر میں واپسی کے ارادے سے پلٹنے ہی والا تھا کہ ٹھٹھک کر رہ گیا ابوالحسن زہریلی نظروں سے میری طرف دروازے پر کھڑے دیکھ رہے تھے میں نے بھی انہیں اس طرح دیکھا جیسے میں ان سے شدید بیزار ہوں تم یہاں تک آ گئے شاہد علی اتنی پستی، چوری بھی شروع کر دی ہے ابوالحسن آپ کو حق ہے آپ مجھے جو چاہیں کہہ سکتے ہیں میں آپ کو اپنا اتالیق سمجھتا ہوں پھر بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرے راستے میں رکاوٹ بنیں اور ہمارے درمیان کوئی تلخ صورت حال پیدا ہو میں یہ پنجرا یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں بہتر ہے آپ اس معاملے میں دخل نہ دیں یہ پنجرا میرے ساتھ جائے گا میں نے سنجیدگی سے کہا۔

ابوالحسن نے پرسکون انداز میں جواب دیا شاہد علی تم میاں صاحب کے

حکم کے بغیر اس حجرے سے ایک چٹکی خاک بھی باہر نہیں لے جا سکتے بہتر ہوگا پنجرا واپس رکھ دو۔

ابوالحسن مجھے طیش آ گیا، راج کماری شیلا کی آتما پر دیپ پکار کر مجھے پکچھ کر گزرنے پر اکسا رہی تھی میں نے بگڑے ہوئے تیور سے انہیں مخاطب کیا اگر آپ نے پنجرے کی واپسی کے لئے ضد کی تو میرے لئے ضروری ہوگا کہ مجبوراً آپ کو راستے سے ہٹا دوں میں اس عزم سے یہاں آیا ہوں کہ پنجرا ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔

ابوالحسن میرے تیور دیکھ کر زیر لب مسکرائے شاہد علی معلوم ہوتا ہے تمہاری عاقبت کے ساتھ ساتھ تمہارا دماغ بھی خراب ہو گیا ہے تم ابھی تک ہواؤں میں اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔

میرے پاس ابوالحسن سے بحث کرنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ راج کماری کو حاصل کرنے کے بعد اسے چھوڑنا میرے بس کی بات نہیں

تبھی میں نے ابوالحسن کو راستے سے ہٹانے کی ٹھان لی میں فیصلہ کر کے آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے چار جن ابوالحسن کا اشارہ پا کر نمودار ہوئے یہ چاروں غالباً پہلے سے وہاں موجود تھے پنجرا میرے ہاتھ سے چھین لیا گیا اس کے بعد ان چاروں نے مجھے دھکے دے کر باہر نکال دیا اور میاں صاحب کی کوٹھڑی سے دور پھینک کر الٹے قدموں واپس چلے گئے ایک زمانہ تھا کہ ابوالحسن اور جنوں کا یہ قبیلہ میرے سامنے گردن جھکائے میرے احکام کا منتظر رہتا تھا میری ایک جنبشِ نظر سے سیاہ و سفید کا فیصلہ ہو جاتا تھا لیکن آج انہی ابوالحسن نے میرے ساتھ جارحانہ سلوک کیا اور ان کے رفیق جنات نے مجھے بڑی بے دردی اور بے رحمی سے دھکے مارے میں نے میاں صاحب کی طرف دیکھا جو ہر بات سے بے نیاز بارگاہِ ایزدی میں سربجود تھے میں ساکت و صامت کھڑا قسمت کی گردشوں پر آنسو بہا رہا تھا۔

میاں صاحب نماز ادا کرنے کے بعد حجرے میں واپس چلے گئے نماز کے بعد وہاں موجود دوسرے افراد نے اپنے چہروں سے اسی نفرت کا اظہار کیا جس کا میں عادی ہو گیا تھا۔ مجھے ان کی نفرت یا محبت سے کوئی سروکار نہ تھا میں تو کسی نہ کسی طرح اپنا گوہر مقصود حاصل کرنا چاہتا تھا ان لوگوں کو کیا معلوم کہ یہ شخص دنیا سے کس قدر عاجز ہے وہ کیوں زندہ ہے عشق و انتقام کی وہ کیسی آگ ہے جو اس کے سینے میں سلگ رہی ہے انہیں کیا احساس ہوتا کہ ان کے سامنے کل کا ایک محترم بزرگ موجود تھا اب میں اپنے عظیم ماضی کی کوئی رعایت ان سے نہیں لینا چاہتا تھا میرا جسم دکھنے لگا کیونکہ راجکماری کی بازیابی کی کوئی اور صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی چار و ناچار میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہا اب مجھے ہر طرف اداسی ہی اداسی اور ناکامی ہی ناکامی نظر آرہی تھی میں انہی فکروں میں غلطاں و پیچاں سبزے پر

اوندھا پڑا تھا کہ ایک مانوس آواز میرے کانوں میں بارود کے شور کی طرح ٹکرائی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے کانوں کے پاس بم پھٹا ہو آخر تم مجھے مل گئے میاں شاہد علی میں تو تمہیں مختلف شہروں اور بستیوں میں تلاش کر رہا تھا میں نے پلٹ کر دیکھا پنڈت اونکار ناتھ اپنی تمام خباثتوں کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا اور مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا میرا سب سے بڑا دشمن اس وقت میرے سامنے تھا۔

اس کے اس طرح سامنے آنے سے مجھے گزرے ہوئے تمام صدمے یاد آ گئے اور زخم رسنے لگے وہ پھر میرے صبر و ضبط کا امتحان لینے آ گیا تھا فراموش کر دیا اور تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا یہی وہ خبیث اور مردود شخص تھا جس نے مجھے آزمائشوں میں ڈال کر مجھ سے سب کچھ چھین لیا تھا میری تمام بربادیوں کا ذمے دار تھا اس نے میرے اندر

چھپے ہوئے ایک شیطان صفت شخص کو ابھار دیا جو عبادت و ریاضت کے باوجود میرے اندر سے نہیں نکل سکا تھا ابھی میرے باطن کی پوری طرح تطہیر بھی نہ ہوئی تھی کہ اونکار ناتھ نے مجھ سے زور آزمائی شروع کر دی قبل از وقت ہنگامہ کھڑا کر دیا اگر میں اونکار ناتھ پر سبقت لے جانے کا جذبہ دبا لیتا انا پر قابو پا لیتا اور اپنے سرکش نفس کو مطیع کر لیتا تو مجھے اتنے سانحوں سے دو چار نہ ہونا پڑتا اونکار ناتھ کے آنے سے پہلے ہی میں اپنی زندگی ختم کر لینے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہا تھا اور جب مرنا ہی ٹھہرا تو پھر کسی چیز کی کیا پروا؟ کسی چیز سے خوف کیسا؟ میں نے سوچ لیا کہ میں اپنی تمام روحانی طاقتوں کے چھن جانے کے باوجود اس نابکار سے ضرور پنجہ آزمائی کروں گا چاہے اس کے نتائج کتنے ہی ہولناک نکلیں۔

جاپ ختم کرتے ہی میں تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا مجھے وشواس تھا

کہ شاہد علی تم کہیں کونے کھدرے میں چھپے ہوئے ہو گئے آج میں آخری فیصلہ کرنے کے ارادے سے آیا ہوں تمہارے پاس اگر کوئی زور اب بھی باقی رہ گیا ہو تو آزمالو میاں جی میں تمہیں موقع دیتا ہوں اونکار ناتھ کے لہجے میں زہر بھرا ہوا تھا۔

کمینے ذلیل، میں آج تجھے جہنم رسید کر کے چھوڑوں گا یہ کہہ کر میں ذرا بھی مہلت دیئے بغیر اس سے لپٹ گیا اس سے پہلے کہ اونکار ناتھ کسی منتر کا جاپ کرتا اور اپنے بیروں کو مدد کے لئے بلاتا میں اس کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا اس کی منحوس شکل دیکھتے ہی مجھ پر جنون طاری ہو گیا تھا۔

اونکار ناتھ میرے اس اچانک حملے سے ایک پل کے لئے لڑکھڑا کر رہ گیا لیکن دوسرے ہی پل اس نے کسی کھلونے کی طرح مجھے کمر سے تھام کر اٹھایا اور سبزے پر اچھال دیا میں اس کی بے پناہ طاقت کا

اندازہ کر کے ششدر رہ گیا میں سبزے پر تیز ڈھا گرا تھا اس لئے میرے کولہے میں شدید چوٹ آئی تھی میں نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی مگر صرف کراہ کر گر گیا۔

شکتی پراپت حاصل کرنے کے لئے منش کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں مورکھ من کو مارنا پڑتا ہے تو کیا جانے گیان دھیان کسے کہتے ہیں اونکار ناتھ تحقیر آمیز انداز میں مجھ سے مخاطب تھا میں نے ایک بار پھر اٹھنے کی ناکام کوشش کی لیکن ناکام رہا اونکار ناتھ میری ناکامی دیکھ کر استہزایہ لہجے میں بولا میاں شاہد علی اٹھو تم نے مجھے نرکھ میں جھونکنے کا فیصلہ کیا تھا اب اتنے لاچار کیوں نظر آ رہے ہو کوئی وظیفہ پڑھو بلاؤ اپنے موکلوں کو آواز دو اپنے مرشد کو انہیں حکم دو کہ وہ مجھے جلا کر بھسم کر دیں۔

اونکار ناتھ کی نفرت انگیز باتیں ناقابل برداشت تھیں میں اپنے جسم کی ساری توانائی اکٹھی کر کے ایک بار پھر جوش میں اٹھ کھڑا ہوا اور کسی

پاگل کی طرح اونکار ناتھ کے گریبان سے الجھ گیا لیکن اس بار بھی اونکار ناتھ نے مجھے ایک ہی جھٹکے میں دور پھینک دیا اور کڑک کر بولا یہ کیا بچوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو میاں تمہاری روحانی قوتوں کو کیا ہو گیا؟ جان پڑتا ہے کہ اب تمہارے دن پورے ہو گئے ہیں سمے بیت چکا ہے تم نے رشیدہ اور اس کے بچوں کو برباد کیا بیرسٹر اور اس کے بچوں کو اندھا اور مفلوج کیا پر تو یہ بھول گئے کہ میں ابھی زندہ ہوں اچھا خبردار اب اپنی موت کے لئے تیار ہو جاؤ شما کا وچار دل میں نہ لانا شاہد علی مجھے معلوم ہے تم میرے چرنوں میں بھکاریوں کی طرح لوٹ لگاؤ گے پر تو اب تمہاری معافی کا وقت گیا تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے میاں صاحب نے تمہیں کیا دان کیا تھا تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ میں نے پہاڑی پر اپنی شکتی کا ایک مظاہرہ کر کے تمہیں خود سے دور رکھنے کا کیسا سبق دیا تھا تم نہ جانے خود کو کیا سمجھتے تھے۔

میاں صاحب کا حجرہ میری نظروں کے سامنے تھا ان کے عقیدت مند حجرے میں باریابی کے منتظر تھے کسی ایک نے بھی میری طرف توجہ نہ کی مجھے جلد ہی احساس ہو گیا کہ اب اونکار ناتھ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے میں پوری طرح اس کے قبضے میں ہوں آج یہ تماشا اختتام کو پہنچ رہا ہے میں اس کشمکش کے عالم میں نہ جانے کیوں مبہم حسرتوں اور موہوم آرزوؤں کے ساتھ میاں صاحب کی کوٹھڑی کی سمت دیکھنے لگا جیسے مجھے وہاں سے کوئی معجزہ رونما ہونے کی توقع ہو۔

اونکار ناتھ بولا اس کٹیا کی طرف کیا دیکھ رہے ہو شاہد علی کیا وہاں تمہارا کوئی دھرماتما موجود ہے اگر موجود ہے تو اسے بھی بلا لو چلو پرانے تعلقات کی بنا پر کم سے کم یہ رعایت تو تمہیں دے ہی دوں۔

میں کچھ کرنے اور کہنے کی ہمت نہ رکھتا تھا مگر پلک جھپکائے بغیر کھا جانے والی نگاہوں سے اونکار ناتھ کو دیکھتا رہا اگرچہ اب مجھے میاں

صاحب سے کوئی خاص امید نہیں تھی کوئی خاص انس نہیں تھا کیوں کہ انہوں نے راج کماری کی آتما کو قید کر کے میرے غموں میں اور اضافہ کر دیا تھا پھر بھی پتہ نہیں کیوں مجھے میاں صاحب کی شان میں کوئی نازیبا بات سننا گوارا نہ تھی خصوصاً اونکار ناتھ کی ناپاک زبان سے سننا چنانچہ میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا اونکار ناتھ یہ صحیح ہے کہ میں تمہارے گستاخانہ طرز عمل کا پوری طرح جواب دینے سے معذور ہوں لیکن میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم کوٹھڑی والے بزرگ کی شان میں کوئی اوچھی بات منہ سے نہ نکالنا تمہاری لڑائی صرف مجھ سے ہے مجھے جو چاہے کہہ لو اگر مجھ سے نمٹنا چاہو تو نمٹ سکتے ہو۔

کوٹھڑی والے بزرگ، اونکار ناتھ نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا انہیں آواز دو کہ وہ بھی اونکار ناتھ کو دیکھ لیں اس کے دھرم کی سچائی مان لیں پھر گرج کر کہنے لگا مورکھ تو اس سے اونکار ناتھ کے قبضے میں ہے اس

دھرتی پر کون ہے جو اونکار ناتھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکے تجھے اگر اپنے کوٹھڑی والے بزرگ پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو اسے بھی بلا لے۔

میں اس جذبے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ اونکار ناتھ کی زبانی میاں صاحب کی شان میں مسلسل گستاخانہ الفاظ سن کر مجھ پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا میں نے سہمی ہوئی نظروں سے دوبارہ حجرے کی طرف دیکھا اور سر تا پا لرز اٹھا میاں صاحب تمام تر تمکنت تمام تر وقار اور جاہ جلال کے ساتھ لکڑی ٹیکتے ہوئے تیزی سے ہماری طرف آ رہے تھے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اونکار ناتھ انہیں دیکھ نہیں سکا کیوں کہ ان کی طرف اس کی پشت تھی مجھے اس بات پر بڑا تعجب تھا کہ میاں صاحب اس وقت کسی دوسرے آدمی کے سہارے کے بغیر چل رہے تھے ان کا کوئی عقیدت مند اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا سب دم بخود کھڑے ہو کر میاں صاحب کو

ہماری طرف آتے دیکھ رہے تھے میں میاں صاحب کی نظروں کی تاب نہ لا سکا میں نے جلدی سے نظریں جھکا لیں میرے رگ و پے میں خوف کی لہر دوڑ رہی تھی میرا دل انجانی وحشت سے دھڑک رہا تھا اسی لمحے اونکار ناتھ نے بڑی رعونت سے سرد لہجے میں سوال کیا شاہد علی کس وچار میں گم ہو کیا کسی روٹھے ہوئے موکل کو منانے کی کوشش میں سمے برباد کر رہے ہو۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا ڈرتے ڈرتے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ میاں صاحب اونکار ناتھ کے بہت قریب پہنچ چکے تھے لیکن اونکار ناتھ ان کی آمد سے بے خبر تھا وہ اپنی طاقت کے زعم میں بکواس کئے جا رہا تھا مگر اس نے اچانک آہٹ پا کر کسی چالاک آدم خور چیتے کی مانند بڑی پھرتی سے مڑ کر دیکھا وہ میاں صاحب کو اپنے روبرو دیکھ کر چونک پڑا ایک ثانیے کے لئے اس کا چہرہ متغیر ہوا پھر اس نے فوراً خود پر قابو پا لیا

اور میاں صاحب سے سرد اور تند لہجے میں مخاطب ہوا آپ میں نے تو سنا تھا کہ آپ کا دیہانت ہو چکا ہے۔

اونکار ناتھ میاں صاحب نے اس کی بات نظر انداز کر کے انتہائی صبر و تحمل سے دریافت فرمایا یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ کیا مجھ سے کوئی کام آ پھنسا ہے۔

اونکار ناتھ نے مجھ پر حقارت کی نظر ڈال کر کہا آج کل مجھے صرف ایک ہی چنتا رہتی ہے میاں صاحب کہ اپنے دشمنوں کا سر کچل ڈالوں آج اسی ارادے سے ادھر نکل آیا تھا۔

میری تمہاری بھلا کیا دشمنی اونکار ناتھ میاں صاحب نے پورے سکون سے کہا اتنے دنوں کہاں رہے۔؟

لمبی کہانی ہے میاں جی کبھی اطمینان سے سناؤں گا اونکار ناتھ نے زہر خند لہجے میں کہا اس سمے تو میں آپ کے اس چیلے کو یہ بتانے آیا ہوں

کہ شکتی کسے کہتے ہیں اس نے مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان کر دیا تھا میاں جی۔

میں بہت غور سے میاں صاحب کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اونکار ناتھ کا جواب سن کر ان کے چہرے پر غصے کی لہر آ کر گزر گئی اور وہ بڑی نرمی سے بولے اونکار ناتھ چھوڑو بھی یہ باتیں صحیح معنوں میں طاقت ور وہی ہے جو اپنے سے کمزور کو معاف کر دے تم تو پنڈت ہو تم نے پڑھا لکھا بھی بہت ہے تمہیں خوب معلوم ہوگا کہ دھرم کیا سکھاتا ہے کوئی دھرم کمزوروں پر ہاتھ اٹھانا نہیں سکھاتا۔

جی ہاں میاں جی۔ اونکار ناتھ نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا مجھے خبر ہے دھرم کیا سکھاتا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سے آپ اپنی کٹی سے نکل کر میرے پاس کیوں آئے ہیں آخر آپ کو اپنے چیلے کی محبت کھینچ ہی لائی پرنتو اتنا دھیان کرنا میاں جی کہ میں نے بھی کچھ

سیکھا ہے کچھ سمجھا ہے میری عمر بھی کچھ حاصل کرنے میں گزر گئی ہے آپ کی طرح میں نے بھی بہت دنوں خاک چھانی ہے لیکن میں نے گھٹنے ٹیکنے نہیں سیکھے میاں صاحب۔

میاں صاحب غصے کی شدت سے کانپنے لگے ان کی شعلہ بار نظریں اونکار ناتھ کے چہرے پر مرکوز تھیں میرا خیال تھا کہ اب ضرور میاں صاحب کا عتاب اونکار ناتھ پر نازل ہو گا لیکن وہ ایک بار پھر نرمی سے بولے غصہ کرنا تم جیسے مہان پنڈت کو اچھا نہیں لگتا آؤ میرے ساتھ اندر بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرتے ہیں۔

تم چلو میاں جی میں جس کام سے آیا ہوں ذرا اس سے نمٹ لوں میں ذرا آپ کے اس چیلے کے بھیجے سے کیڑے جھاڑ کر آتا ہوں اونکار ناتھ اپنی ضد پر اڑا رہا۔

میاں صاحب سنجیدہ ہو گئے اور قدرے درشت لہجے میں بولے یہ

میری عبادت اور ریاضت کی جگہ ہے پنڈت میں یہاں کسی قسم کا دنگا فساد پسند نہیں کروں گا اگر تم اس نابکار سے بدلہ لینے کے درپے ہو تو اسے یہاں سے لے جاؤ اور پھر جو تمہارا جی کرے کرو۔

میں سمجھ رہا ہوں میاں جی۔ اونکار ناتھ نے میاں صاحب کی باتوں سے چڑ کر کہا آپ بھلا اپنی نظروں کے سامنے اپنے چیلے کی درگت کیسے دیکھ سکیں گے پرنتو میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ میرا فیصلہ اٹل ہے میں اس پرادھی کو اسی جگہ کتے کی موت ماروں گا دیکھتا ہوں کہ آج مجھے کون روکتا ہے۔

اونکار ناتھ کا آخری جملہ سن کر میاں صاحب کا نورانی چہرہ غصے سے تمتما اٹھا وہ جلال کی کیفیت میں بولے پنڈت تم حد سے بڑھ رہے ہو میرا مشورہ ہے کہ اپنی زبان کو لگام دو میں آج تک تمہیں طرح دیتا رہا ہوں میں نے بحث مباحثوں کے درمیان بھی کبھی تمہاری کوئی بات رد

نہیں کی میری خاموشی نے غالباً تمہیں خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے
درگزر کی عادت سیکھو پنڈت ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔
میاں جی۔ اونکار ناتھ تلملا کر تیز لہجے میں بولا کسی اور پر آنکھیں لال
پیلی کرنا پنڈت اونکار ڈرنے والوں میں سے نہیں ہے وہ بہت تنگ آ
چکا ہے اس نے اس مردود کو ختم کرنے کے لئے تپسیا کی ہے اب اونکار
ناتھ کسی کی دھونس میں نہیں آئے گا۔
نابکار مردود میاں صاحب غیظ و غضب کی کیفیتوں سے دوچار تھے
انہوں نے اپنی سرخ نگاہیں پنڈت اونکار ناتھ کے چہرے پر مرکوز کر
دیں اور گرج کر بولے نادان کے کیڑے تجھے دیوی دیوتاؤں کی
شکتی پر اتنا گھمنڈ ہے بس اب بہت ہو چکا؟ آج تو اپنی گندی طاقتیں
بھی آزما لے ٹھیک ہے ذرا تیری آنکھوں کی پٹی بھی کھل جائے اگر
بعد میں تو زندہ رہے تو صرف پیدا کرنے والے کی خاطر اس کی رضا

اور خوشنودی کے لئے زندہ رہے ورنہ بہتر ہے کہ تو مر جائے۔

میں نے اونکار ناتھ کی طرف دیکھا وہ میاں صاحب کو بری طرح گھور رہا تھا اس نے میاں صاحب سے کچھ کہنا چاہا اس کے ہونٹ ہلتے رہے لیکن آواز نہ نکلی اور جب خود اونکار ناتھ کو آواز سے محروم ہو جانے کا احساس ہو تو وہ گھبرا گیا اسکی آنکھوں میں غصے کے بجائے الجھن کے تاثرات پھیل گئے وہ تلملا کر تیزی سے زمین پر جھکا مٹی کی ایک چٹکی اٹھا کر منہ کے قریب لے گیا پھر اس نے دل ہی دل میں کچھ پڑھ کر پھونکا اور مٹی میاں صاحب کی جانب پھینکی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اونکار ناتھ کے ساتھ ساتھ میں بھی حیرت زدہ رہ گیا کیوں کہ وہ مٹی چنبیلی کے پھول میں تبدیل ہو کر میاں صاحب کے قدموں میں جا پڑی عقیدت مندوں کے ہجوم کے باوجود وہاں موت کا سا سناٹا طاری تھا ہر شخص سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔

اونکار ناتھ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا دوسری طرف میاں صاحب اسے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے چنبیلی کا پھول ان کے قدموں میں پڑا تھا میاں صاحب نے پنڈت اونکار ناتھ کی سپاٹ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

پنڈت پریشان کیوں ہوتے ہو تمہیں تو بے تحاشا جنتر منتر آتے ہوں گے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو اور کوئی حربہ آزما کر دیکھ لو۔

اونکار ناتھ میاں صاحب کا اطمینان دیکھ کر مضطرب ہو گیا ایک بار پھر اس نے حلق پھاڑ کر کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اس کا حلق صرف کھلتا اور بند ہوتا رہا کوئی آواز سنائی نہ دی۔

غصہ آدمی کو پاگل بنا دیتا ہے پنڈت اسی وجہ سے میں نے تمہاری قوت گویائی سلب کر لی ہے میاں صاحب نے نرمی سے کہا جو کام اطمینان سے کرنے کے بجائے جلد بازی سے کیا جائے اس کا انجام ہمیشہ

خراب ہوتا ہے انسان کو ہر قدم سوچ سمجھ کر اور پھونک پھونک کر اٹھانا چاہیے تم تو پنڈت ہو مہان شکتی کے مالک۔

پنڈت اونکارناتھ کے چہرے پر غصے اور الجھن کے تاثرات ابھرے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی درندہ ہے اور اپنے شکار کو دبوچ لینے کے لئے کسی سنہرے موقع کا منتظر ہے پنڈت کی کیفیت میں کچھ دیر تک کوئی فرق نہیں آیا پھر میاں صاحب نے نرم آواز میں اسے مخاطب کیا سنو پنڈت میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ غصہ تھوک دو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے۔

جواب میں اونکارناتھ نے منہ بنا کر زمین پر تھوک دیا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اچانک وہ پیچھے ہٹا اور ایک درخت کے قریب پہنچ گیا جو وہاں سے دس قدم دور تھا میرا خیال تھا کہ اونکارناتھ فرار ہو جانے کے لئے پر تول رہا ہے اونکارناتھ نے درخت کے قریب جا کر بڑی جھلاہٹ

سے پتا توڑا اور اس کے چار ٹکڑے کر کے اسے زمین پر پھینک دیا پتے کے ٹکڑے زمین پر گرتے ہی جو کچھ ہوا وہ مجھے ششدر کرنے کے لئے کافی تھا پتے کے ٹکڑوں نے زمین پر گرتے ہی خونخوار نیولوں کی صورت اختیار کر لی بڑے بڑے ہیبت ناک نیولے خطرناک انداز میں لہراتے ہوئے میاں صاحب کی طرف بڑھ رہے تھے میں نے میاں صاحب کے چہرے پر نظر ڈالی وہ مطمئن انداز میں مسکرا رہے تھے نیولوں اور میاں صاحب کا فاصلہ بتدریج گھٹتا جا رہا تھا جب نیولے میاں صاحب سے محض ایک گز کے فاصلے پر رہ گئے تو میں نے میاں صاحب کو شہادت کی انگلی آسمان کی جانب بلند کرتے ہوئے دیکھا دوسرے ہی لمحے چاروں نیولے ایک ہیبت ناک اور کریہہ چیخ حلق سے نکالتے ہوئے تیزی سے فضا میں بلند ہوئے اور کچھ دور جا کر پھر زمین پر گر پڑے اونکار ناتھ اپنے جنتر کے ہیروں کا عبرتناک

انجام دیکھ رہا تھا اسی اثناء میں نہ جانے کہاں سے چار عقاب جھپٹ کر آئے اور نیولوں کو اپنے پنجوں میں دبا کر بڑی برق رفتاری کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

یا حق، یا حق، عقیدت مندوں نے یہ معجزہ دیکھ کر نعرے بلند کئے اونکار ناتھ اپنی جگہ کھڑا بید مجنوں کی طرح لرز رہا تھا جیسے طوفانی ہواؤں نے اس کا وجود لرزہ بہ اندام کر دیا ہو میاں صاحب کے چہرے سے جاہ جلال ٹپک رہا تھا ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں میں کانپ اٹھا اور عقیدت مندوں نے نظریں جھکا لیں۔

جہنمی میرا منہ کیا تک رہا ہے کچھ اور جنتر منتر تجھے یاد ہوں تو وہ بھی آزما لے اپنے بیروں کو مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتا مردود، کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے کہ تجھے یہ طاقت کس نے اور کس لئے عطا کی ہے تو نے طاقت تو حاصل کر لی لیکن یہ بھول گیا کہ جس نے تجھے طاقت بخشی

ہے وہ تجھے کمزور بھی کر سکتا ہے میاں صاحب جلال کی حالت میں نصیحت کر رہے تھے اونکار ناتھ خاموش کھڑا رہا اس کے چہرے کی حالت بالکل بدل گئی تھی سرخی کی جگہ زردی نے لے لی تھی آنکھوں سے بے بسی مترشح تھی میاں صاحب چپ ہوئے تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور میاں صاحب کے قدموں میں گر پڑا اس کی نظریں میاں صاحب سے رحم وعنایت کی طلب گار تھیں میاں صاحب چند لمحے آسمان کی طرف تکتے رہے پھر ان کی حالت اعتدال پر آ گئی اور انہوں نے اونکار ناتھ کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے فرمایا، آواز بند ہونے سے کچھ گھٹن محسوس ہوئی۔؟

اونکار ناتھ نے میاں صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ لئے میاں صاحب نے مزید کہا پنڈت اگر تو خود کو بلوان سمجھتا ہے تو بلوانوں جیسی شان بھی پیدا کر انسان اور حیوان کا فرق سمجھنے کی کوشش کر، جا میں نے تجھے

معاف کیا دور ہو جا میری نظروں سے زندہ رہنا چاہتا ہے تو کمزوروں کے کام آنا سیکھ، میاں صاحب دیر تک اسے نصیحتیں کرتے رہے۔

میاں جی میاں صاحب کی معافی کے بعد اونکار ناتھ کی آواز دوبارہ بحال ہو گئی تھی اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا میں نے آپ کو غلط سمجھا مجھے شما کر دیجیے میاں جی۔ آپ نے صحیح اپدیش دیا ہے میں اسے سدا یاد رکھوں گا میرے من کے اندھیرے دور ہو گئے ہیں میں آپ کی کرپا کبھی نہیں بھولوں گا مجھ پر بھروسا کیجیے میاں جی۔

میاں صاحب نے زبان سے کچھ نہیں کہا صرف ہاتھ کے اشارے سے اونکار ناتھ کو چلے جانے کی ہدایت کی اونکار ناتھ نے جھک کر میاں صاحب کے قدم چھوئے اور ایک سرسری نظر میری طرف ڈالی پھر گھوم کر لمبے لمبے ڈاگ بھرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا میری نگاہیں دور تک اس کا تعاقب کرتی رہیں اس کے نظروں سے دور

ہوتے ہی میں نے پلٹ کر دیکھا تو میاں صاحب وہاں نہیں تھے جھونپڑی میں جا چکے تھے عقیدت مند حجرے کے دروازے پر قطار بنائے کھڑے اپنی اپنی باری کے منتظر تھے میں کچھ دیر تک عقیدت و احترام سے میاں صاحب کے حجرے کی طرف دیکھتا رہا پھر میرے قدم خود بخود حجرے کی جانب بڑھنے لگے۔ میں میاں صاحب سے ملاقات کے لئے بڑا مضطرب تھا لیکن ان تک میری رسائی نہ ہوسکی میاں صاحب کے کچھ ایسے عقیدت مند میری راہ کی دیوار بن گئے جو پہلے بھی مجھے دھتکار چکے تھے ایک شخص نے زچ ہوکر کہا آخر تو کیوں ایک نیک بزرگ کی عبادت میں خلل ڈالنے چلا آتا ہے تیری وجہ سے خواہ مخواہ میاں صاحب کا سکون درہم برہم ہوجاتا ہے خبردار اگر تو نے آئندہ ادھر کا رخ کیا پھر ہم سے برا کوئی نہ ہوگا۔

اس شخص کی بات سن کر میرے دل پر چوٹ لگی میری آنکھیں نمناک

ہو گئیں میں نے حجرے کی سمت آخری نظر ڈالی اور کسی سے کچھ کہے
بغیر سر جھکا کر واپس آ گیا میں اب سر بسر منتشر ہو گیا تھا کبھی مجھے اس
طوطے کا خیال آتا جس کے قالب میں راجکماری شیلا کی آتما قید تھی
کبھی میاں صاحب کی باتیں سوچ کر میرا دل دھڑکنے لگتا غرضیکہ میرا
ذہن اس وقت متضاد خیالوں اور فکروں میں الجھا ہوا تھا اسی انتشار
واضطراب کی حالت میں جب میں نے مسجد میں قدم رکھا تو مولوی
اشرف علی بے قراری سے میرے قریب آیا ،تم کہاں چلے گئے تھے
شاہد میاں مجھے خدشہ تھا کہ غصے کی حالت میں کہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھا
بیٹھو شکر ہے کہ تم صحیح سلامت واپس آ گئے میں نے تمہاری سلامتی کے
لئے دو رکعت شکرانے کی منت مانی تھی تم حجرے میں چلو میں منت ادا
کر کے آیا تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو ۔؟

اشرف علی کے کہنے پر مجھے یاد آیا کہ میں نے مسجد سے روانگی کے وقت

اس سے کیا سلوک کیا تھا مجھے دیکھ کر اشرف علی کو نفرت سے منہ پھیر لینا چاہیے تھا لیکن اس شریف النفس شخص نے میری سلامتی کے لئے منت مانی تھی میں شرمسار اور تھکا تھکا سا حجرے میں داخل ہوا اور بستر پر گر کر سوچنے لگا میں نے اپنے لئے کسی آخری راستے کا تعین کرنا تھا لیکن ذہن ساتھ دینے کے قابل نہ تھا۔

تین روز تک میری کیفیت دیوانوں جیسی رہی بھوک پیاس غائب ہو چکی تھی میں پہروں اپنے بارے میں سوچتا دماغ پھوڑے کی مانند دکھنے لگتا تو میں آبادی سے دور ویرانے کی طرف نکل جاتا رات گئے لوٹتا اور چپ چاپ بستر میں دبک جاتا۔ اشرف علی نے میری دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا لیکن میری حالت گرتی ہی چلی گئی میں چوتھے دن ویرانے کی خاک چھان کر مغرب کے وقت واپس پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اکبر سے ملاقات ہو گئی وہ نماز پڑھ کر باہر نکل رہا

تھا ہماری نگاہیں چار ہوئیں دل چاہا کہ دوڑ کر اپنے دوست کو کلیجے سے لگاؤں لیکن ہمت نہیں پڑی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اکبر مجھ سے ناراض ہے اسے کچھ باتوں پر مجھ سے شدید اختلاف تھا میں نے نظریں جھکا لیں اور کترا کر نکل جانا چاہا لیکن اکبر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا تیزی سے میرے قریب آیا اور مسرت بھرے لہجے میں بولا شاہد علی تم میں نے تمہیں جانے کہاں کہاں تلاش کیا خدا کا شکر ہے کہ تم بخیر و عافیت ہو۔

اکبر کے لہجے اور طور طریق میں وہی خلوص تھا۔ وہی چاشنی اور اپنائیت تھی میں بے اختیار اس سے لپٹ گیا پھر میں اسے حجرے میں لے گیا اور دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا جہاں تک مجھے یاد ہے اس وقت میں اکبر کو اپنی بپتی سناتا رہا میں نے اپنی تمام قلبی ذہنی الجھنوں سے اسے آگاہ کر دیا وہ حیران میری عجیب و غریب سرگزشت سنتا رہا

اس کا اصرار تھا کہ میں اس کے ساتھ چلوں لیکن میں اب کہاں جاتا میں ثمینہ کو منہ دکھانے کے قابل ہی کہاں تھا میں نے گفتگو کا رخ موڑ دیا اور اکبر کو اونکار ناتھ کے بارے میں بتانے لگا آخر میں میاں صاحب کا ذکر آیا تو اکبر نے حیرت سے دریافت کیا چ۔؟ کیا میاں صاحب پھر ظاہر ہو گئے ہیں مجھے ان کا پتہ بتاؤ میں پہلی فرصت میں ثمینہ کو لے کر ان کی قدم بوسی کے لئے جاؤں گا۔

میں نے اکبر کو میاں صاحب کا پتا بتا دیا اور دبی زبان میں میاں صاحب سے اپنی ادھوری ملاقاتوں کا ذکر کیا تو اکبر نہایت خلوص سے بولا شاہد علی خدا کرے تم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لو میں میاں صاحب کے سلسلے میں قبل از وقت کوئی وعدہ نہیں کرتا البتہ کوشش ضرور کروں گا کہ وہ تمہیں صدق دل سے معاف کر دیں اس کے سوا میری کوئی خواہش نہیں ہے۔

میں نے ندامت سے کہا مجھے یقین ہے میرے دوست کہ تم میرے لئے ضرور کوشش کرو گے میں بھی اب یہی چاہتا ہوں میاں صاحب سے میری صرف ایک درخواست ضرور کرنا کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو راج کماری شیلا کی آتما کو آزاد کر دیں۔

اکبر علی نماز پڑھنے کے بعد واپس چلا گیا اس نے گاہے گاہے آتے رہنے کا وعدہ کیا تھا اکبر سے ملاقات نے میرے ذہن کو سکون بخشا اس رات میں نے نئے سرے سے اپنے ماضی اور حال پر غور کیا اور اپنے برے اعمال پر نظر ڈالی تو شرم سے میرا سر جھک گیا میاں صاحب کے مبارک دیدار نے میری الجھی ہوئی زندگی کی تمام گرہیں کھول دی تھیں اور میں پوری طرح تائب ہو گیا تھا رات بھر میری آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہتے رہے مولوی اشرف علی میری یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا وہ نہ جانے کیا کیا پڑھ کر پھونکتا رہا صبح سورج

نکلنے سے پہلے میں نے اٹھ کر غسل کیا اشرف علی کا دیا ہوا جوڑا پہنا اور مسجد میں جا کر صدق دل سے سر بہ سجود ہو گیا مجھ پر کیف و مستی کی کچھ عجیب کیفیت طاری تھی آج ایک مدت بعد میں نے بڑی نیک نیتی اور خلوص دل سے خدا کے حضور سجدہ کیا تھا میری آنکھیں اشک بار تھیں میں اپنی پیشانی جائے نماز پر رگڑ رہا تھا مجھے اس عالم میں دیکھ کر اشرف علی کو جو خوشی ہوئی وہ اس کی نظروں سے عیاں تھی۔

زندگی کے اس انقلاب نے مجھے ایک بار پھر دنیا کے ہنگاموں سے بے نیاز کر دیا میں عبادت و ریاضت و ردو ظائف اور تسبیح و درود میں اتنا ڈوب گیا کہ مجھے کھانے پینے کا ہوش نہ رہتا میں جس راہ سے بھٹک گیا تھا اب اس کا نشان دوبارہ پا گیا تھا میں بڑی صاف گوئی سے عرض کروں کہ میری یہ عبادت محض توبہ کی خاطر تھی مجھے اب کسی روحانی طاقت کی کوئی تمنا نہیں تھی میں نے سب کچھ بھول کر خود کو رب العزت

کے ذکر میں مصروف کر دیا صبح سے شام تک میں یادِ خدا میں محو رہتا اور گناہوں سے توبہ کرتا رہتا اس نئی زندگی نے مجھے روحانی مسرتوں سے سرفراز کر دیا میں دنیا سے اور دنیا والوں سے بے نیاز ہوتا گیا پنج گانہ نمازوں اور تہجد گزاری کے ساتھ ساتھ میں نے میاں صاحب کے بتائے ہوئے وظیفوں کا ورد بھی شروع کر دیا۔

تقریباً ڈیڑھ سال کا الٰہی میں گزر گیا اس عرصے میں کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا جس کا تذکرہ کیا جائے البتہ ایک روز ایک بات ایسی ضرور ہوئی تھی جس سے مجھے یہ احساس ہوا کہ خداوند کریم نے میری عبادتیں کسی قدر قبول کر لی ہیں اور توبہ کے دروازے مجھ پر کھول دیئے گئے ہیں۔

مولوی اشرف علی پاس پڑوس میں رہنے والوں کی حتی المقدور خدمت کرتا رہتا تھا وہ قرآنی آیات کے تعویذ لکھ کر لوگوں کو دیا کرتا تھا

مغرب کی نماز کے بعد معصوم بچوں کو پھونکنے کا نیک کام انجام دیتا تھا اور معذور لوگوں کے لئے پانی دم کر کے بھیجتا تھا ایک روز وہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھا بچوں پر دم کر رہا تھا میں اس کے قریب ہی بیٹھا ایک وظیفے کا ورد کر رہا تھا کہ ایک عورت کی آواز میری محویت میں خلل انداز ہوئی اس نے بڑی رقت بھری آواز میں مولوی اشرف علی سے کہا مولوی صاحب خدا کے لئے کوئی ایسا تعویذ دیجئے کہ میرا بچہ بچ جائے بڑی دعاؤں کے بعد خدا نے میری گود ہری کی ہے میرا شوہر، بڑا ظالم اور شکی ہے جب سے بچہ بیمار ہوا ہے اس کا طور طریقہ پھر سے جارحانہ ہو گیا ہے وہ اکثر مجھے طلاق کی دھمکی دیتا رہتا ہے اب اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر بچے کو کچھ ہو گیا تو مجھے گھر سے نکال دے گا میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مولوی صاحب میرے بچے کو بچا لیجئے خدانخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو میں زندہ در گور ہو

جاؤں گی۔

اللہ کارساز ہے بی بی، اس کی رحمتوں سے مایوسی گناہ ہے مولوی اشرف علی نے ٹھنڈی آہ بھر کر جواب دیا حکیم صاحب نے بچے کے سلسلے میں کہا کیا ہے۔؟

وہ کہتے ہیں چیچک خطرناک ہوگئی ہے یہ مر جائے گا عورت کے لہجے میں شدید کرب تھا۔

اس خلل اندازی سے میرا ذہن منتشر رہا تھا پھر جب میں نے عورت کی بات سنی تو مجھے خون کا دباؤ اپنے دماغ پر محسوس ہوا میں چپ نہ رہ سکا اور قدرے درشت لہجے میں بولا حکیم بکتا ہے قدرت تیرے بچے کو بچائے گی جا چلی جا۔

عورت پریشان تھی میری تیز آواز سن کر سہم گئی مولوی اشرف علی کو بھی میرے لہجے کی سختی سے تعجب ہوا وہ کھنکار کر دبی زبان میں بولا شاہد

میاں یہ عورت بڑی مظلوم ہے میری درخواست ہے کہ آپ بھی اس کے حق میں دعا کریں۔

کہہ تو دیا اس کا بچہ ٹھیک ہو جائے گا اور کیا چاہتی ہے۔ میں نے دوسری بار بھی چڑچڑے پن سے جواب دیا اور اٹھ کر حجرے میں آ گیا اور دوبارہ وظیفے میں مشغول ہو گیا مجھے نہیں معلوم یہ میں نے کیوں کہا تھا اور کس طاقت کے زیر اثر کہا تھا۔

دوسرے روز شام کے وقت وہی عورت دوبارہ آئی میں اس وقت مسجد کے دروازے کے قریب ایک چبوترے پر بیٹھا تھا عورت ایک لمحے کے لئے جھجکی پھر لپک کر اس نے میرے پیر تھام لئے اور رندھی ہوئی آواز میں بولی میاں صاحب کل آپ نے میرے بچے کے لئے دعا کی تھی آج وہ بالکل ٹھیک ہو گیا اب اس کے جسم پر چیچک کا ایک بھی دھبا نہیں ہے محلہ بھر حیران ہے۔

مجھے عورت کی بات سن کر تعجب ہوا صرف ایک روز میں چیچک کے دانوں کا غائب ہو جانا ایک عجیب بات تھی یہ کیسے ممکن ہوا۔؟ کیا خدا نے میری زبان سے نکلی ہوئی بات کو قبولیت کی سعادت عطا کر دی اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی میں اسی چبوترے پر سجدے میں گر پڑا میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے عورت کب واپس گئی مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ جب یہ رقت انگیز کیفیت دور ہوئی تو مجھے پھر شبہ سا ہوا کہ شاید خدا نے میری زبان کی تاثیر واپس کر دی ہے۔

اس تبدیلی نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ میں یاد الٰہی میں پہلے سے زیادہ مشغول ہو گیا وقت کے ساتھ ساتھ عبادت کا جذبہ جنون کی حدیں چھونے لگا پہلے میں اکبر کی آمد پر تھوڑا بہت وقت نکال لیتا تھا اور کبھی کبھی مولوی اشرف علی سے کچھ دیر گفتگو کر کے یہ سوچ لیا کرتا تھا

کہ میں اس دنیا میں تنہا نہیں ہوں لیکن اب اکثر ایسا ہوتا کہ اکبر آتا میرے فارغ ہونے کا منتظر رہتا لیکن مجھے مسلسل مشغول دیکھ کر واپس لوٹ جاتا اشرف علی سے بھی اب شاذونادر ہی گفتگو ہوتی میں ہمہ وقت عبادت وریاضت میں گم اور میاں صاحب کے ودیعت کردہ وظیفوں کے ورد میں کھویا رہتا۔

کئی مہینے اور گزر گئے میں اس عرصے میں اپنا ماضی بالکل فراموش کر چکا تھا مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ پلٹ کر دیکھتا مولوی اشرف علی عشاء کی نماز کے بعد جلدی سو جانے کے عادی تھے لیکن میں آدھی آدھی رات گزر جانے کے بعد بھی جاگتا رہتا اور مختلف وظائف پڑھتا رہتا ایک روز میں رات گئے حسب معمول کسی وظیفے کا ورد کر رہا تھا کہ خوشبو کا ایک نہایت لطیف جھونکا آیا اور میرے دل و دماغ معطر کر گیا مسجد میں کوئی پھولدار درخت نہ تھا اس لئے مجھے خوشبو سونگھ کر

حیرت ہوئی یکسوئی میں خلل پیدا ہوا تو میں نے اٹھ کر حجرے کا دروازہ بند کرنا چاہا لیکن دروازے پر نظر ڈالتے ہی میں چونک پڑا راج کماری شیلا انسانی پیکر میں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے کھڑی شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی یہ لمحہ میرے لئے بڑا کٹھن تھا شیلا نے ایک طویل عرصے بعد اچانک سامنے آ کر مجھے چونکا دیا تھا میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا ماضی کا دھندلا دھندلا عکس اجاگر ہونے لگا میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں اتنے زور سے بند کیں کہ ان میں درد ہونے لگا اور خون کی گردش تیز ہو گئی۔

راج کماری شیلا دروازے پر کھڑی مستانہ وار مجھے دیکھے جا رہی تھی مجھے وہ لمحے یاد آئے جو میں قلعے کے ویران حصے میں راج کماری کی مضطرب روح کے ساتھ گزار چکا تھا اب وہ ایک عرصے کے بعد پھر دعوت نظارہ دے رہی تھی میں نے اپنے ذہنی انتشار پر قابو پانے کے

لئے نظریں پھیر لیں تسبیح کے دانوں پر انگلیوں کی حرکت تیز کر دی ایک طویل عرصے بعد مجھے روحانی سکون نصیب ہوا تھا اب میں کسی صورت میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا میرے سرکش نفس نے مجھے جن ہولناک تماشوں سے دوچار کیا تھا اب مجھے ان کے تصور سے وحشت ہوتی تھی۔

میاں صاحب سے دوبارہ ملاقات کے بعد مجھے اپنی کھوئی ہوئی منزل کا سراغ مل گیا تھا میں پلٹ کر اب ان راستوں پر نہیں جانا چاہتا تھا جہاں رسوائیاں ہی رسوائیاں تھیں آزار ہی آزار تھے، راج کماری کو دیکھ کر عارضی طور پر میری عبادت میں خلل پڑا لیکن پھر میں جلد ہی وظیفے کے ورد میں مشغول ہو گیا دیر تک مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا لیکن جب دوسری بار خوشبوؤں میں بسا ہوا ہوا کا پر کیف جھونکا مجھے پھر محسوس ہوا تو میری محویت ٹوٹ گئی میں نے حجرے کی چوکھٹ کی

جانب غصے سے دیکھا راج کماری اب بھی وہاں کھڑی تھی اور اس کے چہرے پر شادابی کی جگہ اداسی نے لے لی تھی مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ مسکرائی اور مترنم آواز میں کہنے لگی پر دیپ یہ میں ہوں تمہاری شیلا۔ میں کتنی دیر سے تمہارے دروازے پر کھڑی ہوں شاید تم اپنی شیلا سے ناراض ہو کیا مجھ سے کوئی بھول ہو گئی۔؟

کبھی راج کماری کی ایک مسکراہٹ میرے یقین واعتماد کو ہلا کر رکھ دیتی اسے اپنی آغوش میں سمیٹ کر دنیا سے بہت دور چلے جانے کو جی چاہتا تھا لیکن اس وقت میری کیفیت برعکس تھی راج کماری شیلا کی روح مجھے اس وقت سراب نظر آرہی تھی میں اس کی دلنشیں مسکراہٹ سے متاثر نہ ہو سکا اس کی مترنم آواز میرے دل کو گرما نہ سکی میں نے بے چینی اور بے زاری سے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ جھٹک کر اسے وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔

میں نے زمانے کی ٹھوکروں کے بعد عشق حقیقی کا راز پالیا تھا اب راج کماری شیلا کی بے قراری کیا حیثیت رکھتی تھی۔

میں وظیفے کے ورد میں ہمہ تن غرق تھا کہ خوشبو کا وہی نفیس اور لطیف جھونکا میری عبادت میں مخل ہوا اب میں نے پلٹ کر حجرے کے دروازے کی سمت نہیں دیکھا نظریں بند کر کے یاد الہٰی میں ڈوب جانے کی کوشش کرنے لگا میری زبان میرے ہونٹ اور دل کی ایک ایک دھڑکن وظیفے کے الفاظ کا ورد کرنے لگی تیز خوشبو میرے گردو پیش کا احاطہ کئے ہوئے تھی میرا دماغ معطر ہو رہا تھا میں اپنے استغراق میں تھا کہ حجرے کے دروازے سے بدلی ہوئی آواز آئی خوب مگر کیا آپ ہماری طرف بھی دیکھنا پسند نہیں فرمائیں گے۔؟

اس آواز میں نہ جانے کیا سحر تھا کیسی التجا تھی کہ سرتا پا میرے جسم میں بجلی دوڑ گئی تسبیح کے دانوں پر انگلی کی گردش تھم گئی میں نے چونک کر

آنکھیں کھولیں تو گنگ رہ گیا مجھے اپنی نگاہوں پر دھوکا ہو رہا تھا
درشہوار حجرے کی چوکھٹ پر کھڑی مجھے عقیدت مندانہ نظروں سے
دیکھ رہی تھی۔
مجھے تعجب تھا کہ راج کماری شیلا کی جگہ اچانک درشہوار نے کیسے لے لی
کہیں یہ راج کماری کی آوارہ روح کا کوئی فریب تو نہیں لیکن نہیں جو
کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ فریب نہیں حقیقت تھی میں حیرت واستعجاب کی
تصویر بنا درشہوار کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے یاقوتی ہونٹوں کو حرکت ہوئی
اتنی غور سے آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔؟ کیا آپ نے اپنی دری کو نہیں
پہچانا۔؟ دری تم یہاں؟ میں نے بکھرے ہوئے الفاظ میں اظہار کیا تو
درشہوار کا چہرہ کسی شگفتہ پھول کی مانند شاداب نظر آنے لگا وہ
بڑے معصوم لہجے میں بولی آپ اتنے حیرت زدہ کیوں ہیں میں تو کبھی
آپ سے دور نہیں ہوئی تھی۔

حسین درشہوار کی موجودگی کا احساس اور اس کی شرگیں نظروں میں ایک پیغام محسوس کر کے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی وہ بڑی پاکیزہ نظر آ رہی تھی میرا دل چاہا کہ بے اختیار اٹھ کر اس کی کشادہ پیشانی چوم لوں اور عاجزی کے ساتھ اپنے اس رویے کی معافی چاہوں جس نے اسے قلبی اذیت پہنچائی تھی راج کماری کے حسین فریب میں مبتلا ہو کر کتنی بار میں نے درشہوار سے بدکلامی اور اس کی دل شکنی کی تھی میں اس کے احسانات فراموش کر بیٹھا تھا میں نے اس کی قربانیوں کا کوئی صلہ نہ دیا تھا شرمندگی کے احساس کی شدت نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور باوجود کوشش کے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے پر میں قادر نہ ہو سکا چپ چاپ بیٹھا رہا تو درشہوار کے ہونٹ دوبارہ کھلے۔

میں آپ کو لینے آئی ہوں آیئے میرے ساتھ چلئے۔

دری۔ میں نے مضمحل آواز میں کہا میرا دل اب دنیا کے ہنگاموں سے دور ہو گیا ہے یقین کرو اب میں اس فانی دنیا کی ہر شے سے رشتہ توڑ کر یاد خدا میں غرق ہو جانا چاہتا ہوں اب باقی زندگی تو بہ استغفار میں گزارنے کا خواہش مند ہوں میاں صاحب کی ناراضگی نے کیا رنگ دکھایا، کاش میں نے تمہاری اور ابوالحسن کی نصیحت مان لی ہوتی مشوروں پر عمل کیا ہوتا تو آج اس ذلت اور رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوتا۔ میں نے بڑے گناہ کئے ہیں دری ان گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس وقت بہت کم ہے میرا نامہ اعمال بڑا سیاہ ہے خدا مجھے معاف کر دے بس اب میں یہی چاہتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ بھی کچھ ناروا سلوک کئے ہیں میں شرمندہ ہوں دری مجھے معاف کر دو۔

درشہوار مجھے شوخ نظروں سے دیکھ کر بولی آپ مجھے کیوں گنہ گار

کرتے ہیں میرا دل آپ کی طرف سے کب ناشاد ہوا البتہ آپ نے راج کماری شیلا کی روح کو ضرور دکھ پہنچایا ہے۔

بہتر ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کرو درّی، میں نے ندامت سے کہا جو ہو گیا اسے یاد مت دلاؤ اس ذکر سے بڑی اذیت ہوتی ہے سوچتا ہوں تو خود سے نفرت ہوتی ہے۔

راج کماری ابھی آئی تھی نا آپ کے پاس؟

ہاں میں نے ناگواری سے جواب دیا وہ غالباً ازسرِنو میری گمراہی پر مصر تھی۔

میری دعا ہے کہ اس کی بے چین روح کو قرار آ جائے۔

درِ شہوار نے مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا مگر راج کماری آپ کے پاس کیسے آتی تھے آپ جسے راج کماری سمجھ رہے تھے وہ تو میں تھی۔

تم۔ دری تم؟ میں نے حیرت سے پوچھا تمہیں راج کماری کا بھیس بدلنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ اچھا تو تم مجھے آزمانا چاہتی تھی دیکھا میں کتنا بے اعتماد ہو گیا ہوں اب بھی میں ایک مشکوک شخص ہوں۔

نہیں نہیں۔ دری پہلو بدل کر بولی میں یہ جرات نہیں کر سکتی وہ میاں صاحب کا حکم تھا جس نے مجھے راج کماری شیلا کی شکل وصورت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا غالباً میاں صاحب کو آپ کا امتحان مقصود تھا بہر حال مجھے خوشی ہے کہ آپ اس امتحان میں پورے اترے۔

کیا؟ کیا واقعی تم میاں صاحب کے حکم سے یہاں آئی ہو؟ مجھے اختلاج ہونے لگا۔

ہاں میں آپ کو لینے آئی ہوں میاں صاحب نے آپ کو یاد فرمایا ہے درشہوار نے زیر لب مسکرا کر جواب دیا۔

درشہوار کا آخری جملہ مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کر گیا مجھے اپنی

قوت گویا سلب ہوتی ہوئی محسوس ہوئی کانوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا میاں صاحب اتنی جلدی مجھے معاف کر دیں گے اور قدم بوسی کے شرف سے نوازیں گے مجھے امید نہ تھی نہ جانے کتنے لمحے گزر گئے میں سکتے کے عالم میں درشہوار کی شکل دیکھتا رہا پھر میرا دل بھر آیا مجھ پر رقت طاری ہو گئی میں جہاں بیٹھا تھا وہیں سجدے میں گر گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا درشہوار میرے قریب کھڑی رہی اس نے میرے سجدہ شکر میں خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا جب آنسوؤں کا تار ٹوٹا اور میری حالت سنبھلی تو میں نے ایک بار پھر درشہوار کو دیکھ کر عاجزی سے پوچھا دری خدارا مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کیا حقیقتاً میاں صاحب نے مجھ بد بخت کو معاف کر دیا ہے یقین نہیں آتا کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

ہاں دری نے جذبات سے مغلوب ہو کر رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا مجھے اسی لئے یہاں بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو ساتھ لے چلوں۔

درشہوار کا جواب پا کر میں تیزی سے اٹھا باہر آ کر حوض کے پانی سے چہرے کو تازہ کیا اور درشہوار کے ساتھ ہو لیا میں نے مولوی اشرف علی کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا مسجد باہر آ کر دروازے کو بھیڑا اور میاں صاحب کی قیام گاہ کی طرف تیز تیز قدم اٹھانے لگا میرے شوق کا عجیب عالم تھا دل چاہتا تھا کہ پر لگ جائیں اور میں اڑ کر جلد از جلد میاں صاحب کے قدموں تک پہنچ جاؤں راستے میں درشہوار نے مجھے بتایا کہ میاں صاحب کے دشمنوں کی طبیعت چند دنوں سے ناساز ہے وہ نہ جانے کیا کیا بتا رہی تھی پرانی باتوں اور قصوں کو دہرا رہی تھی میں ایک نئے جذبے سے سرشار لمبے لمبے قدم اٹھا رہا تھا میں آگے قدم بڑھا رہا تھا اور اپنے مسلک یقین و اعتقاد پر جمے رہنے کے عزم کو پختہ کرتا جا رہا تھا منزل قریب آ رہی تھی اور میں اپنے باطن کو پہلے سے زیادہ پاک و صاف محسوس کر رہا تھا۔

راستے میں ہر سو تاریکی تھی اور ہو کا عالم تھا لیکن جب میں میاں صاحب کے حجرے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ پورا علاقہ روشن ہے میاں صاحب کے کچھ عقیدت منداس وقت بھی حجرے کے باہر موجود تھے ان کے چہرے سوگوار نظر آئے غالباً وہ میاں صاحب کی تیمارداری کی تمنا لے کر وہاں پہنچے تھے میں نے اپنی رفتار تیز کر دی حجرے سے کچھ دور تھا کہ معاً میری نظر ابوالحسن پر پڑی وہ حجرے سے نکل کر تیزی سے میری طرف آئے اور میرا استقبال کرتے ہوئے بولے شاہد میاں میں آپ کو رشد و ہدایت کی واپسی پر مبارک باد دیتا ہوں خدا کرے اب آپ ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔

میں جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے ابوالحسن سے بغل گیر ہوا پھر پوچھا نصیب دشمناں میاں صاحب کی طبیعت اب کیسی ہے۔؟

فی الحال تو کوئی افاقہ نہیں نظر آتا ابھی آپ ہی کو یاد کر رہے تھے۔
میں تیز تیز قدم اٹھاتا حجرے میں داخل ہوا اس وقت کسی عقیدت مند نے میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش نہیں کی میری حالت میاں صاحب کی علالت کی خبر سن کر غیر ہو رہی تھی۔
حجرے میں داخل ہوتے ہی میرے قدم ٹھٹھک گئے میاں صاحب پلنگ پر آنکھیں بند کیے لیٹے تھے ان کے چہرے سے اضمحلال عیاں تھا وہ بہت لاغر اور کمزور نظر آرہے تھے لیکن اس ضعف و نقاہت کے باوجود چہرے پر نور ہی نور تھا میری آنکھوں نے میاں صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں میں بے اختیار رو پڑا اور میاں صاحب کا ہاتھ تھام کر اپنی آنکھوں سے ملتا رہا، ابوالحسن اور درشہوار بھی حجرے میں موجود تھے مجھ پر رقت طاری تھی میں سسکیاں لے رہا تھا آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہ لیتے تھے مگر اس گریہ

وہ کا ندامت و خجالت میں ایک طرح کی لذت محسوس ہوتی تھی میں ان کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دے رہا تھا کہ میاں صاحب کی نحیف آواز میرے کانوں میں گونجی شاہد علی تم آ گئے مجھے یقین تھا کہ تم ایک دن ضرور واپس آ ؤ گے شکر ہے کہ تم پھر اسی راستے پر چل رہے ہو جو حق اور ایمان کا راستہ ہے خدا تمہارے دل کو ایمان کی روشنی سے منور کرے تم نے نفس کی سرکشی خوب دیکھ لی اور اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔

میاں صاحب کے شفقت آمیز انداز سے میری رقت میں کمی نہ آئی ہچکیاں بندھ گئیں ابوالحسن کے اشارے پر درشہوار نے مجھے حجرے میں رکھی ہوئی صراحی سے پانی نکال کر مجھے دیا تو میرے ہوش کسی قدر ٹھکانے آئے اب آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں میں نے کانپتی ہوئی آواز میں دریافت کیا تو میاں صاحب کے ہونٹوں پر ایک مضمحل سا تبسم ابھر آیا اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہوئے بولے۔

میری دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف کرے دل سے توبہ کرو دعا ضرور قبول ہوگی۔

میاں صاحب میں نے ان کا ہاتھ تھام کر عاجزی اور انکساری سے کہا جب آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے تو مجھے اپنے قدموں پر پڑا رہنے کی اجازت بھی عطا فرمادیں میں اپنی باقی زندگی آپ کی خدمت میں گزارنے کا آرزومند ہوں یقین کیجئے میرے لئے اس سے بڑی مسرت اور کچھ نہیں ہے۔

میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے شاہد علی۔ میاں صاحب بولے علالت اور کمزوری کے باعث اب میرا اٹھنا بیٹھنا بھی محال ہے میرے عقیدت مندوں کو تمہاری ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کام پھر سنبھال لو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

یہ میری خوش نصیبی ہوگی میاں صاحب کہ میں ضرورت مندوں کے کسی

کام آسکوں میں نے خوشی کے جذبے سے سرشار ہو کر جواب دیا۔

میاں صاحب کچھ دیر تک مجھے نصیحتیں کرتے رہے پھر بولے شاہد علی تم نے راج کماری کے ضمن میں کچھ دریافت نہیں کیا۔؟

میں میاں صاحب کے روئے مبارک کی طرف عقیدت مند نظروں سے دیکھ رہا تھا راج کماری کا تذکرہ سن کر میں نے خجل ہو کر نظریں جھکا لیں تو میاں صاحب نے کہا میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں نے راج کماری کی روح کو نہ صرف آزاد کر دیا ہے بلکہ اس کی بے قرار روح کے سکون کے لئے دعا کی ہے اب وہ قلعے میں نہیں ہے یقیناً اسے سکون مل گیا ہے۔

میاں صاحب سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی میاں صاحب نے کچھ دیر باتیں کیں پھر آنکھیں بند کر لیں ان پر غالباً نیند کا غلبہ طاری ہو رہا تھا میں سرک کر نیچے ہوا اور میاں صاحب کے پیر

دبانے لگا ورشہوار نے میرے لئے بستر کا انتظام کر دیا ابوالحسن نے مجھے آرام کرنے کو کہا لیکن میں میاں صاحب کی خدمت کی سعادت سے دل بھر کر لطف اندوز ہونا چاہتا تھا کچھ دیر بعد ابوالحسن اور ورشہوار چلے گئے چلتے وقت ورشہوار نے مجھے جن نظروں سے دیکھا ان میں عقیدت، محبت اور مسرت کی چمک نمایاں تھی میں نے ایک مدت کے بعد اس کے چہرے پر حوروں جیسی شادابی دیکھی تھی۔

میاں صاحب کی قدم بوسی اور رفاقت کا شرف حاصل کر کے میری زندگی منقلب ہو گئی میرا شعور بیدار اور پختہ ہوتا گیا جیسے جیسے اصل شعور یعنی عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے سفلی صفات ماند پڑ جاتی ہیں اور اصلی صفات اجاگر ہوتی ہیں اللہ رب العزت نے انسان کو دو ذاتوں سے نوازا ہے ذات ادنیٰ اور ذات اعلیٰ جو اپنی صفات ادنیٰ پر قابو پا لیتا ہے اور ذات اعلیٰ یا صفات علوی کی طرف راغب ہوتا ہے تو اس کی

روح قوی اوراس کا باطن منور ہوجاتا ہے فضیلتیں اس کے عقب میں چلتی ہیں یہ ہماری کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ جو صفات اعلیٰ ہماری نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہیں حیوانی اور شیطانی صفات ان پر غالب آجاتی ہیں انسان کی حیثیت اس دنیا میں ایک مسافر کی سی ہے جس نے اس چندروزہ سرمیں دیانت راست گوئی اور پاک بازی کا راستہ اختیار کیا اس نے اپنی دائمی زندگی کے لئے کتنے امکانات پیدا کر لئے انسان ایک صاف اور روشن قلب اور دماغ لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن اس دنیا میں آکر اسے زنگ لگالیتا ہے گواللہ راب العزت کا جمال ہمیشہ سامنے رہتا ہے مگر کتنے ہی لوگ اپنے قلب ودماغ کو جمال ربانی کی دید سے محروم کردیتے ہیں میاں صاحب کے حکم پر میں نے اپنے شب وروز درود ومناجات ،وظائف وعبادت کے لئے وقف کردیے میاں صاحب کی دعاؤں کی بدولت میں جلد ہی پھر وہی پرانا شاہد علی

بن چکا تھا میری زبان کی تاثیر واپس آ چکی تھی میری دعاؤں کو قبولیت
کا شرف نصیب ہوتا تھا میرے ارد گرد ہمہ وقت عقیدت مندوں کا
ہجوم تھا ابوالحسن اور اس کے قبیلے کے اجنہ میرا لحاظ کرنے لگے تھے اور
درشہوار تو میرے اس انہماک و استغراق کو دیکھ کر پھولے نہ سماتی تھی۔
دن جیسے جیسے گزرتے گئے میاں صاحب کی علالت بڑھتی گئی اب
انہوں نے بات چیت کرنی بھی بہت کم کر دی تھی کمزوری تشویش
ناک حد تک بڑھ گئی تھی میں جتنی دیر عقیدت مندوں اور حاجت
مندوں کی خدمت میں مصروف رہتا ابوالحسن اور درشہوار میاں
صاحب کی خدمت کے لیے موجود رہتے ہیں فراغت پاتا تو وہ دونوں
چلے جاتے میاں صاحب کیفیت یہ تھی کہ ہمہ وقت آنکھیں بند کیے
پڑے رہتے تھے لیکن ان کے ہونٹ ہمیشہ متحرک رہتے تھے غالباً وہ
اس حالت میں بھی یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے وہ بالکل ہڈیوں کا

ڈھانچا بن گئے تھے میں نماز کے لئے کچھ دیر کو اٹھتا پھر میاں صاحب کی خدمت میں مصروف ہو جاتا کبھی جب میں میاں صاحب کی بیماری کے نتائج پر گہرائی میں غور کرتا تو مجھے جھرجھری آجاتی میں رونے لگتا پہروں بے چین رہتا اور سوچتا کہ اگر خدانخواستہ میرے اندیشے درست ثابت ہوئے تو میں بڑی سعادت سے محروم ہو جاؤں گا میں میاں صاحب کے بغیر کیا مجھ پر ان کی شفقتیں اور عنایتیں بے حساب تھیں وہ میرے لئے خضر تھے انہوں نے مجھے فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچایا تھا انہوں نے ایک مرتبہ نظروں سے پردہ کرلیا تھا تو میں بھٹک گیا تھا اب اگر وہ رخصت ہو گئے تو نہ جانے میرا کیا ہوگا۔ غرضیکہ میاں صاحب کی حالت روز بروز گرتی گئی اور میری تشویش میں اضافہ ہوتا رہا انہی دنوں قدرت نے مجھ سے ایک اور امتحان لیا ایک روز میں حسب معمول ضرورت مندوں کی خدمت میں مصروف

تھا کہ میاں صاحب کے ایک پرانے خدمت گزار نے جو عقیدت مندوں کو حجرے کے اندر لاتا لے جاتا تھا ایک برقع پوش خاتون کو میرے سامنے پیش کیا ہر چند کے عورت کا چہرہ نقاب کی آڑ میں تھا لیکن نہ جانے کیوں میرے دل میں ایک عجیب سا احساس تھا مجھے تعجب تھا صبح سے شام تک ضرورت مندوں کا تانتا بندھا رہتا ان میں عورتیں بھی شامل ہوتیں پھر آخر اس برقع پوش خاتون کو دیکھ کر مجھے تعجب کیوں ہوا؟ میں چند ثانیے دل و دماغ کے اس تغیر پر غور کرتا رہا پھر خاتون سے بولا بی بی کہو کیا پریشانی لاحق ہے تمہیں۔؟

اس سے پہلے کہ برقع پوش خاتون کوئی جواب دیتی باہر سے ایک نسوانی چیخ کی آواز سنائی دی کسی عورت نے دیوانہ وار قہقہے لگانے شروع کر دیئے تھے پھر اس کے بے ربط جملے میری قوت سماعت سے ٹکرائے تم تم سب پاگل ہو............تو بکرے.......تجھے کیا گھور

رہے.........ہاہاہا.........پکڑو پکڑو.........وہ بھاگ رہا

ہے.........بچاؤ.........بچاؤ.........میرا بچہ.........میرا بچہ

.........بول کہاں ہیں میرے بچے۔؟

باہر عورت کی چیخ پکار جاری تھی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں میں اس تغیر کی وجہ جاننے کی کوشش میں مصروف تھا کہ برقع پوش خاتون نے اپنا نقاب پلٹ دیا میرے دل پر ایک گھونسہ لگا اور تجسس یک نظر ختم ہو گیا تمام گرہیں کھلتی چلی گئیں میں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا لیکن نظریں بدستور برقع پوش عورت کے چہرے پر مرکوز رہیں جو ثمینہ کے سوا کوئی اور نہیں تھی گناہوں کے احساس نے مجھے لرزہ براندام کر دیا میں اپنے حواس مجتمع کرنے کی فکر میں تھا کہ ثمینہ نے ادب اور سنجیدگی سے کہا میاں صاحب آج ایک پریشان عورت آپ کے در پر سوالی بن کر آئی ہے میں نے آپ کی بزرگی کے

بہت چرچے سنے ہیں لوگوں کا بیان ہے کہ کوئی سوالی اس در سے خالی ہاتھ واپس نہیں گیا ثمینہ جذباتی انداز میں کہہ رہی تھی پھر اس نے برقعے کا دامن ہاتھ سے پھیلا کر رقت بھری آواز میں کہا میں آپ کے سامنے جھولی پھیلاتی ہوں میاں صاحب میری بہن کی حالت پر رحم فرمایئے اسے اس کا ذہنی سکون واپس دلوا دیجئے اس کے لئے دعا کیجئے میری آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے اور دل و دماغ میں ہیجان برپا تھا گو رشیدہ حجرے کے اندر نہیں تھی لیکن میری آنکھیں باہر کا منظر دیکھنے کی استطاعت رکھتی تھیں میں نے آنکھیں بند کرلیں اور دیکھا رشیدہ شدت دیوانگی میں اپنے بال نوچ اور کپڑے پھاڑ رہی تھی وہ اپنے بچوں کو دردناک انداز میں آوازیں دے رہی تھی لوگوں نے اسے جکڑ رکھا تھا میں اس منظر کو دیکھ کر سر تا پا کانپ اٹھا ثمینہ نے میری خاموشی محسوس کی تو فریاد کرنے لگی میاں صاحب کیا ایک سوالی آپ

کے در سے خالی جھولی لیے واپس جائے گا کیا بہن کو بھائی کی چوکھٹ سے بے نیل و مرام لوٹنا پڑے گا۔

ثمینہ میری بہن۔ میں نے بلند آواز میں کہا پھر اٹھ کھڑا ہوا میرے ساتھ آؤ۔

میں حجرے سے باہر آیا تو تمام عقیدت مندوں کے سر احتراما جھک گئے میں نے رشیدہ پر نظر ڈالی اس کی حالت قابل رحم تھی اکبر نے اسے پوری قوت سے جکڑ رکھا تھا وہ دیوانہ وار چلا رہی تھی اور واہی تباہی بک رہی تھی قریب ہی راشد حسین بیٹھا تھا کبھی وہ بیرسٹر تھا دولت کے نشے میں اس نے مظلوموں پر ظلم توڑے تھے اور میرا پورا خاندان اس کے مظالم کا نشانہ بنے تھے لیکن آج وہی راشد حسین ایک اندھے اپاہج کی صورت میں میرے سامنے بیٹھا تھا چند لمحوں میں متضاد کیفیتیں گزر گئیں پھر میں چونکا خود میرا سر بھی جھک گیا میں نے ایک وظیفے کا

ورد کیا اور آگے بڑھ کر رشیدہ پر پھونک ماری مجھے اس جلالی وظیفے کا اثر معلوم تھا لیکن دوسرے افراد محو حیرت رہ گئے۔

میرا پھونکنا تھا کہ رشیدہ نے ایک زوردار چیخ ماری اور تیورا کر فرش پر الٹ گئی اور یوں تڑپنے لگی جیسے کسی مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا گیا ہو ہجوم انگشت بدنداں تھا لیکن اکبر اور ثمینہ بے چین نظر آتے تھے اکبر تیزی سے میری طرف بڑھا لیکن میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا میری تمام تر توجہ رشیدہ کی طرف تھی کچھ دیر میں رشیدہ پر نظریں جمائے رہا پھر میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے میرا عمل کامیاب ہو چکا تھا میں نے خداوند کریم کا شکر ادا کیا۔

رشیدہ کی حالت اب مختلف تھی وہ اب زمین پر ساکت پڑی یوں پلکیں جھپکا رہی تھی جیسے طویل نیند سے بیدار ہوئی ہے کچھ لمحے یہی حالت رہی پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھی اپنے گرد نامحرموں کا ہجوم دیکھا تو سہم گئی پھر

ثمینہ پر نظر پڑی تو دوڑ کر اس سے لپٹ گئی میں نے ثمینہ کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جگمگا رہے تھے میں نے اکبر کو قریب بلا کر کہا راشد حسین کو اندر لے آؤ۔

میں کسی احساس برتری سے نہیں بلکہ بڑے انکسار و عجز سے عرض کروں کہ میاں صاحب کی برکتوں اور ان کی عنایتوں کی وجہ سے میں نے جو کچھ حاصل کیا اس سے بنی نوع انسان کے ہزاروں افراد کو فیض پہنچا چکا تھا قدرت نے میری زبان میں وہ تاثیر دی تھی کہ میں جو کہتا تھا وہ پورا ہو جاتا تھا لیکن جتنی روحانی خوشی مجھے راشد حسین اور رشیدہ کی صحت یابی سے ہوئی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے ذہن سے کوئی بوجھ اتر گیا ہو جیسے قدرت نے میرے گناہوں کا کفارہ قبول کر لیا ہو رشیدہ اور راشد حسین نے مجھ سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی تو میں نے خلوص دل سے ان کو معاف کر دیا

اکبر کی نظریں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ ثمینہ نے جاتے وقت کہا میاں صاحب میں آپ کا یہ احسان تمام عمر یاد رکھوں گی۔

ثمینہ۔ تمہارے لئے میں صرف شاہد بھائی ہوں مجھے خوشی ہوگی اگر تم مجھے محض بھائی کہا کرو گی۔

بھائی صاحب ثمینہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور میں نے اٹھ کر اسے سینے سے لگالیا اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیشانی کا بوسہ لیا اسے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور پھر ضرورت مندوں کی خدمت میں مشغول ہوگیا۔

میاں صاحب کی حالت تھی کہ سنبھل نہیں پا رہی تھی میں رات کو حجرے سے دور جا کر خداوند کریم کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا اور رو رو کر گڑگڑا کر میاں صاحب کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگتا درشہوار مجھے سمجھاتی صبر کی تلقین کرتی لیکن نہ جانے کیوں مجھے کسی کروٹ سکون نہ

ملتا ذہن پہ ہر وقت ایک بوجھ سا رہتا ایک شب میں حجرے سے دور بیٹھا میاں صاحب کی درازی عمر کی دعائیں مانگ رہا تھا آنسو میری آنکھوں سے رواں تھے کہ درِ شہوار آئی جب میں نے دعا ختم کی تو اس نے کہا اس طرح رو رو کر تو آپ اپنی صحت خراب کر لیں گے کم از کم آپ کو اپنی ہزاروں ارادت مندوں کی خاطر اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے ابا جان نے بھی مجھے ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو سمجھاؤں۔

دری۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا ابوالحسن میرے محسن ہیں انہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے تم نے بھی میرا بڑا ساتھ دیا ہے لیکن کیا کروں میاں صاحب کی بیماری دیکھ کر میری قوت برداشت ختم ہو جاتی ہے نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے میں سوچتا ہوں دری! اگر خوانخواستہ میرے سر سے میاں صاحب کا سایہ اٹھ گیا تو میں کیا کروں گا میں تو کچھ بھی نہ رہوں گا خدا جانے پھر کیا ہو جائے۔

صبر سے کام لیجئے۔ دری نے مجھے سمجھاتے ہوئے محبت سے کہا میاں صاحب کی علالت نے ابا جان اور قبیلے کے دوسرے اجنہ کو بھی پریشان کر رکھا ہے خدا کو جو منظور ہے وہ پورا ہو کر رہے گا اس کے معاملات میں کون دخل دے سکتا ہے آپ اتنے ہراساں ہو گئے تو ان کا جلیل و عظیم منصب کون سنبھالے گا۔

میں سمجھتا ہوں لیکن دل نہیں مانتا میں نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

درشہوار کیا کر سکتی تھی بس مجھے سمجھاتی رہی اس کی باتیں اس کی نصیحتیں دل کو لگتی تھی لیکن نہ جانے کیوں آج یہ احساس شدید ہو گیا تھا کہ میاں صاحب کا سایہ میرے سر سے اٹھنے والا ہے میں نے اپنے خیالات سے لاکھ چھٹکارا پانا چاہا لیکن دل تھا کہ ڈوبا جا رہا تھا قدرت کو ضرور کچھ منظور تھا جو میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا میں درشہوار سے گفتگو میں

محو تھا کہ ابوالحسن کا ایک نائب تیزی سے دوڑتا ہوا آیا شاہد میاں میاں صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں۔

یہ پیغام سن کر میرے دل کو ایک دھچکا لگا۔میاں صاحب نے گزشتہ دو تین روز سے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی مستقل بے ہوشی اور غنودگی سے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی اس کے باوجود اس وقت انہوں نے مجھے یاد کیا تھا میں لپک کر اندر کمرے میں پہنچا تو میاں صاحب کو ہوش وحواس میں پایا وہ ابوالحسن سے گفتگو کر رہے تھے اجنہ قبیلے کے کچھ بزرگ بھی ہاتھ باندھے ہوئے موجود تھے میں کمرے میں داخل ہوا تو میاں صاحب نے اجنہ کو چلے جانے کا اشارہ کیا ان کے اشارے کی تعمیل کی گئی کمرے میں میرے اور میاں صاحب کے سوا اب کوئی نہیں تھا میں نے آگے بڑھ کر میاں صاحب کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا خدا کا شکر ہے

کہ آپ کی طبیعت اس وقت بہتر ہے۔

شاہد علی ۔میاں صاحب نے نہایت نحیف آواز میں کہا مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں میں جو کچھ کہوں وہ غور سے سنتے رہو۔

میں ہمہ تن گوش ہو گیا میاں صاحب کچھ توقف کے بعد بولے جو قدرت کو منظور ہو وہ ضرور پورا ہوتا ہے شاہد علی میری دعا ہے کہ تم خوش رہو اور راستی کی منزل پر قائم رہو میاں صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا میرے بیٹے ایک بات یاد رکھنا کبھی کسی کا دل دکھانے کی کوشش نہ کرنا، دوبارہ اپنے نفس کے فریب میں نہ آنا کوئی قدم ایسا نہ اٹھانا جو خدا اور اس کے رسول کے ارشادات کے منافی ہو سن لو تم نے جو جبر کیا اور دنیا کی ترغیب وتحریص سے کنارہ کیا ہے اس کی بنا پر تم نے اپنے لئے ایک مقام بنالیا ہے یہ زندگی چند روز کی ہے اور یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جو شخص آزمائش کے اس مرحلے سے گزر گیا خدا

اسے سرخرو کرتا ہے درگزر کرنے کی عادت ڈالو اس دنیا سے سب کو جانا ہے اور دوسری دنیا میں جواب دینا ہے۔

میاں صاحب کی باتیں سن کر میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا لیکن میں گنگ بیٹھا میاں صاحب کی باتیں سنتا رہا انہوں نے دو چار بار سانس لینے کے بعد کہا میرے پاس زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں تم ایک ہوش مند شخص ہو، میں نے ابوالحسن اور دوسرے بزرگ اجنہ کو تمہارے بارے میں ضروری ہدایات کر دی ہیں ابوالحسن کا خاص طور پر خیال رکھنا وہ بڑا عالم بزرگ ہے۔

میاں صاحب! میرے صبر وضبط کے بند ٹوٹ گئے میں مضطرب ہو کر بولا خدارا ایسی باتیں نہ کیجئے میرا دل پھٹ جائے گا میں آپ کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں دوبارہ نہ بہک جاؤں۔

طفلانہ باتوں سے پرہیز کرو شاہد علی! میاں صاحب نے اپنے لرزتے

ہوئے ہاتھ میرے سر پر پھیر کر جواب دیا ،خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس قادر مطلق نے مجھے تم سے کچھ کہنے کا موقع عنایت کیا میرا وقت قریب ہے شاہد علی مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واپس بلا لیا ہے تمہیں صبر وضبط سے کام لینا ہوگا شاہد علی میرے بچے میں بنی نوع انسان کی اصلاح اور خدمت اب تمہارے سپرد کرتا ہوں اس فرض میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔

مجھ سے ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا جاتا تھا صبر کی طاقت نہ رہی میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا میری ہچکیوں کی آواز سن کر ابوالحسن اور درشہوار گھبرائے ہوئے اندر آئے اسی لمحے پنجروں میں بند پرندوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور پنجروں کے اندر پھڑ پھڑانے لگے میری نظریں میاں صاحب کے چہرے پر مرکوز تھیں میں نے میاں صاحب کے چہرے پر جلال کی کیفیتیں نمودار ہوتی دیکھیں میاں

صاحب پنجروں کی طرف نظر اٹھا کر سخت لہجے میں بولے بدبختو،

نامرادو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا تم خدا کے قہر و غضب سے نہیں بچ

سکتے تمہاری گندی روحیں ہمیشہ بے قرار رہیں گی میں تم سب کو اپنے

ہمراہ لے چلوں گا، چپ ہو جاؤ۔

میاں صاحب کی آنکھوں میں سرخی تھی اور چہرے پر جاہ و جلال

پرندوں نے پھڑ پھڑانا اور چیخنا بند کر دیا تھا میں بھی یہ منظر دیکھ کر چند

لمحوں کے لئے حیرت زدہ رہ گیا میاں صاحب پنجروں کی طرف

دیکھتے رہے پھر ابوالحسن کو مخاطب کر کے بولے ابوالحسن میں تم سے

ایک اہم بات کہنا بھول گیا تھا میرے ساتھ ہی تم ان تمام پرندوں کو

بھی دفن کر دینا ان پرندوں میں ان ظالم و جابر شیطان صفت اور

بدکردار افراد کی روحیں مقید ہیں جنہوں نے زندگی بھر دوسروں کو

پریشان کیا اور مرنے کے بعد بھی لوگوں کے لئے مصیبت بنے رہے

میں سکتے کی حالت میں میاں صاحب کی باتیں سنتا رہا رات کے کوئی
ڈیڑھ بجے کا عمل تھا کمرے میں کچھ دیر سکون طاری رہا پھر میاں
صاحب نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا
اور ابوالحسن سے بولے ابوالحسن میں نے تمہیں جو ہدایات دی ہیں ان
کا خیال رکھنا شاہد علی کی نگرانی تمہارے ذمے ہے اسے تکلیف ہوئی تو
میری روح بے چین رہے گی۔

پھر انہوں درشہوار کو قریب بلایا اس نے ان کے پیٹ پر اپنا سر رکھ دیا
اور ہچکیوں سے رونے لگی نہ رو میری بیٹی، میاں صاحب نے اس کے
سر پر ہاتھ پھیر کر کہا خدا تجھے خوش رکھے تو بڑی سعد اور نیک بچی ہے تو
نے مجھے خوش کیا ہے ابوالحسن! اس کا بہت خیال رکھنا شاہد علی تم بھی
اس کے بعد انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا خدا حافظ میرے بچے
اور آنکھیں بند کر لیں مجھ پر ابھی سکتے کی کیفیت طاری تھی لیکن جب

ابوالحسن نے آگے بڑھ کر میاں صاحب کے جسم پر سفید چادر ڈالی تو میں بے اختیار چلانے لگا میں دھاڑیں مار مار کر میاں صاحب کے پلنگ کی پٹی سے سر ٹکرانے لگا ابوالحسن نے لپک کر مجھے سنبھالا در شہوار نے صبر کی تلقین کی لیکن میں بہرا ہو چکا تھا۔

اس سانحے کے بعد مجھ پر سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ میں خود کو بے سہارا محسوس کرنے لگا میرا روشن ضمیر مرشد مجھ سے رخصت ہو گیا تھا اس کی زبان فیض ترجمان اب خاموش تھی مجھے تنہائی کا شدید احساس ہوا میں دھاڑیں مار کر رو رہا تھا میاں صاحب سے میری وابستگی تو انتہائے کمال کو پہنچ چکی تھی کسی شخص کو حضرت میاں صاحب کی مجھ سے بڑھ کر قربت حاصل نہ تھی لیکن آج رفاقت کا وہ طویل باب مکمل ہو چکا تھا ان کے دامن ولایت میں مجھے ایک تحفظ محسوس ہوتا تھا میاں صاحب کے وصال نے مجھے بے حال کر دیا میں بار بار میاں صاحب

کی سمت بھاگنے کی کوشش کرتا لیکن ابوالحسن مجھے پکڑے ہوئے تھے جب تک میں ہوش میں رہا میری دیوانگی بڑھتی رہی عجیب بات یہ تھی کہ میں میاں صاحب کی چارپائی سے ٹکرا ٹکرا کر مرجانے اور ان کی مقدس روح کے ساتھ آخرت کا سفر کرنے کا متمنی تھا میں چیخ چیخ کر ابو الحسن سے کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ دیں لیکن ابوالحسن مجھے گھسیٹ کر حجرے سے باہر لے آئے یہاں اجنہ قبیلے کے تمام افراد رنج وغم کی تصویر بنے کھڑے تھے وہ سب لوگ میرے قریب آگئے اور انہوں نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لینا شروع کر دیا اس واقعے نے میرا اضطراب دو چند کر دیا مجھے کھڑے کھڑے ایسا محسوس ہوا جیسے میں زمین میں گڑا جا رہا ہوں ابوالحسن نے مجھے گرتا دیکھ کر سہارا دیا اس کے بعد کی کوئی بات مجھے یاد نہیں۔

قارئین کرام اب میں اکبر حسین آفندی آپ سے مخاطب ہوں اب یہ واقعہ اس منزل پر پہنچ گیا ہے کہ میرا قلم سنبھالنا ضروری ہے میں یہ بات فرض کر دوں کہ میاں صاحب کی قدم بوسی کی سعادت دوبارہ حاصل کرنے کے بعد شاہد علی سے میری رفاقت بڑھ گئی تھی میں یہ سرگزشت جزئیات کے ساتھ کبھی نہ لکھ پاتا اگر شاہد علی گاہے گاہے مجھے اپنی قلبی کیفیت سے آگاہ نہ کرتا جب وہ دوبارہ میاں صاحب کے دربار فیض میں واپس ہوا تو اس نے کھل کر اپنی گزشتہ نادانیوں اور جذباتی کشمکش کا اظہار مجھ سے کیا تھا۔

اس بزرگ کے وصال نے جہاں دوسرے ارادت مندوں میں صف ماتم بچھا دی تھی وہاں سب سے زیادہ شاہد علی کو متاثر کیا میں رات کو میاں صاحب کے وصال کی خبر پا کر وہاں پہنچ گیا تھا شاہد علی کی حالت قابل رحم تھی جب تک وہ بے ہوش رہتا پر سکون رہتا اور جیسے ہی ہوش

میں آتا اس کی حالت مختلف ہو جاتی اٹھ اٹھ کر حجرے کی طرف بھاگنے کی کوشش کرتا رات بھر وہ اسی کربناک حالت سے دوچار رہا میاں صاحب کے وصال کی خبر صبح تک دور دور تک پھیل گئی عقیدت مند آخری دیدار اور تجہیز و تکفین کی رسوم میں حصہ لینے کی خاطر جوق در جوق جمع ہونے لگے دوسرے عقیدت مندوں کے ساتھ تجہیز و تکفین کے بندوبست میں لگ گئے درشہوار کی حالت بھی ناقابل بیان تھی اس کی آنکھیں روتے روتے سوج گئی تھیں وہ چپ چاپ بیٹھی تھی جسے میں نے بے ہوشی کی حالت میں اپنے زانو پر لٹا رکھا تھا۔

میت قبرستان کے لئے روانہ ہوئی تو ایک خلقت ان بزرگ کے جنازے کے جلوس میں شامل تھی کیا ہندو کیا مسلمان سب ہی آبدیدہ تھے ہر آنکھ نم تھی ہر دل رو رہا تھا شاہد علی کو ابوالحسن نے سنبھال رکھا تھا میں جنازے کو کندھا دینے کی خاطر آگے بڑھ گیا عجیب ایمان پرور

منظر تھا عورتیں بے نقاب روتی دھوتی جنازے کے ساتھ تھیں جیسے ان کا کوئی قریبی رشتے داران سے چھن گیا ہو میں جلد ہی میت کو کاندھا دینے کا فرض ادا کر کے واپس پیچھے آ گیا جہاں ابوالحسن اور اس کے رفیق اجنہ نے شاہد علی کو سنبھال رکھا تھا مجھے حیرت تھی کہ شاہد علی اس وقت نہ رو رہا تھا نہ دھاڑیں مار رہا تھا بس آنکھیں پھاڑے جنازے کی طرف دیکھ رہا تھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی شخص نیند کی کیفیت میں آنکھیں کھولے رواں دواں ہو وہ اپنے گردوپیش سے قطعاً بے نیاز تھا میں نے قریب جا کر آہستہ سے اسے مخاطب کیا شاہد علی کیا تم جنازے کو کندھا دینے کا فرض ادا نہیں کرو گے۔؟

شاہد علی نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے کچھ توقف کے بعد پھر کہا شاہد علی زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے تمہارا صدمہ بجا ہے لیکن مجبور

وہ بے کس لوگوں کو تمہاری شدید ضرورت ہے تمہیں دوسروں کے لئے اپنی زندگی از سر نو سنوارنی ہوگی۔

شاہد علی نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ دیا میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی یہ طویل خاموشی اور سکتے کی کیفیت خطرناک بھی ثابت ہوسکتی ہے اور واقعی میرا اندازہ درست ثابت ہوا جتنی دیر تک قبرستان میں رسوم ادا ہوتی رہیں شاہد علی پر نزع کا عالم طاری رہا لوگوں نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے مگر شاہد علی بدستور خاموش کھڑا ٹکٹکی باندھے قبر کو گھورتا رہا پھر جب واپسی کا وقت آ گیا تو شاہد علی کو ہوش آیا وہ میاں صاحب کی قبر سے چمٹ گیا وہ منظر بڑا روح فرسا تھا ابوالحسن اور میں نے بڑی مشکل سے شاہد علی کو قبر سے دور کیا لیکن شاہد علی پر دیوانگی طاری ہوگئی وہ بڑبڑاتا رہا عقیدت مندوں کے دلوں پر کیا گزر رہی تھی اس کا اندازہ ان کے چہروں سے ہو رہا تھا میں بڑی مشکلوں سے شاہد

علی کو واپس لا سکا جب تک وہ بے ہوش نہیں ہو گیا برابر میاں صاحب کا نام لے لے کر بین کرتا رہا۔

کوئی پندرہ روز تک شاہد علی کی حالت تشویشناک رہی پھر وہ آہستہ آہستہ سنبھل گیا میاں صاحب کے حکم کی تعمیل میں اس نے نئے سرے سے حجرے کی نشست میں پابندی سے شرکت شروع کر دی البتہ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی اس نے دیوانگی کے ساتھ ساتھ ریاضت بھی شروع کر دی تھی چند ہی دنوں میں اس کے چہرے کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ چڑچڑا اور تنک مزاج ہو گیا تھا لوگوں کے حالات سنتے سنتے اکثر اس کی ذہنی رو بہک جاتی اور وہ انہیں برا بھلا کہنے لگتا نفرت سے دھتکار دیتا لیکن اس کی زبان میں اب بھی وہی تاثیر تھی جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا وہ پورا ہو کر رہتا عقیدت مندوں نے شاہد علی کو اس

رنگ میں بھی قبول کرلیا لیکن میری اور ابوالحسن کی تشویش بڑھ گئی دو چار بار تو اس نے درشہوار کو بھی نفرت سے جھڑک دیا لیکن وہ بے چاری بڑی خلوص اور مستعدی سے شاہد علی کی خدمت کرتی رہی۔

اب میرا زیادہ تر وقت شاہد علی کے پاس گزرتا ثمینہ، رشیدہ، اور میرے سسر راشد حسین کو بھی شاہد علی کی ذہنی حالت پر افسوس تھا کبھی کبھی وہ بھی اسے دیکھنے آتے اور گھڑی دو گھڑی بیٹھ کر واپس چلے جاتے میں نے ابوالحسن کے مشورے سے دو چار اعلیٰ درجے کے حکیموں کو بلوا کر شاہد علی کو دکھوایا ڈاکٹری علاج بھی کرایا لیکن شاہد علی کی ذہنی کیفیت اعتدال پر نہ آسکی بلکہ اس کی چڑ چڑاہٹ میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا مولوی اشرف علی کا بھی زیادہ تر وقت حجرے کے آس پاس گزرتا وہ بڑے فخر اور شان سے کہتا پھرتا میاں شاہد علی میرے ساتھ ایک عرصے تک رہ چکے ہیں مجھے ان کی دوستی اور قربت کا شرف

حاصل ہے شاہد علی بھی اس کا بہت خیال رکھتا اشرف علی بھی اپنے دوست شاہد علی کی اس بدلتی ہوئی حالت سے بہت پریشان تھا۔

ایک روز ایسا واقعہ پیش آیا کہ ہم سب لوگ پریشان ہو گئے میں زیادہ تر حجرے میں شاہد علی کے پاس ہی بیٹھا رہتا تھا اس روز بھی میں حسب معمول چپ چاپ بیٹھا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اندر آئی وہ صورت اور شکل کے اعتبار سے بڑی بھولی اور فرشتہ صفت نظر آتی تھی شاہد علی نے اپنی عادت کے مطابق اس پر ایک گہری نظر ڈالی پھر نظریں جھکا لیں میں نے عورت کو اشارہ کیا تو اس نے شاہد علی کو عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ کر کہا میاں صاحب میں بڑی امیدیں لے کر آپ کی چوکھٹ پر آئی ہو مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔

کیا چاہتی ہے۔ مقصد بیان کر شاہد علی نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا حالانکہ وہ کچھ دیر پہلے تک بالکل نارمل تھا۔

عورت ایک لمحے کو جھجکی پھر بولی میاں صاحب میری ایک ہی لڑکی ہے میں نے بڑے ارمانوں سے اس کی شادی کی تھی کچھ دنوں تک حالات ٹھیک رہے پھر میرے داماد نے نہ جانے کون سا جادو کر دیا کہ میری بیٹی مجھ سے متنفر ہوگئی پندرہ روز ہو گئے میں نے اپنی بچی کی صورت تک نہیں دیکھی اب آپ کی خدمت میں آئی ہوں دعا کیجئے کہ میرا داماد سیدھے راستے پر آجائے اور لڑکی کا دل میری طرف سے صاف ہو جائے۔

ہو سکتا ہے شاہد علی نے برا سا منہ بنا کر کہا تیری دلی مراد پوری ہو سکتی ہے مجھے رنڈیوں کا ناچ کرانا ہوگا، سمجھی۔؟

مجھے حیرت تھی کہ شاہد علی نے ایسی بات کیوں کر کہی عورت یہ جواب سن کر چونک پڑی پھر پہلو بدل کر دبی زبان میں بولی آپ روشن ضمیر ہیں میاں صاحب دلوں کا حال پڑھ سکتے ہیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ

اگر میری مراد پوری ہوگئی تو شاندار مجرا کراؤں گی۔

بد بخت، حرافہ۔ اچانک شاہد علی کے تیور خراب ہو گئے اور اس نے عورت کی طرف حقارت سے گھور کر کہا بد کردار، نائیکہ تو اپنی لڑکی کی کمائی کھانا چاہتی ہے دفع ہو جا میرے سامنے سے مکار فریبی عورت۔

میں نے دیکھا کہ عورت کا چہرہ اچانک زرد پڑ گیا وہ مجھ سے نظریں چرا کر شاہد علی سے بولی میاں صاحب جب تک آپ میری مراد پوری نہیں کریں گے میں واپس نہیں جاؤں گی آپ کو میرا بندوبست کرنا ہوگا میاں صاحب نہیں تو میں آپ کی چوکھٹ پر جان دے دوں گی۔

میں تیرا بندوبست ضرور کروں گا، فاحشہ۔ شاہد علی نے جلالی کیفیت میں کہا جا تیری نجات موت میں ہے تجھے مر جانا چاہیے دفع ہو جا۔

شاہد علی اور عورت کی گفتگو سے میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ عورت کس

قماش کی ہے مجھے یقین تھا کہ وہ آسانی سے شاہد علی کا پیچھا نہیں چھوڑے گی لیکن اچانک وہ اٹھی اور مشینی انداز میں حجرے کے باہر نکل گئی میں بھی دبے قدموں اٹھ کر حجرے سے باہر نکلا میں عورت کو نیک راستے پر چلنے کی تلقین کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا عورت باہر نکل کر تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ یک لخت چکرا کر نیچے گری اور کچھ دیر لوٹ پوٹ کر ساکت ہوگئی میں قریب گیا تو اس کے منہ سے خون جاری تھا نبض ٹٹولنے سے معلوم ہوا کہ وہ مر چکی ہے میں نے کچھ عقیدت مندوں کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ کسی سواری کا بندوبست کریں اور عورت کی لاش اس کے گھر چھوڑ آئیں۔ اس واقعے نے میری اور ابوالحسن کی تشویش میں اضافہ کردیا شاہد علی نے اپنی زندگی میں پہلی بار حجرے میں بیٹھ کر کسی کو موت کی بددعا دی تھی چنانچہ ایک دن ابوالحسن نے اسے مشورہ دیا کہ وہ کچھ دنوں آرام

کرے اور حجرے کی نشستوں میں بیٹھنا کم کر دے لیکن شاہد علی نے ابو
الحسن کی بات کا کوئی اثر نہیں لیا اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہا
ہم سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے پھر ہمیں چار و نا چار خاموش ہو جانا پڑا!
اس واقعے کے بعد پھر ایک ایسا پریشان کن واقعہ پیش آیا جس نے
ہماری عقلیں خبط کر دیں شاہد علی نے ایک شب اچانک اٹھ کر میاں
صاحب کی قبر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا اور قبر سے مٹی ہٹانے لگا
حسن اتفاق سے میں جاگ رہا تھا میں نے رات کے سناٹے میں ابو
الحسن کو آواز دی وہ بھاگے بھاگے میرے پاس آئے میں نے انہیں
ساتھ لیا اور ہم دونوں شاہد علی کے پیچھے دوڑتے ہوئے قبر پر پہنچ گئے
میں نے بڑی مشکل سے شاہد علی کو پکڑا تو وہ مجھ سے زور آزمائی کرتا
ہوا بولا چھوڑ دے مردود، مجھے جانے دے میں اپنے نوشہ کے پاس جا
رہا ہوں دیکھ انہوں نے مجھے آواز دی ہے وہ مجھے بلا رہے ہیں۔

چیخ پکار کی آواز سن کر کچھ دوسرے اجنہ بھی وہاں آ گئے شاہد علی پاگلوں کی طرح واہی تباہی بک رہا تھا اس نے ہم لوگوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا ابوالحسن نے موقع کی نزاکت محسوس کی تو درشہوار سے کچھ کہا وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک گلاس تھا ابوالحسن نے شاہد علی کو زبردستی پکڑ کر گلاس کا عرق اس کے حلق میں انڈیل دیا جس کا فوری اثر ہوا شاہد علی وہیں قبر پر گر گیا اور میں اسے کاندھے پر لٹکا کر حجرے میں لایا وہ رات میں نے اور ابوالحسن نے شاہد علی کے سرہانے بیٹھ کر گزاری، دوسری صبح شاہد علی کو ہوش آیا تو اسے رات کا واقعہ یاد نہ تھا۔

اس نئی صورت حال نے ہمیں محتاط کر دیا شاہد علی پر اچانک سوتے میں اٹھ کر بھاگنے کا دورہ آئے دن پڑنے لگا چنانچہ ایک شخص رات کو شاہد علی کے پاس کمرے میں رہتا اور باہر کی نگرانی پر ابوالحسن نے اجنہ قبیلے

کے کچھ معتبر جن تعینات کر دیے تا کہ شاہد علی کا ذہنی انتشار کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کر لے۔

شہر کے حکیموں کے علاوہ دور دراز کے حکیموں، ڈاکٹروں کو بھی مرض کی وجہ سمجھ میں نہ آ سکی اور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا البتہ شاہد علی کی ہذیانی اور جنونی کیفیت کی مدت میں قدرت نے شاہد علی کی زبان کو کچھ ایسی تاثیر عطا کر دی تھی جو شاز و نادر ہی کسی بزرگ کو نصیب ہوئی ہو ڈیڑھ سال کی مدت میں یوں تو میں نے شاہد علی کی زبان کی تاثیر کی بے شمار کرامتیں دیکھیں اگر میں سب کو رقم کرنے بیٹھا تو ایک علیحدہ کتاب مرتب ہو جائے گی اس لئے یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف دو حیرت انگیز واقعات پر اکتفا کروں گا۔

پہلا واقعہ ایک عورت کا تھا وہ متواتر ایک ہفتے سے شاہد علی کے پاس آ رہی تھی اس عورت کے سلسلے میں مجھے شاہد علی کے رویے پر حیرت تھی

وہ جب بھی حجرے میں آتی شاہد علی اسے دھتکار دیتا عورت مایوس ہو کر جانے لگتی تو کہتا کل آنا۔ میں تیرے لئے کچھ کروں گا۔

عورت دوسرے روز آتی تو پھر اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا، جب مسلسل تین بار عورت کو نا امید ہونا پڑا تو میرا خیال تھا اب نہیں آئے گی لیکن چوتھے دن پھر آ گئی غالباً اس کی لگن سچی تھی وہ غریب بڑی عقیدت مندی سے شاہد علی کو سلام کرتی پھر جواب میں ڈانٹ پھٹکار سن کر واپس چلی جاتی یہ سلسلہ چھ روز تک جاری رہا ایک دوبار میرے جی میں آئی کہ عورت کے سلسلے میں شاہد علی سے پوچھوں کہ آخر یہ کس مقصد سے آتی ہے اور اس غریب کو کیوں دھتکار دیا جاتا ہے لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا بہر حال ساتویں روز وہ دھن کی پکی عورت آئی اس نے حسب معمول شاہد علی کو عقیدت بھرے انداز میں سلام کیا اور بڑی عاجزی سے بولی میاں صاحب میں تمام زندگی آپ

کی قدم بوسی کو حاضر ہوتی رہوں گی لیکن جس کام کے لیے اتنے دنوں سے چکر لگا رہی ہوں آج اس کا آخری دن ہے۔

عورت نے ابھی کھل کر اپنا مقصد بیان نہیں کیا تھا میں نے شاہد علی کی سمت دیکھا وہ آنکھیں بند کیے مراقبے میں تھا دیر تک یہی کیفیت رہی پھر اس نے آنکھیں کھول کر عورت کو غور سے دیکھا اور کہا تیرا جذبہ سچا ہے جا تیری مراد پوری ہوگی حکم مل جائے گا اندھیرا دور ہو جائے گا وہ بدبخت سامنے آجائے گا جس نے اپنا منہ کالا کیا تھا۔

عورت نے شکر گزاری سے شاہد علی کی طرف دیکھا اور ادب سے سلام کر کے باہر چلی گئی میرے تجسس میں اضافہ ہو گیا میں نے حجرے سے باہر جا کر عورت کو روکا اور صورت حال دریافت کی تو وہ دبی زبان سے بولی بھائی کل صبح میرے اکلوتے لڑکے کو پھانسی دی جانے والی ہے اس پر ایک لڑکی کے ساتھ ملوث ہونے اور اسے قتل کرنے کا جرم

ثابت ہو چکا ہے سار ی شہادتیں اس کے خلاف دی گئی ہیں۔

تمہیں پورا یقین ہے کہ تمہارا بیٹا بے گناہ ہے۔؟

عورت ایک سرد آہ بھر کر بولی دلوں کے حال خدا بہتر جانتا ہے اس نے مجھ سے یہی کہا ہے کہ اسے زبردستی ملوث کرنے کی کوشش کی گئی ہے مجھے یقین ہے کہ وہ مجرم نہیں ہے میں ایک بے سہارا عورت ہوں میاں صاحب کے سوا میرا کوئی پرسان حال نہیں۔

عورت تو چلی گئی لیکن میری تشویش دو چند ہو گئی مجھے دوسرے دن کا انتظار تھا اور دوسرے دن عورت دن چڑھے آئی تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا آج وہ تنہا نہیں تھی اس کے ساتھ ستائیس اٹھائیس سال کا ایک نوجوان تھا عورت نے آتے ہی شاہد علی کے پاؤں پکڑ لئے پھر لڑکے کو اشارہ کیا اس نے بھی بڑھ کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا میرا خیال تھا کہ شاہد علی اس عورت سے تازہ حالات دریافت کرے گا

لیکن ایسا نہیں ہوا اس نے بڑی بے نیازی سے ان دونوں کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا جاؤ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

میں نے باہر نکل کر عورت سے معاملے کی نوعیت دریافت کی تو اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا یہی وہ بچہ ہے جسے آج پھانسی دی جانے والی تھی لیکن میاں صاحب کے کہنے کے مطابق عین اس وقت اصل قاتل نے سامنے آ کر جرم کا اقرار کر لیا جب میرے بچے کو کلمہ طیبہ پڑھایا جا چکا تھا اور جلاد تختہ ہٹانے کے لئے ایک اشارے کا منتظر تھا یہ تو ایک بہت بڑی کرامت ہے۔

دوسرا واقعہ اپنی مثال آپ ہے اس میں شاہد علی نے ایک سائل کو ایک ہی وقت میں دو مختلف طاقتوں سے دوچار کر دیا تھا، ایک با اثر اور صاحب ثروت شخص نے ہر طرف سے مایوس ہو کر شاہد علی کی چوکھٹ تھام لی پہلی بار جب میں نے اسے حجرے میں دیکھا تو یہ محسوس کیے

بغیر نہ رہ سکا کہ یہ مجبور ہو کر یہاں تک آ گیا ہے ورنہ اس ماحول میں شاہد یا اپنے کسی نوکر کی موجودگی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا شاہد علی کو سلام کرتے وقت اس کے انداز سے رعونت اور بیزاری عیاں تھی شاہد علی نے عادت کے مطابق سوٹ بوٹ والے امیر و کبیر شخص پر ایک نظر ڈالی پھر نظریں جھکا لیں مالدار آدمی نے بولنے کے لئے منہ کھولا تو میں نے اشارے سے منع کر دیا ان دنوں شاہد علی کچھ زیادہ ہی چڑچڑا ہو گیا تھا بات بات پر گالیاں دینا شروع کر دیتا آنے والا اگر اپنا دکھ بیان کرنا شروع کرتا تو وہ اسے بڑی حقارت سے دھتکار دیتا چنانچہ حجرے میں داخل ہونے سے پیشتر ضرورت مندوں کو تاکید کر دی جاتی کہ خاموشی سے سلام کریں اور جب تک شاہد علی کی اجازت نہ ہو منہ نہ کھولیں یہی بات اس نئے آدمی سے بھی کہی گئی تھی لیکن وہ شخص جو تمام زندگی دوسروں پر حکم چلانے کا عادی ہو بھلا دوسرے کے حکم پر

کس طرح چلتا غرض کہ جب میں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تو اس کے چہرے کی خشونت میں مزید اضافہ ہو گیا اس نے مجھے نفرت سے گھورا اور شاہد علی کی طرف متوجہ ہو کر بول پڑا جناب میں ایک ضرورت کے تحت یہاں تک آ گیا ہوں۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ کہتا شاہد علی کے چہرے پر جھلاہٹ نمودار ہوئی وہ مراقبے سے سر اٹھا کر غصے سے بولا مردود، حرام زادے یہ فقیروں کی جھونپڑی ہے تیرے باوا کی جاگیر نہیں دولت پر غرور کرتا ہے بد بخت بے ایمان۔

مالدار شخص اس سخت کلامی کا متحمل نہ ہو سکا وہ تذبذب کی حالت سے دو چار ہو گیا شاہد علی نے کہا تو کیا بتائے گا گندے کتے میں جانتا ہوں کہ تو یہاں کیوں آیا ہے خود غرض تیری بچی کی آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں اس کی شادی نہیں ہو رہی ہے تو مجھے خریدنے آیا ہے۔

تف ہے تجھ پر۔ شاہد علی کا جلال دیکھنے کے قابل تھا وہ بڑی برہمی سے بولا تو یہاں بھی سودے بازی کی نیت سے آیا ہے کم بخت جا تیری لڑکی کی بینائی تیرے گھر پہنچنے تک واپس آ جائے گی اس کی شادی کر دے اور اگر تو نے خود کو نہ بدلا تو یاد رکھ نحوستیں تجھے گھیر لیں گی تو نے لوگوں کو پریشان کر دیا اب خود پریشان ہو کر دیکھ جا دور ہو جا میری نظروں سے۔

مالدار شخص تیزی سے باہر نکل گیا میں نے اس شخص کے بارے میں درشہوار سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے پاس دولت کی افراط ہے شاہد علی نے جو کہا تھا وہ پورا ہوا اس نے اپنی لڑکی کی بینائی ٹھیک ہو جانے کے بعد ایک شاندار جشن کا اہتمام کیا بڑی دھوم دھام سے اس کی شادی کی مگر شادی کے ایک ہفتے کے اندر اندر اس کی کاروباری حالت خراب ہونے لگی اور کچھ عرصے بعد وہ در بدر خاک

چھاننے پر مجبور ہو گیا جو کچھ اس کے پاس تھا وہ ریت کے ڈھیر کی طرح کسی طوفانی ریلے میں غائب ہو گیا۔

اس قسم کی بے شمار کراماتیں ہیں جو میرے سامنے پیش آئیں اب میں تسلسل برقرار رکھنے کے لئے اصل سرگزشت کی طرف آتا ہوں۔

اس رات میں ابوالحسن کے ساتھ حجرے سے باہر بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا ابوالحسن کے دوسرے ساتھی اجنہ حجرے کی نگرانی پر مامور تھے درشہوار اندر شاہد علی کے پاس تھی رات کے کوئی ساڑھے بارہ ایک کا عمل ہو گا جب درشہوار حجرے سے باہر آئی تو اس نے ابوالحسن کو بتایا کہ شاہد علی اس وقت پر سکون نیند سو رہا ہے اس خبر سے ہم سب کے چہرے شگفتہ ہوئے اس لئے کہ گزشتہ تین چار راتوں سے شاہد علی ایک لمحے کے لئے بھی سویا نہیں تھا درشہوار یہ جانفزا مژدہ سنا کر اندر گئی تو میں نے شکر ادا کیا لیکن ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ دوبارہ

بوکھلائی ہوئی باہر آئی باواجان اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں ابو الحسن سے کہا وہ اپنے کمرے سے غائب ہیں میں نے ہر جگہ تلاش کیا لیکن نہیں پتا نہ چلا۔

میں اور ابوالحسن بوکھلا کر کھڑے ہو گئے حجرے میں اچھی طرح دیکھنے کے بعد قرب و جوار میں بھاگ دوڑ شروع ہوئی لیکن شاہد علی کا کوئی سراغ نہ ملا ابوالحسن نے اپنے اجنہ سے دریافت کیا جو نگرانی پر مامور تھے لیکن وہ بھی کوئی خاطر خواہ جواب نہ دے سکے میں دنگ رہ گیا تھا کہ شاہد علی کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا اس کا اجنہ تک کی نظروں سے غائب ہو جانا ناقابل فہم تھا۔!

دوسرے روز جب عقیدت مندوں کو شاہد علی کے غائب ہونے کا علم ہوا تو ہر طرف افراتفری پھیل گئی ہر شخص اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا شہر کا کونا کونا چھان مارا لیکن شاہد علی کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔

قارئین کرام! ان واقعات کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی جب شاہد علی کی یاد آتی ہے تو دل تڑپ اٹھتا ہے میں خود بھی اب عمر کی اس منزل میں ہوں جہاں کسی بھی وقت خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آ سکتا ہے یہ عبرت ناک سرگزشت رقم کرتے وقت مجھے ہر لمحے یہ خیال رہا ہے کہ جو مافوق الفطرت واقعات میرے علم اور تجربے میں آئے ہیں انہیں لوگوں کے سامنے پیش کر دوں مجھے پتا نہیں کہ میں یہ سرگزشت بیان کرنے کی اصل وجہ لوگوں تک منتقل کر پایا ہوں یا نہیں یہ بہت نازک موضوع ہے اور لکھنے لکھانے کے مشکل کام سے میرا کبھی واسطہ نہیں رہا تھا بہر حال میں نے ان بے ترتیب واقعات میں جگہ جگہ اصل روح اور تنبیہ و نصیحت کا خیال رکھا ہے۔

اس کے بعد میں نے شاہد علی کو نہیں دیکھا بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں کبھی سوچتا ہوں ممکن ہے میاں صاحب نے میرے دوست

کی حالت پر ترس کھا کر اسے اپنے پاس بلا لیا ہو۔

﴿ختم شد﴾